انگلینڈ میں پیدا ہونے والے جدید مسائل کے مدلل جوابات کا عظیم شاہکار
اور فقہ حنفی کے اُصول و فروع کا عظیم مرقع

بنام

اَلعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الفَتَاوٰی الضِّیَائِیَّۃ

المعروف بہ

فتاویٰ یورپ و برطانیہ



مصنفِ کتبِ کثیرہ شارحِ ہدایہ

تصنیف حضرت علامہ مولانا ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
الشہادۃ العالمیہ التخصص فی الفقہ الاسلامی ایم اے اردو

نام کتاب: فتاوی یورپ وبرطانیہ

تصنیف: ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

مہرِ تصدیق: مفتی شمس الہدیٰ مصباحی عفی عنہ (دارالافتاء کنزالایمان یوکے)

پروف ریڈنگ: مولانا محمد صدیق رضا قادری

سن اشاعت: 10 شعبان المعظم 1439ھ

صفحات: 534

تعداد: 1100

قیمت: 600

ناشر:

لیگل اڈوائزر غلام مصطفیٰ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

(ملنے کے پتے)

مکتبہ فیضانِ مدینہ فیصل آباد	مکتبہ والضحیٰ اُردو بازار لاہور
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ
مکتبہ سخی سلطان حیدرآباد	مکتبہ زاویہ پبلیشرز دربار مارکیٹ لاہور

انتساب

فقیر اپنے اس مجموعہ فتاوی بنام فتاوی یورپ و برطانیہ کا انتساب حضور پُر نور امام التقی والنقی غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری کی طرف کرتا ہے۔ اور اُن شخصیات جنہوں نے قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اور انگلی پکڑ کر فقیر کو چلنا سکھایا یعنی میرے تمام اساتذہ کرام کی طرف کرتا ہے۔

از قلم محمد قاسم ضیاء القادری المدنی

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

پیش لفظ

افتاء کا لغوی معنی فتوی دینا ہے اور اصطلاحی تعریف سائل کے مسئلہ کا حکم بیان کرنا جیسا کہ علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب التعریفات میں اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ "اِلْاِفْتَاءُ بَیَانُ حُکْمِ الْمَسْأَلَۃِ" مسئلہ کا حکم بیان کرنا افتاء ہے۔ اصطلاحِ فقہ میں لفظِ فتوی کا اطلاق ایسے نو پید مسئلہ پر کیا جاتا ہے جس کو ائمہ سابقین میں سے کسی نے اپنے اجتہاد سے مستنبط کیا ہو۔ اس تعریف کے لحاظ سے فتوی دینا حقیقۃً مجتہد کا کام ہے کہ سائل کے سوال کا جواب کتاب وسنت واجماع وقیاس سے وہی دے سکتا ہے۔ اور افتا کا دوسرا مرتبہ نقل ہے یعنی صاحب مذہب سے جو بات ثابت ہے سائل کے جواب میں اُسے بیان کر دینا اور یہ حقیقۃً فتوی دینا نہ ہوا بلکہ سائل کو مجتہد مفتی کا قول بتانا ہوا تا کہ سائل اس پر عمل کر سکے۔

اس طرح مفتی کی دو قسمیں ہوئیں۔

(1) مفتی مجتہد　(2) مفتی ناقل

جو فقیہ اپنے اجتہاد سے مسئلہ بتائے وہ مفتی مجتہد اور جو سوال کرنے والوں کو مجتہد کا قول بتائے وہ مفتی ناقل اور اس کا کام صرف نقل ہے۔ اور آج کے دور میں سارے مفتی ناقل ہیں مگر یہ نقل بھی آسان کام نہیں بلکہ اس کے لیے اہم شرائط ہیں جیسے کہ مفتی ناقل کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ قول مجتہد کو مشہور و متداول (مروج) ومعتبر کتابوں سے اخذ کرے غیر مشہور کتب سے نقل نہ کرے۔

اور مفتی ناقل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بیدار مغز ہوشیار ہو۔ غفلت برتنا اس کے لیے درست نہیں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر حیلہ سازی اور ترکیبوں سے واقعات کی صورت بدل کر فتوی حاصل کر لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں مفتی نے مجھے فتوی دے دیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے مخالف پر غالب آ جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقتِ حال کی کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ اس نے سوال میں کیا ظاہر کیا اور کیا نہیں۔ کمافی بہار شریعت اور یہ بھی ضروری امر ہے کہ وہ

کسی ماہر مفتی کی بارگاہ میں رہ کر تربیتِ افتاء حاصل کرے اور اسے اپنے فتاوی چیک کرواتا رہے۔ مفتی ناقل کے لیے اور بھی بہت سی شرائط ہیں جو بہار شریعت کے حصہ نمبر 12 میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

افتاء بہت مشکل کام ہے۔ اگر توفیقِ الٰہی شامل نہ ہو تو صلاحیت کچھ نہیں کرسکتی۔ قبلہ استاذِ گرامی علامہ ابوالحسن محمد قاسم ضیاء مدظلہ العالی پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ جس نے انہیں بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان کو افتاء کی توفیقِ رفیق عطا فرما کر ان پر اپنے کرم کی بارشیں کیں۔ انگلینڈ میں نو پید اور ماڈرن مسائل کے حل کے لیے کئی علماء کرام جدوجہد کر رہے ہیں۔ جب استاذِ گرامی وہاں تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے مسائل ایسے تھے جس کا حل عوام تو عوام بلکہ علماء کرام کو مطلوب تھا۔ استاد صاحب نے شروع شروع میں تو کئی سوالوں کے زبانی جواب عطا فرمائے پھر علماء کرام کے کہنے پر تحریری جواب کی طرف بھی آنا پڑا تاکہ استاد صاحب کا یہ کام اہل سنت کے لیے کچھ فائدہ بخش بن سکے۔ آپ نے زیادہ تر برطانیہ میں پیش ماڈرن مسائل کو فقہی جزئیات کی مدد سے حل کیا۔ پھر آپ کو یورپ اور بعض دیگر ممالک سے بھی سوال آنے لگے۔ آپ کے دیئے ہوئے مدلل جوابات اہل سنت کی مشہور ویب سائٹ Seekers paths پر دو زبانوں (انگلش، اردو) میں آویزاں کئے جاتے رہے۔ اب ان فتاوی کی پہلی جلد (Volume) بنام "اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوٰی الضِّیَائِیَّہ" المعروف بہ فتاوی یورپ و برطانیہ منظر عام پر آگئی ہے۔ اس کی انگلش ٹرانسلیشن (Translation) اور دیگر جلدیں مستقبل قریب میں طبع کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

اس فتاوی کی خصوصیات

اس میں آج کے اس ماڈرن دور میں یورپ میں پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

اس فتاوی میں ایسے قواعد و کلیات پیش کیے گئے ہیں کہ جن کی مدد سے آیندہ پیش آنے والے مسائل کا حل بھی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ تقریباً ہر مسئلہ کا جواب فقہی کلیات و جزئیات سے پیش کیا گیا۔

2۔ موقع کی مناسبت سے جواب کا قرآن وحدیث سے استناد کیا گیا۔

3۔ ہر مسئلہ کا جواب فقہ حنفی کی روشنی دیا گیا ہے۔

4۔ موقع کی مناسبت سے سائل کو نیکی کی دعوت دی گئی ہے۔

5۔ سوالات میں اہلسنت پر کیے گئے اعتراضات کا تحقیقی والزامی جواب دیا گیا ہے۔

6۔ ہر مسئلہ کو کثیر حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے تاکہ منکر کو انکار کی راہ نہ رہے۔

7۔ محولہ کتب کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر بھی درج کیے گئے ہیں۔

8۔ عربی عبارت کو ترجمہ واعراب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام قارئین بھی استفادہ کرسکیں۔

تقریباً ہر فتویٰ کو اہلسنت کے ماہر مفتیانِ کرام کی مہر تصدیق حاصل ہے۔ ان میں مفتی یورپ، ماہر علم توقیت مفتی شمس الہدیٰ مصباحی زید مجدہ سرِ فہرست ہیں۔ استادِ محترم فرماتے ہیں کہ مفتی شمس الہدیٰ مصباحی زید مجدہ نے اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود تقریباً ہر مسئلہ کو غائرانہ نظر سے چیک فرما کر مہرِ تصدیق ثبت فرمائی اور یہ ان کی عظیم شفقت تھی۔

نوٹ:

اس کی طبع میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر قسم کی غلطی سے بچا جائے مگر انسان نسیان سے ہے ایک غلطی کی بجائیں غلطیوں کا امکان ہے۔ لہذا علماء کرام کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر التجاء ہے کہ وہ غلطی پر اطلاع پاکر مطلع فرمائیں ان شاء اللہ طبع ثانی میں اس کی اصلاح کردی جائے گی۔

عبید رضا قادری

حالاتِ استادِ گرامی

ابتدائی حالات

مصنفِ کتب کثیرہ شارحِ ھدایہ حضرت مولانا الحاج مفتی ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری ۱۴۱۲ ھ میں بمطابق پانچ جنوری 1991 میں لاہور کے ایک شہر مانگا منڈی میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والدِ ماجد ایک غریب اور مزدور اور نہایت ہی شریف مزاج، نمازوں کے پابند اور جن کا نام عبدالمجید اور تعلق راجپوت خاندان سے ہے موصوف ہندستان کے ضلع ریاست پٹیالہ گاوں ہوڈلہ میں پیدا ہوئے۔ ہندستان میں غیر مسلموں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر ملک پاکستان میں ہجرت کی۔ موصوف پاکستان کے شہر لاہور کے ضلع مانگا منڈی قلعہ ترڑے میں رہائش پذیر ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم مسجد المدنی قلعہ ترڑے میں قاری صاحب سے حاصل کی، جس میں آپ نے کم (TIME PERIOD) میں قرآن پاک پڑھا اور دنیاوی تعلیم (WORLDLY EDUCATION) مانگا مڈل سکول اور مانگا ہائی سکول سے حاصل کی، آپ ہر سال ٹاپ (TOP) کرتے اور اپنے اساتذہ اور والدین کا نام روشن کرتے اور تمام اساتذہ آپ پر فخر کرتے اور انعام واکرام سے بھی نوازتے۔ آپ نے میٹرک میں 30 سال کا ریکارڈ توڑ کر اپنے اساتذہ اور والدین کا نام روشن کیا آپ اپنی تعلیم کے اخراجات (EXPENSES) اپنے والدین سے نہ لیتے تھے بلکہ پارٹ ٹائم (PART TIME) کام کاج کر کے اپنے خود اخراجات (EXPENSES) اٹھاتے۔ آپ کو فقہی مسائل سے شغف تھا، آپ نے سکول کی تعلیم کے دوران محدث اعظم پاکستان کے شاگرد مولانا مقبول حسین علیہ الرحمہ سے ترجمۃ القرآن پڑھا اور (6) سال کا عرصہ ان کے ساتھ گزارا۔

اعلیٰ تعلیم

آپ میٹرک کے بعد علم دین کے حصول کے لیے واہ کینٹ چلے گئے۔ وہاں دعوت اسلامی کے جامعۃ المدینہ میں درسِ نظامی (Scholar course) میں داخلہ (Admission) لیا۔ آپ نے آٹھ (8) سالہ درس نظامی کورس کو (6) سال میں ہی کرلیا۔ درجہ اولیٰ اور درجہ ثانیہ ایک سال میں اچھے نمبر (Marks) حاصل کر کے پاس کیا۔

درس نظامی کے علوم میں سے حضرت کو صرف ونحو اور فقہ و اصول فقہ سے کافی دلچسپی تھی۔ اسی لیے آپ نے سب سے پہلی کتاب فقہ کے موضوع پر ہی لکھی۔ واہ کینٹ میں اساتذہ کرام نے آپ کے شوقِ علم دین کو دیکھ کر پورا لائبریری روم آپ کے سپرد کر رکھا تھا۔ کلاس ٹائم کے بعد آپ اکثر وقت اسی روم میں مطالعہ میں مصروف پائے جاتے۔ افتاء کا شوق ابتداء سے ہی تھا اس لیے فقہی کتابوں کا زیادہ مطالعہ فرماتے اور ذاتی مطالعہ کا ایک ہدف مقرر کر رکھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں جب تک روز کا وہ ہدف پورا نہ ہوجاتا تو اچھی طرح کھانا بھی نہ کھایا جاتا۔

پھر آپ درجہ ثالثہ کے بعد واہ کینٹ سے فیصل آباد تشریف لے آئے۔ آپ نے دورِ طالبِ علمی میں جو کتابیں تصنیف کی ان کتب کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی۔

دوران درسِ نظامی ہی فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھ چکے تھے۔ جن میں بہارشریعت و فتاوی رضویہ جیسی کتب بھی شامل تھیں۔ آپ کے شیخ طریقت امیر اہلسنت ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی آپ کو صاحب کثیر المطالعہ کے لقب سے یاد فرماتے۔

ایک مرتبہ مدنی مذاکرے کے دوران امیر اہلسنت فرمانے لگے کہ آگے بیٹھی ہوئی شخصیات سے سوال ہوگا۔ آپ نے سوال فرمایا تو کچھ شخصیات نے جوابات دیئے مگر وہ جواب غلط تھے۔ جب امیر اہلسنت نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے استادِ گرامی کو دیکھا اور ساتھ ہی فرمایا کہ قاسم ضرور اس کا جواب دیدے گا۔ آپ کے اٹھنے سے قبل ہی کسی اور نے جواب دے دیا۔

اسی طرح ہی ایک مدنی مذاکرے کے دوران امیر اہلسنت نے آپ سے سوال فرمایا آپ نے فوراً اس کا جواب دے دیا جو کہ صحیح تھا تو امیر اہلسنت اس قدر خوش ہوئے کہ سو روپے کا نوٹ بطورِ تحفہ عطا فرمایا۔

جب مرکز کو انگلش ٹیچر کی ضرورت محسوس ہوئی تو دورہ حدیث کے طالب علموں کو انگلش کورسز کروانے کے لئے ٹیسٹ کے ذریعے سلیکشن (Selection) کی گئی جن میں پانچ طلبا کی سلیکشن (Selection) ہوئی جن میں آپ نے نمایاں کارکردگی دیکھائی۔ پھر آپ نے دورہ حدیث انگلش میں کیا۔ دورہ حدیث کے بعد دعوتِ اسلامی کے مدنی کام کی ترقی اور دین وسنیت کی خدمت کیلئے سری لنکا چلے گئے۔

سری لنکا کا سفر

سری لنکا میں تقریباً تین ماہ قیام فرمایا جس میں تقریباً مکمل سری لنکا کا دورہ فرمایا جگہ جگہ شافعی مذہب کے علماء و مشائخ سے فقہی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ استادِ گرامی فرماتے ہیں کہ سری لنکا پر بدھ مت کی حکومت ہے لہذا اہم گلیوں اور بازاروں میں جگہ جگہ نصب بتوں کے سامنے با آوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھتے۔ کولمبو میں ایک مشہور تابعی بزرگ کا دربارِ پاک ہے جو درگاہِ قطبِ سیلون کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کولمبو میں قیام کے دوران درگاہ پاک پر تقریباً روزانہ حاضری کا معمول ہوتا۔

فیصل آباد میں تدریس

سری لنکا سے واپسی پر فیصل آباد میں جامعۃ المدینہ قباء کے اندر درس نظامی کے فنون کی تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی۔ وہاں تقریبا ایک سال پڑھایا اور پھر انگلینڈ میں دعوتِ اسلامی کے تحت چلنے والے جامعہ میں تدریس کی خاطر انگلینڈ چلے گئے۔ وہاں بڑھی بڑھی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا اور اولی سے لے کر موقوف علیہ تک کتابیں پڑھائیں تا حال وہیں تدریس فرما رہے ہیں۔

شوقِ تصنیف

استادِ گرامی کی طبیعت تصنیف کی طرف کافی مائل تھی ۔ہمیں پڑھاتے وقت بھی تصنیف کا شوق دلاتے رہتے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ تحریر کو بقاء ہے۔مرنے کے بعد بھی تحریر زندہ رہ کر دین وسنیت کو فائدہ دیتی رہتی ہے۔آپ نے دورانِ تعلیم ہی تصنیف کا کام شروع کر دیا تھا۔آپ کی چار کتابیں دورانِ تعلیم ہی چھپ گئیں۔

جو ورج ذیل ہیں۔

[1] تلخیص فتاوی فیض الرسول وفقیہِ ملت

[2] کشف الصدور فی معجزات الرسول المعروف بہ معجزاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

[4] الصلوۃ والسلام کے صیغوں کا ثبوت

[5] شرح ہدایہ بنام ضیاء الروایہ فی شرح الھدایہ۔

اس میں ہر فقہی مسئلہ پر حدیث صحیح اور ائمہ احناف میں موجود مختلف فیہ مسائل میں موجودہ دور میں جس قول پر فتوی ہے اس کی تصریح کی گئی ہے اور ابھی تک غیر مقلدین کے ہدایہ اور فقہ حنفی پر جس قدر اعتراضات تھے سب کے احادیث کے ذریعے جوابات دیئے گئے۔یہ استادِ گرامی کا احناف پر احسانِ عظیم ہے۔

[6]: تسہیل تجلی الیقین المعروف مقامِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[7]: ضیاء البیان ورشانِ رمضان

اور کچھ کتابیں زیرِ طبع ہیں۔ان کے نام یہ ہے۔

[8]: ضیاء البیان ورشانِ حبیب الرحمن (2 جلدوں میں)

[9]: آیاتِ قرآنیہ کے اسباب

افتاء کی مصروفیات

انگلینڈ میں نو پید مسائل کے حل کے لیے کئی علماء کرام جدوجہد کر رہے ہیں۔علماء کرام کے کہنے اور خصوصا مولانا ابرار شفیع یمنی مدظلہ العالی کے بار بار اصرار پر استادِ گرامی نے حضرت مولانا شمس الھدی مصباحی مدظلہ العالی کے زیرِ نگرانی سوالوں کے جوابات لکھنا شروع کر دیے اور کئی جدید مسائل کو حل فرمایا۔ابھی تک وہیں یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

از مولانا اشتیاق قادری و محمد صدیق رضا قادری

مہرِ تصدیق

مفتی یورپ، صاحب فتاوی کنزالایمان وشرح موطا امام مالک، مصنفِ کتبِ کثیرہ مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب زیدمجدہ نے استادِ گرامی مولانا ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری حفظہ اللہ کے فتاوی کی تصدیق فرمائی اور ان فتاوی کو خوب سراہا۔

(1) تقریظِ جلیل

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل استاذ العلماء مفتی شمس الہدی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء کنز الایمان یو کے، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، ہند)

الحمد للہ المنعام والصلوۃ والسلام علی سید جمیع الانام وعلی آلہ وصحبہ الکرام وسائر المجتہدین الاعلام وفقہاء الاسلام وبعد اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوَی الضِّیَائِیَّہ المعروف بہ "فتاوی یورپ و برطانیہ" آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف موڑ پر کامل رہنمائی ہے اور یہ مسلم معاشرے کے بحرِ فسق وفجور میں سفینہ نجات ہے۔ تجارتی، سماجی، سیاسی، عائلی، اشتراکی ظلمت کدے کے لیے بہتر مشعلِ راہ ہے۔ اس سے خواص وعوام ہر کوئی مستفید و مستفیض ہو سکتا ہے۔ اندازِ بیان سہل اور عام فہم ہے۔ مشکل مسئلہ بھی بآسانی سمجھا دیا گیا ہے۔

بلا شبہ فتوی نویسی کافی پیچیدہ اور مشکل ترین عمل ہے۔ مقصدِ سوال تک رسائی، اس کے متعدد گوشوں پر نظر پھر پیش منظر اور پسِ منظر کا لحاظ اور مستفتی کے داؤ پیچ کی فہم کیونکہ من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل مسلمہ ضابطہ ہے۔ نیز علمی گہرائی و گیرائی، کتب تفسیر، حدیث، اصول، فقہ، نحو وصرف، متونِ مذہب، شروح، حواشی اور فتاوی وغیرہ متداول علوم پر وسیع نظر و استحضار، اس کے ساتھ ہی اصولِ افتاء اور رسومِ فتوی سے باخبر ہونا نیز کسی ماہر تجربہ کار مفتی کی نگرانی پر مشقِ فتوی کرنا از حد ضروری ہے۔

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد قاسم ضیاء قادری زیدَ مجدہ، ایک ٹھوس صلاحیت رکھنے والے عالمِ دین ہیں۔ اصول وفروع پر اچھی نظر رکھتے ہیں۔ محنتی ہیں اور مطالعہ کتب کا شوق رکھتے ہیں اور ذہن ثاقب، طبع اخاذ، فہم وقار سرعتِ تحریر کا وصف بھی رکھتے ہیں۔ اپنے فتاوی بذریعہ ڈاک مجھے ارسال فرماتے رہتے تھے۔ پھر میں اسے چیک

کرکے بھیج دیا کرتا رہا۔ بڑی مسرت ہے کہ وہ مجموعہ فتاوی اس وقت آپ کی زینتِ نظر بنا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ ربِ قدیر اسے شرفِ قبول عطا فرمائے اور مسلمانوں کی اصلاح کا بہترین ذریعہ بنائے۔ مولانا موصوف کو مزید سے مزید تر اس طرح کی خدماتِ دینیہ جلیلہ کی توفیقِ رفیق سے نوازے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم

خیر اندیش: شمس الہدی عفی عنہ
خادم دار الافتاء کنز الایمان یوکے
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
23 ربیع الغوث 1439 ہجری

(2) تقریظِ جلیل

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل استاذ العلماء مفتی عبدالنبی حمیدی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دارالافتاء ساؤتھ افریقہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین امابعد

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ یہ بندگی کیسے کی جائے؟ اس کا کامل ترین نمونہ حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ حضرات صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عبادت کے طریقے سیکھے اور صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اس شمع کو جلاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

برصغیر ہندو پاک میں یہ شمع کبھی خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ نے روشن کی تو کبھی مجدد الف ثانی نے کبھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تو کبھی شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی نے روشن کی۔ اور امامِ اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن پچھلی صدی ہجری میں برصغیر پاک وہند میں چودھویں کے چاند کی طرح چمکے، جس نے تمام عالم کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے منور کر دیا۔ آپ کے 55 سالہ علمی دور میں جب بھی کسی علم سے متعلق کوئی بھی سوال کیا گیا۔ آپ نے فوراً اُس کا جواب فتویٰ یا رسالہ اور فاضلانہ مقالہ کی صورت میں تحریر فرمایا۔

برصغیر پاک وہند میں خاص کر اور پوری دُنیا میں عموماً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد اور دیگر آپ سے فیض یافتہ علماء کرام مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے فتاویٰ جات جاری کرتے اور اب تک اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری صاحب کے فتاوی کا مجموعہ "فتاویٰ یورپ

وبرطانیہ" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اعلیٰ حضرت کا فیضان ان کے فتووں میں خوب ظاہر ہوتا ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کے اکثر فتاوی میری نظر سے گزرے ہیں۔ میں نے اُن فتوؤں کو درست پایا بہت سارے جدید اور مغربی ممالک میں پیش آنے والے مسائل کا حل بھی علامہ موصوف نے بہت خوب پیش کیا اور دلائل سے مزین کیا اور ہر فتوی کو فقہ حنفی کے اصول وفروع کی روشنی میں حل فرمایا۔اللہ تعالی علامہ موصوف کی کوشش کو قبول فرمائے اور اُن سے خوب خوب دین کی خدمت لے۔آمین

عبد النبی حمیدی فرام ساوتھ افریقہ

1 جمادی الاوّل 1439

19 جنوری 2018

(3) تقریظِ جلیل

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل مفتی ابو اطہر محمد اظہر المدنی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دار الافتاء فیضان شریعت لاہور پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

فقیر غفرلہ المولی القدیر علم اور اہل علم دوست ہے، اور اس کی توفیق سے فنِ افتاء سے پچھلے دس سال سے منسلک ہے، حال ہی میں علامہ مفتی ابو الحسن محمد قاسم ضیاء المدنی قادری کے فتاوی کا مجموعہ فتاوی یورپ و برطانیہ میری نظر سے گزرا جس کے کثیر حصہ کو مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ موصوف ایک فقیہ، جدید موضوعات پر لکھنے والے عالم و مفتی ہیں۔ زیر نظر فتاوی آپ نے عوام و خواص کے افادہ کے لیے مرتب فرمایا ہے۔

اس کے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے یہ فتاوی خاص کر یورپ و برطانیہ میں رہنے والوں کیلئے بہت ہی اہم، نہایت ہی انمول اور بے حد مفید ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ صحیح و معتمد مسائل کا لاجواب مجموعہ ہے۔ ماشاء اللہ عزوجل حضرت مولانا مفتی قاسم ضیاء صاحب چونکہ عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے مغربی ممالک کے عرف و تعامل کا بغور دیکھا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے بہت محنت کے ساتھ اہل یورپ و برطانیہ کے درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر کثیر مسائل کو بہت خوبصورت، آسان، علمی و فقہی انداز میں فقہ حنفی کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ فتاوی عام فرد کے لئے فرض علوم سیکھنے کے حوالے سے انسائیکلو پیڈیا کی مثل ہے۔ موصوف نے کئی جدید مسائل پر قلم اٹھایا ہے جو قارئین کو دیگر کتب فتاوی میں نہ ملیں گے۔ زیر نظر فتاوی کو پڑھنے کے

بعد کوئی بھی مفتی یہ نہیں کہ سکتا کہ مولانا نے بغیر کتب فقہ اور اصول فقہ پر نظر کیے کچھ لکھا اور رسم الافتاء کا لحاظ کیے بغیر فتاوی تحریر فرمائے اور نہ ہی حضرت نے کسی جدید مسئلہ میں اپنا موقف بلا دلیل پیش کیا۔ بلکہ تقریباً ہر فتوی کو کئی کئی جزیات سے مزین فرمایا جو کہ موصوف کے کثیر مطالعہ اور کتب فقہیہ پر گہری نظر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مولی عزوجل مصنف کی عمر و عمل اور فیض میں برکت دے اور اس فتاوی کو فقہ حنفی میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے۔ آمین

ابو اطہر مفتی محمد اظہر

تخصص فی الفقہ السلامی، الشہادۃ العالمیۃ

بانی ادارہ فیضان شریعت لاہور پاکستان

کتاب العقائد

شق صدر کا واقعہ کتنی بار ہوا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیب کبریاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شقِ صدر کتنی بار ہوا اور کیسے ہوا میں اس کی Detail جاننا چاہتا ہوں؟ سائل: کبیر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

شق صدر کا واقعہ چار بار ہوا۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ ''الم نشرح'' کی تفسیر میں اور علامہ عبد المصطفی اعظمی اپنی کتاب سیرت مصطفی میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور وحکمت کا خزینہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔

تیسری بار غارِ حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔

چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی عزوجل کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہیبتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔ {سیرت مصطفیٰ ص۷۹}

سب سے پہلی بار شق صدر سیدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے علاقے میں ہوا اس بارے میں مسلم شریف میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم أَتَاهُ جِبْرِيلُ صلی الله علیه وسلم وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذٰلِكَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جناب جبریل علیہ السلام آئے جب کہ آپ بچوں کے ساتھ مشغول تھے تو حضور کو پکڑا انہیں لٹایا ان کا دل چاک کیا تو اس سے پارہ گوشت نکالا پھر کہا کہ یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اسے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا پھر اسے سی دیا اور اس کی جگہ واپس رکھ دیا چند بچے حضور کی ماں یعنی حضور کی دائی کے پاس دوڑتے آئے بولے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا لوگ آپ کی طرف دوڑے آئے آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دھاگے کا اثر آپ کے سینہ پاک میں دیکھا کرتا تھا۔ {الصحیح المسلم باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلی السمٰوات ج1 رقم الحدیث 163}

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ حدیث مبارک میں موجود حَظُّ الشَّيْطَانِ کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

یعنی اگر یہ حصہ تمہارے دل میں رہتا تو شیطان اس پر اپنا اثر کیا کرتا ہم وہ چیز آپ کے دل میں رہنے دیں گے ہی نہیں جس پر شیطان اثر جماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کر سکتے ہی نہ تھے کیونکہ گناہ یا تو نفس امارہ کراتا ہے یا شیطان، حضور کا نفس امارہ نہیں بلکہ نفس مطمئنہ ہے، شیطان کی حضور انور کے دل تک گزر نہیں پھر گناہ کون کرائے۔ خیال رہے کہ اولاً دل میں یہ گوشت کا ٹکڑا پیدا کیا جانا پھر اس کا نکالا جانا ایسا ہے جیسے جسم اقدس پر بالوں ناخنوں کا ہونا پھر ان کا کٹوایا جانا یہ بات نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس واقعہ کا نام شرح صدر بھی ہے شق صدر بھی۔ یہ واقعہ عمر شریف میں کئی بار ہوا ہے یہ پہلا موقعہ ہے، رب فرماتا ہے: "اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ" اس آیت میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ ہے، دوسری بار دس سال کی عمر شریف میں، پھر غارِ حرا میں اعتکاف کے زمانہ میں، پھر شب معراج میں، ان تین بار میں زیادتی نور زیادتی شرح کے لیے ہوا۔ [مراۃ المناجیح ج ا ص ۱۱۰]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 1-8-2016

انگوٹھے چومنے کا ثبوت

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 2

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پر انگوٹھے چومنا جائز ہے۔ وہابی لوگ اس چیز سے منع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنی علماء کی اختراع ہے۔

سائل: حمزہ یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابَ

حضور پرنور شافع، یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحسن و جائز اور جس پر دلائل کثیرہ قائم ہیں۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں اسے ذکر کیا ہے اور مقاصد حسنہ میں بھی ہے۔

"اِنَّ اَبَابَکْر الصِّدِّیْقِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَذِّنِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ قَالَ ھٰذَا وَ قَبَّلَ بَاطِنَ الْاَنْمُلَتَیْنِ السَّبَابَتَیْنِ وَ مَسَحَ عَیْنَیْہِ فَقَالَ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ فَعَلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ"

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مؤذن سے اشھد ان محمدًا رسول اللہ سنا تو آپ نے پڑھا "اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ رضیت باللہ ربًا و بالاسلام دینًا و بمحمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نبیًا" اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے نیچے کی جانب سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے دوست نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(مقاصد الحسنہ ص 384)

اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنی کتاب الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ میں فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَ اِذَا ثبت رَفْعُہٗ اِلَی الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ فَیَکْفِیْ لِلْعَمَلِ بِہٖ لِقَوْلِہٖ علیہ الصلوۃ والسلام عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ والراشدین۔

ترجمہ: میں نے کہا۔ انگوٹھے چومنے کے فعل کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہونا ہی عمل کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔

(الاسرار المرفوعہ ص 236)

كفاية الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی میں ہے

ثم نُقِلَ عن الخضر انه علیه الصلوۃ والسلام قال من قال حین یسمع قول المؤذن اشهد ان محمدًا رسولُ الله مرحبًا بِحَبِیبِی وَ قُرَّةُ عَینِی مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعمَ ولم یرمد ابدًا۔

ترجمہ: حضرت خضر سے منقول ہے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ " اشهد ان محمدًا رسول الله " سن کر یہ کہے مرحبًا بِحَبِیبِی وَ قُرَّةُ عَینِی مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ اللّٰه (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں پر لگائے، وہ کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں خراب ہوں گی۔

(كفاية الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی مصر جلد ۱ ص ۱۶۹)

مذکورہ بالا عبارت میں منقول لم یقبل کے حاشیہ میں علامہ شیخ علی الصعیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ العالم نور الدین خراسانی سے منقول ہے: "قال بَعضُهُم لَقِیتُهُ وَقتَ الاَذانِ فَلَمَّا سَمِعَ المُؤَذِّنَ یَقُولُ اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَبَّلَ اِبهمسح بِالظَّفرَینِ اَجفَانِ عَینَیهِ من الماق اِلَی نَاحِیَةِ الصُّدغِ ثُمَّ فَعَلَ ذالِكَ عِندَ كُلِّ تَشَهُّدٍ مرّةً مرة فَسَاَلتُهُ عن ذٰلِكَ فَقَالَ كُنتُ اَفعَلُهُ ثُمَّ تَرَكتُهُ فَمَرِضَت عَینَایَ فَرَاَیتُهُ صلی الله علیه وسلم مَنَامًا فَقَالَ لِمَ تَرَكتَ مَسحَ عَینَیكَ عِندَ الاَذَانِ. ان اَرَدتَ اَن تَبرَاَ عَینَاكَ فَعُد اِلَی المَسحِ فَاستَیقَظتُ ومَسَحتُ فبرئتُ۔

"بعض لوگوں نے نور الدین خرانی سے کہا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مؤذن سے "اشهد ان محمدًا رسول الله" سنا تو آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر آپ نے ہر تشہد پر ایسے ہی بار بار کیا۔ میں ان کو ملا اور میں نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے اذان کے وقت آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں چھوڑ دیئے۔ اگر تو چاہتا

ہے کہ تیری آنکھیں درست ہو جائیں تو دوبارہ یہ عمل کرنا شروع کر دے۔ پس جب میں بیدار ہوا میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل دوبارہ شروع کر دیا۔ تو میری آنکھیں صحت یاب ہو گئیں۔ اس کے بعد کبھی خراب نہ ہوئیں۔

(فتاوی رضویہ جلد 5 ص 632، حاشیہ علی کفایہ جلد 1 ص 170)

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں مقاصد الحسنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن صالح مدنی جو مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب تھے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان کو فرماتے سنا: "یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ ﷺ اِذَا سَمِعَ ذِکْرَہٗ فِی الْاَذَانِ وَ جَمَعَ اَصْبَعَیْہِ الْمُسَبِّحَۃَ وَالْاِبْہَامَ وَ قَبَّلَھُمَا وَ مَسَحَ بِھِمَا عَیْنَیْہِ لَمْ یَرْمُدْ اَبَدًا"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے، اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔" (المقاصد الحسنہ ص 436)

اور مقاصد الحسنہ میں ہی ہے:

"قَالَ ابْنُ صَالِحٍ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالشُّکْرُ مُنْذُ سَمِعْتُہٗ مِنْھُمَا اِسْتَعْمَلْتُہٗ فَلَمْ تَرْمَدْ عَیْنِیْ وَ اَرْجُوْا اَنَّ عَافِیَتَھُمَا تَدُوْمُ وَاِنِّیْ اَسْلَمُ مِنَ الْعَمٰی اِنْ شَآءَ اللّٰہُ.

ترجمہ: "یعنی امام ابن صالح نے فرمایا۔ تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور اللہ عزوجل کا شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا۔ اپنے عمل میں رکھا۔ آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا۔ ان شآء اللہ۔" (ایضا ص 384)

سرکار اقدس ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنا اور تعظیم مصطفی ﷺ کے پیش نظر ان کو آنکھوں سے لگانا مستحب اور محبت رسول ﷺ کا موجب ہے۔ جیسا کہ شرح نقایہ اور کنز العباد میں ہے:

"وَاعْلَمْ اَنَّہٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُقَالَ عِنْدَ سِمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّھَادَۃِ الثَّانِیَۃِ "صلی اللہ تعالی عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ" وَعِنْدَ الثَّانِیَۃِ مِنْھَا قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ. ثُمَّ یُقَالُ اَللّٰھُمَّ

مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفُرَیِ الْاَبْهَامَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وسلم یَکُوْنُ قَائِدًا لَّہٗ۔"

اے طالب حق اچھی طرح جان کہ مستحب یہ ہے کہ جب اذان میں پہلی بار "اشھد ان محمدًا رسول اللہ" سنے تو کہے "صلی اللہ علیك یا رسول اللہ" اور دوسری شہادت پر پڑھے "قرة عینی بك یا رسول اللہ" پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے۔ "اللھم متعنی بالسمع والبصر" تو ان شآء اللہ عزوجل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے غلام کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے کر جائیں گے۔ (قائدًا لہ کا معنی یہی ہے کہ اس بندے کے لیے قائد (رہنما اور لے جانے والا) ہوں گے) (جامع الرموز جلد 1 ص 125)

درود و سلام کی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں بہت ہی پیاری حدیث پاک موجود ہے:

قَالَ علیہ السلام مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفُرَیِ اِبْهَامَیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ وَلَمْ یَهُمَّ اَبَدًا۔

ترجمہ: "سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرا نام اذان میں سنا اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگایا وہ کبھی رنجیدہ و پریشان نہیں ہوگا۔" هَمَّ یَهُمُّ کا معنی رنجیدہ ہونا یا پریشان ہونا ہے۔
(جلالین سورہ احزاب ص 357 مطبوعہ قدیمی)

ان دلائل سے خوب واضح ہو گیا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے والا مستحق ثواب اور یہ عمل دافع عذاب ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا پہلو نکلتا ہے۔ مخالفین کیونکہ تعظیم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دلوں سے نکالنے کے لیے کوشاں ہیں اور جہاں کہیں تعظیم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو پایا گیا وہاں بدمذہبوں کے دیو کو جوش آیا، اور اس نے اپنے ساتھیوں کو اس کے خلاف اکسایا، اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دلائل ڈھونڈنے کے گندے اور برے کام میں پھنسایا، اور سنی علماء کے خلاف اور عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کام پر لگایا۔ اس کے ماننے والوں نے فوراً سے پہلے لبیک کہا اور حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو ختم کرنے کی

سعی نا سعید میں مصروفِ عمل ہو گئے اور مختلف کتابوں سے اپنے ناقص استدلال کے مطابق کیڑے مکوڑے نکال کر لا کھڑے کیے۔ ان کو تعظیم حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے سانپ کی طرح کاٹتی اور زہریلے سانپ کی طرح سونگھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ بچائے۔

اعتراض کا جواب

اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ انگوٹھے چومنے کے بارے میں مروی حدیث صحیح نہیں ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں فرمایا: "**کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعه البتة**" جو روایات اس بارے میں بیان کی گئی ہیں وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہاں صحیح سے مراد وہ صحیح نہیں ہے جو عوام میں مشہور ہے، جس کی ضد خراب و غلط ہے بلکہ صحیح حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی ہو۔ صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں۔ اس کی سند متصل ہو اور معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔ صحیح لذاتہ کے علاوہ حدیث کی بہت سی اقسام ہیں جو حدیث محدثین کے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچتی ہو ضروری نہیں کہ وہ ضعیف ہی ہو بلکہ وہ حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، صحیح لغیرہ میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے۔ نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں وہ سب محدثین کے نزدیک اجماعاً مقبول ہے۔

وہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی عبارت مخالفین نے ناموسِ رسالت پر حملہ آور ہونے کے لیے استعمال کی ہے اور اس سے نفی تقبیل ابہامین (انگوٹھے چومنے کی نفی) پر استدلال کیا ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ **قُلْتُ وَ اِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ اِلَى الصِّدِّيْقِ** رضی اللہ عنہ **فَيَكْفِيْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عليه الصلوة والسلام عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ والراشدين**۔

ترجمہ: "میں نے کہا۔ انگوٹھے چومنے کے فعل کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہونا ہی عمل کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔

(الاسرار المرفوعہ ص 236)

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں ہے اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ حدیث غلط و باطل ہے بلکہ صحیح حدیث ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کی شرائط سخت دشوار اور موانع وعلائق کثیر بسیار ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد 5 ص 436 جدید)

اور نور الدین سمہودی فرماتے ہیں۔

"قَدْ یَکُوْنُ غَیْرَ صَحِیْحٍ وَھُوَ صَالِحٌ لِلْاِحْتِجَاجِ بِہٖ اِذَا الْحَسَنُ رُتْبَۃٌ بَیْنَ الصَّحِیْحِ وَالضَّعِیْفِ۔"

ترجمہ: ''کوئی حدیث کبھی صحیح نہیں ہوگی اور اس کے باوجود وہ حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ حسن کا رتبہ صحیح اور ضعیف حدیث کے درمیان ہے۔''

ان اقوال سے خوب واضح ہو گیا کہ کسی حدیث کا صحیح نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث غلط و باطل ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت وحرام ہے، ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ غیر صحیح پر عمل کرنے والا صحیح کی طرح مستحق ثواب اور رضائے الٰہی کا حقدار ہے۔

اب مذکورہ بالا وضاحت کے پیش نظر مذہبوں کا وہ اعتراض کہ تقبیل ابہامین کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بالکل شیطانی گوز کی طرح ہوا میں شامل ہو کر اپنا وجود نا مسعود کھو چکا ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

پاگل کفار کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 3

اگر کوئی کافر ساری زندگی پاگل رہے۔اس کا دنیا و آخرت میں کیا ہوگا؟ اس سے کافروں جیسا سلوک ہوگا یا مسلمانوں جیسا؟ کیونکہ میں ایک کافر کی (support assistant) تھی جو مینٹل تھا۔اب وہ مرگیا ہے۔اس کے بارے میں یہ سوال میرے ذہن میں اکثر آتا ہے۔ سائل: نزہت یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ایسا پاگل ومجنون شخص دنیاوی معاملات میں اپنے والدین کے تابع قرار دیا جائے گا یعنی اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک کیا جائے کہ نہ اس کو غسل وکفن دیں گے اور نہ اس کے لیے جنازہ ودعا کی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔لیکن اگر بالغ ہونے سے پہلے یا بعد مسلمان ہوگیا تھا اور بعد میں مجنون ہوا تو ایسا شخص مسلمان ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ مجنون بھی بچہ ہی کے حکم میں ہے کہ وہ تابع قرار دیا جائے گا، جبکہ جنون اصلی ہو اور بلوغ سے پہلے یا بعد بلوغ مسلمان تھا پھر مجنون ہوگیا تو کسی کا تابع نہیں، بلکہ یہ مسلمان ہے۔بوہرے کا بھی یہی حکم ہے، کہ اصلی ہے تو تابع اور عارضی ہے تو نہیں۔ [بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۹۳]

سیدی اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تبعیت کے معنی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ مرجائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل وکفن نہ دیں گے، مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۳۵۰]

اور آخرت میں ان کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اصل حقیقت تو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس کی فضل ورحمت سے امید ہے کہ وہ ایسوں کو بخش دے گا۔ مراۃ المناجیح میں مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔ [مراۃ المناجیح ج ۷ حدیث نمبر ۴۳۹]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-7-2016

اسلام میں (Gay) ہونا کیسا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 4

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا Gay [لوطی] ہونا اسلام سے خارج کردیتا ہے؟　سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوۡنِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ لِیَ النُّوۡرَ وَالصَّوَاب

اسلام کے قوانین کے مطابق Gay ہونا حرام اور اس کو جائز سمجھنا ضرور کفر ہے۔ **فُقَہائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلام** فرماتے ہیں: جس نے حرامِ اجماعی کی حُرمت کا انکار کیا یا اُس کے حرام ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے جیسے شراب (خمر)، زِنا، لِواطت [Being Gay]، سُود وغیرھا۔ (منح الروض 503)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مولینا شاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن، لواطت کے حلال

ہونے کے قائل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''حلِّ لواطت کا قائل کافر ہے'' (فتاوی رضویہ ج23 ص694)

اگر کوئی لواطت کو حرام جانتے ہوئے اس میں مبتلا ہے تو کفر نہیں مگر گناہ کبیرہ ہے کمافی المتون

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-9-2016

تقدیر کے متعلق نہایت اہم تحقیق

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 5

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہے تو پھر کوشش کرنے کا کیا فائدہ اور جب جتنا رزق ملے گا وہ تقدیر میں تحریر ہے تو اس کے بڑھانے کے لیے دعا کرنے کا کیا فائدہ اور جب آفت وبلا کا آنا تقدیر میں ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے دعا کرنے کا کیا مقصد ہے، کیا دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے؟ سائل: سلمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں! دعا تقدیر کو بدلتی ہے اور دعا سے بلا رد ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ'' تقدیر دعا کے سوا کسی چیز سے رد نہیں ہوتی اور سوا نیکی کے کوئی چیز عمر کو زیادہ نہیں کرتی۔ ("سنن الترمذي"، كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القضاء إلا الدعاء، الحديث: 2139)

مگر یہ رَدِّ بلا اور تقدیر کو بدلنا بھی تقدیر کے مطابق ہے جس طرح ہر شی کا وجود کسی نہ کسی سبب سے مربوط (ملا ہوا) ہے مثلاً بیج بوتا ہے تو درخت اُگتا ہے اور چیز بناتا ہے تو بنتی ہے۔اسی طرح ہر چیز کے روکنے اور دفع کرنے کے لیے بھی ایک سبب مقرر ہے۔دوا کھاتا ہے تو علاج ہوتا اسی طرح دعا بھی بلاؤں کو روکنے اور تقدیر کے بدلنے کا ایک سبب ہے،جس طرح بیماری لگ جائے تو علاج کروانا تقدیر کے خلاف نہیں ہے تو اسی طرح بلا وآفت کو دور کرنے کے لیے دعا کرنا تقدیر کے خلاف نہیں۔اور تحقیق یہ ہے تقدیر کی دو قسمیں ہے:

(1): تقدیرِ مُبْرَم حقیقی:

علمِ الٰہی میں کسی شے اور کسی سبب پر معلّق نہیں جو علم الٰہی میں ہے ویسا ہی ہونا ہے اس میں تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی اسے دعا یا کوئی نیکی بدل سکتی ہے۔اگر اللہ عزوجل کے پیارے بندے،انبیاء کرام وغیرہ اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو اُنھیں روک دیا جاتا ہے۔

(2): تقدیرِ مُعلَّق:

وہ تقدیر جو کسی شی پر مُعلَّق ہوتی ہے۔مثلاً: تقدیر میں لکھا ہے کہ زید کی عمر ساٹھ 60 برس کی ہوگی اور اگر دعا کرے گا یا حج کرے گا تو اسی 80 برس زندہ رہے گا یعنی اس کی عمر کا بڑھنا دعا یا حج پر معلق ہے لہذا اگر وہ دعا یا حج کرے گا تو اس کی عمر بڑھ جائے گی یا تقدیر میں لکھا ہے اسے اتنا اتنا رزق ملے گا اگر دعا کرے گا تو اتنا بڑھ جائے گا تو دعا کرنے پر اس کے رزق کا بڑھنا بھی تقدیر کے موافق ہی ہوا۔

جیسا کہ والد گرامی اعلیٰ حضرت مولانا نقی علیہ رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اسباب سے عمر میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور وہ بھی لوحِ محفوظ میں لکھی ہے۔پس قضا میں تغیُّر (تبدیلی) قضا کے مطابق رَوا ہے۔

(احسن الوعا لآداب الدعا ص 244 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور تقدیر معلق کی مزید دو قسمیں ہیں۔

(1): مُعلَّق مَحَض:

جس کے معلق ہونے کا ذکر لوحِ محو و اثبات یا صُحفِ ملائکہ میں بھی ہے یعنی صحف ملائکہ میں بھی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ یہ تقدیر اس سبب پر معلق ہے اگر وہ شخص وہ سبب بجالائے تو یہ تقدیر بدل جائے گی تو عام اولیاء جن کو ایسی تقدیر کا اپنے علوم کے ذریعے پتا چل جاتا ہے وہ ایسی تقدیر پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کیونکہ انہیں بوجہ تعلیق اس بات کا علم ہوتا ہے یہ تقدیر ٹلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(2): مُعلَّق شَبِیہ بِالمُبرَم:

وہ تقدیر جو اللہ عزوجل کے علم میں تو کسی نہ کسی شئ پر مُعلَّق ہے مگر لوحِ محو و اثبات و دفاترِ ملائکہ میں اس کی تعلیق ظاہر نہیں کی گئی، ایسی تقدیر ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مُبرَم ہوتی ہے، مگر خواص اولیاء کرام جنہیں امتیازِ خاص ہے، بِالہامِ ربانی اس تقدیر کے معلق ہونے پر مُطّلع ہوتے ہیں اس تقدیر کو ٹالنے اور بدلنے میں دعا کی اجازت پاتے ہیں جس سے وہ ٹل جاتی ہے یا عام مؤمنین جنہیں الواح وصحائف پر اطلاع نہیں حسب عادت دعا کرتے ہیں اور معلق ہونے کی وجہ سے وہ تقدیر بدل جاتی ہے کیونکہ وہ اصلاً معلق ہی تھی مگر عام اولیاء کی اس تک رسائی نہ تھی لہذا یہ وہ تقدیرِ مُبرَم ہے جو ٹل سکتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا کہ "أكثر من الدعاء فإنّ الدعاء يردّ القضاء المبرم "دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مُبرَم کو رد کر دیتی ہے۔

(کنز العمال"، کتاب الأذکار، الباب الثامن في الدعاء، الحديث: ۳۱۱۷، ج ا، ص ۲۸)

لہذا ابلا و آفت کو دور کرنے یا رزق کے بڑھنے یا کسی مراد کو حاصل کرنے کی دعا ضرور کی جائے کہ ہو سکتا ہے کہ حصولِ مدعا یا بیماری و بلا سے نجات اسی دعا پر معلق ہو کہ دعا کی جائے اور بیماری و بلا جاتی رہے۔ جیسا کہ والد گرامی اعلی

حضرت مولانا نقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ دعا خلافِ رضا نہیں، ہوسکتا ہے کہ حصولِ مدعا یا نجات از بلا دعا پر مقدر ہو۔

(احسن الوعا لآداب الدعاص 249 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 6-12-2016

آئِسس (ISIS) کے بارے میں حکم شرعی اور علامات

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 6

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آئِسس کیا ہے اور ان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے اور ہم کیسے پہچانیں گے کہ یہ خوارج ہیں ان کی کچھ علامات اگر ہیں تو بیان کردی جائیں؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میری معلومات کے مطابق آئِسس (ISIS) خوارج کا گروہ ہے جو کہ گمراہ فرقہ ہے۔ خوارج کا یہ فرقہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وجود میں آیا اور اس نے سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر اور مشرک کہا۔ اور آج یہ تنظیم کافروں، مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دے کر ان کے جان ومال کو حلال قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کا قتلِ عام ان کا شعار ہے۔ اور وہابیہ کی طرح انبیاء اور اولیاء کے

مزارات کو مسمار کر کے مسلمانوں کے اشتعال کو بڑھانا ان کے عزائم میں سے ایک ہے اور طرفہ یہ کہ یہ خوارج ان جرائم کو جہاد کا نام دے کر اسلام کو بدنام کرنے کی سعی میں ید طولی رکھتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ طالبان اور دیگر دہشت گرد تنظیمیں اور تحریکیں سب اسی فکر کی حامل اور ایسے ہی افعال بد کا شکار ہیں۔ ان کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ بادشاہِ اسلام ان کو قتل کرے اور زمین کو فساد سے بچائے۔ کیونکہ فساد فی الارض ان کا ایک بنیادی مقصد ہے۔

اللہ تعالی ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے۔

وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے حصہ میں لعنت ہی ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (الرعد:25)

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔ وقال سعد بن ابی وقاص: واللہ الذی لا الہ الا ھو، انھم الحروریہ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحروریہ (خوارج) ہیں۔

اس آیت سے ان کا اخروی حکم تو واضح ہو گیا کہ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور دنیاوی حکم یہ ہے کہ بادشاہ اسلام ان کو گن گن کر قتل کرے اور زمین کو فساد سے پاک کرے۔

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے بڑا عذاب۔ (المائدہ:33)

علامات

اور احادیث میں فرقہ خوارج جو نشانیاں بیان ہوئی آج کی دہشت گرد تنظیموں میں پائی جاتی ہیں مثلاً کہ وہ کم سن ہوں گے اور عقلوں میں فتور ہوگا باتیں اچھی مگر افعال بد سے بدتر ہوں گے۔

جیسا کہ غیبوں پر خبردار باذنِ پروردگار، دو عالم کے سردار نبیِ مختار ﷺ نے فرمایا کہ "سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

اخیر زمانہ میں عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے جو نوعمر بیوقوف ہوں گے ان کی عقل میں فتور ہوگا ظاہر میں تو ساری خلق کے کلاموں میں سے بہتر کلام کریں گے مگر درحقیقت ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا تم ان لوگوں کو جہاں پانا بے تامل قتل کرنا، ان کو جہاں پاؤ قتل کرنے میں قیامت کے دن ثواب ملے گا۔

(مسلم، باب تحریض علی قتل الخوارج رقم:1066)

اور مزید فرمایا "كَثُّ اللِّحْيَةِ" اور گھنی داڑھی رکھیں گے۔ "مُشَمَّرُ الْإِزَارِ" بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔ (بخاري، كتاب المغازي، رقم:4094/مسلم، باب تحريض على قتل الخوارج، رقم:1064)

اور فرمایا کہ "لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ" یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ (نسائي، كتاب تحريم الدم، رقم:4103)

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ "يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ" وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

(مسلم، باب تحریض علی قتل الخوارج، رقم:1064/بخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، رقم:6930)

اور مزید فرمایا کہ "یَطْعَنُوْنَ عَلٰی اُمَرَائِہِمْ وَیَشْھَدُوْنَ عَلَیْھِمْ بِالضَّلَالَۃِ" وہ حکومت وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی وضلالت کا فتوی لگائیں گے۔

(ابن أبي عاصم، السنة،2:455،رقم:934/مجمع الزوائد-هيثمي،6:228)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "یَنْطَلِقُوْنَ إِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَیَجْعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔

(بخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، رقم:2539)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

کیا ربیع الاول میں لائٹس لگائی جائیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 7

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمیں ربیع الاول کے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برتھ ڈے کی خوشی میں لائٹس نہیں لگانی چاہیے تاکہ غیر مسلم کے کرسمس کے ساتھ تشبہ نہ ہو کیونکہ ان سالوں میں ربیع الاول کا مہینہ دسمبر کے مہینے میں آرہا ہے۔اس مہینہ میں غیر مسلم کرسمس کی لائٹس لگاتے ہیں۔

سائل: افتخار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں چراغاں کرنا اہلسنت کا شعار رہا ہے اور آج بھی ہے۔اب چراغوں

کی جگہ لائٹس نے لے لی ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں خوب چراغاں کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔ کافروں کی مشابہت سے بچنے اور ان کی مخالفت کرنے سے مراد ان افعال سے بچنا ہے جو شریعت کے پسندیدہ نہیں اور ان کا شعار ہیں۔ یہ نہیں کہ جن کاموں کو شریعت مطہرہ پسند کرتی ہے اور مسلمانوں کا شعار ہے اور بعد ازاں کوئی کافروں کا گروہ اس کو شعار بنالے تو مسلمان اسے چھوڑ دیں۔ بلکہ مسلمان اسے جاری رکھیں تاکہ وہ مسلمانوں کا شعار رہے اور آنے والے مسلمان اسے بطور مذہبی تہوار منائیں۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔ اولا دنیا میں کون اندھے سے اندھا خلافِ مشرکین کا یہ مطلب سمجھے گا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے رہو، وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو، خلافِ مشرکین [تو] شعار مشرکین میں ہے نہ یہ کہ کوئی مشرک ہمارے بعض افعال اختیار کرے، یا جس فعل کو ہماری شرع مطہر نے پسند فرمایا وہ کسی فرقہ مشرکہ سے بھی واقع ہو تو ہم چھوڑ دیں۔ یعنی اسے ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔ [فتاوی رضویہ ج22ص623]

کرسمس تو آج شروع ہو رہا ہے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں مسلمان تو عرصہ دراز سے چراغاں کرتے آرہے ہیں لہذا کسی غیر مسلم کے ایسا کرنے سے چھوڑا نہ جائے گا۔

اور دوسرا یہ کہ مسلمان لائٹس کے ساتھ سبز جھنڈا اور روضہ مبارکہ و خانہ کعبہ کی تصاویر آویزاں کر کے فرق کرتے ہیں لہذا کافروں سے تشبہ کا وہم جاتا رہا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

زوجہ جنت میں بھی زوجہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 8

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے دنیا کے شوہر یا بیویاں جنت میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ سائل: طاہرہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں جو میاں بیوی جنت میں جائیں گے وہ وہاں بھی اکٹھے میاں بیوں کی حیثیت سے رہیں گے۔ اگر کسی عورت کا شوہر جہنم میں جائے گا تو اس کا نکاح کسی شہید یا جنتی مرد سے کر دیا جائے گا۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **فإن کان زوجہا مؤمنا حسن الخلق فھی زوجتہ فی الجنۃ وإلا زوجہا اللہ من الشھداء**

اگر کسی عورت کا شوہر مومن اور اچھے اخلاق والا ہوگا تو وہ عورت جنت میں بھی اس کی بیوی ہوگی اگر شوہر ایسا نہ ہوگا تو اللہ عزوجل اس عورت کا نکاح شہداء میں سے کسی شہید کے ساتھ کر دے گا۔

[معجم احادیث میمونہ بنت حارث زوج النبی ص ۱۹]

اگر کسی عورت کی شادی ایک سے زائد شوہروں سے ہوئی ہوگی [مثلاً ایک کے طلاق دینے یا فوت ہونے پر دوسرے کے ساتھ] تو ایسی صورت میں وہ آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔ جیسا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جنت میں اپنے اس شوہر کے نکاح میں دی جائے گی جو دنیا میں اس کا سب سے آخری شوہر ہوگا۔ [مسند الشامیین للطبرانی ج 2 ص 359 حدیث 1496]

اگر عورت کے ایک سے زائد شوہر تھے اور دنیا میں سب شوہر سے اسے طلاق ہوگئی یا سب فوت ہو گئے تو ایسی صورت میں اسے اختیار ہو گا کہ جس شوہر کا اخلاق دنیا سب سے اچھا تھا وہ اسے اختیار کر لے۔ اور وہ اسے ہی اختیار کرے گی۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں آیا کہ۔

"قالت أم حبيبة يا رسول الله المرأة منا يكون لها زوجان ثم تموت فتدخل الجنة هي وزوجاها لأيهما تكون للأول أو للأخر قال تخير أحسنهما خلقا كان معها في الدنيا يكون زوجها في الجنة"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت کے دو شوہر ہوں تو وہ عورت اور اس کے شوہر مر کر جنت میں چلے جائیں تو کیا وہ عورت پہلے کے ساتھ ہوگی یا دوسرے کے ساتھ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شوہر کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا تھا وہ اسے اختیار کرے۔ وہ جنت میں اس کا شوہر ہوگا۔ [المعجم الکبیر ج 17 ص 216]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ھذا ھو الجواب
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 6-10-2016

شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 9

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا؟

سائل: عثمان قمر فرام لندن۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

اگر وہ شیعہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے، مثلاً یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ سورتیں یا آیتیں کم ہیں یا یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یا دیگر ائمہ اطہار انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیم میں سے کسی نبی سے افضل ہیں جب تو وہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرامِ قطعی و گناہِ شدید ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق [کفر] ہی میں مر گئے۔ [التوبہ:84]

اگر کوئی شخص ایسے کافر شیعہ کے حال کو جانتا اور اس کے کفریات سے واقف تھا پھر اسے مغفرت کے قابل جانتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھے تو ایسے شخص کو کلمہ پڑھ کر تجدیدِ اسلام اور اپنی بیوی سے دوبارہ از سر نو نکاح کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حلیہ میں ہے کہ الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالى فيما اخبربه: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبرِ الٰہی کی تکذیب کا طالب ہے۔ [حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی]

اگر وہ شیعہ ضروریاتِ دین کا منکر نہیں مگر تبرائی [صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا ہے] ہے تو جمہور ائمہ وفقہا کے نزدیک اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے، پڑھنے والے کو توبہ و استغفار کرنا ضروری مگر تجدیدِ اسلام ضروری نہیں۔ کما فی خلاصة وفتح القدير وتنوير الابصار والدر المختار والفتاوى الرضويه۔

اور اگر وہ صرف تفضیلی ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل مانتا ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کے بارے میں ارشاد ہوا: ولا تصلوا علیهم ۔ ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔

(کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ رقم الحدیث ۳۲۵۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰)

آج کل کے شیعہ کم از کم تبرائی [صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے] تو ضرور ہوتے ہیں لہذا آج کل جو کسی شیعہ کا جنازہ پڑھے تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔اس پر توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

کتبــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 19-12-2016

شیعوں کے بیانات اور نوحے سننے کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 10

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمیں شیعہ سکالر کے لیکچر اور نوحے سننے کی اجازت ہے جو کربلا کے متعلق ہوتے ہیں۔ سائل: بلال فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

شیعہ لوگوں کے بیانات اور نوحے سننا ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام اور ایمان کے لیے زہر قاتل۔ ہمارا کریم رب عزوجل تو گمراہوں کے پاس خالی بیٹھنے سے بھی منع فرماتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (انعام:68)

ظالمین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ملاجیون تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔"دخل فیہ الکافر

والمبتدع والفاسق والقعود مع کلهم ممتنع "اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں اوران میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ (التفسیرات لاحمدیه تحت اية ۶۸/۶ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸)

جب ان کے ساتھ بیٹھنا منع ہے تو ان کو سننا اوران کی مجالس میں کثرتِ افراد کا سبب بننا یقیناً حرام بلکہ اشد حرام ہے۔ کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں: "من سود مع قوم فهو منهم "جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انہی میں سے ہے۔ (تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱)

اللہ و رسول اور صحابہ کرام کی جتنی توہین شیعہ اپنے لیکچروں میں کرتے ہیں، ان سب کا وبال شرعاً ان پر بھی ہے جو سننے جاتے اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا جہاں کفر و الحاد پر مشتمل بیان کیا جارہا ہو اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سُنو تو صحیح رب کریم عزوجل کیا فرماتا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (النساء:140)

دیکھو! قرآن فرماتا ہے ہاں تمہارا رب رحمان فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انہیں کی مثل ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کی شرح میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔ آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انہیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کردیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا۔ اور جب کچھ نہیں تو اُن

جمگھٹوں کے کیا معنی ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا ورسول وقرآن پر اعتراضوں کیلئے جاتے ہیں۔

بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ " اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ "تم بھی ان ہی جیسے ہو۔اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب اُنہیں کافروں کے مثل ہیں وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے۔ یہ (سننے والے) زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا اور رسول وقرآن کی اتنی عزّت نہیں کہ جہاں اُن کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے۔ جب تو فرمایا کہ اللہ انہیں اور انہیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ یہاں تم لکچر دو اور تم سنو۔ (فتاوی رضویہ ج1-2ص1016)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــــه

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

عزوجل کا معنی کیا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 11

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عزوجلّ کا معنی کیا ہے؟

سائل: بلال فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

یہ الفاظ اسم جلالت اللہ کے بعد لگائے جاتے ہیں یہ دو الفاظ ہیں اور دونوں فعل ماضی کے افعال ہیں۔

"عَزَّ" کا معنی وہ| اللہ| قوی وغالب ہے اور جَلَّ کا معنی متصف بالجلال الکامل یعنی صار جلیلا لہ الجلال والعظمۃ والکبریاء ہے یعنی وہ عظمتِ کاملہ اور کبریائی والا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صواب والمجیب مثاب

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-6-2016

عقیدۂ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 12

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا عقیدۂ ختم نبوت کیا ہے؟ اس کو مع الدلائل بیان فرمادیں پلیز۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار کیوں کافر ہیں۔ ان کے عقائد کو بیان کردیں اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

تمام مسلمانوں کا نبی الانبیاء محمدِ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم، خاتم النبیین ہیں یعنی آپ آخری نبی ہیں اور اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوّت محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم کردیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا اس کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوّت ملنا مانے یا اس کا امکان جانے، کافر ہے اور جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قطعی، ایمانی، قرآنی، یقینی، اذعانی، اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی قرآن میں فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔　(پ ۲۲، الأحزاب: ۴۰)

اور بخاری شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "وأنا خاتم النبيين" میں نبیوں میں سے آخری نبی ہوں۔ ("صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم، الحديث: ۳۵۳۵، ج ۲، ص ۴۸۵)

ترمذی شریف میں ہے کہ "وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" میں نبیوں کا آخری ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔　("سنن الترمذي"، كتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة... إلخ، الحديث: ۲۲۲۶، ج ۴، ص ۹۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ "رسالت اور نبوت ختم ہوگئی اور میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ ہی کوئی نبی۔

(سنن الترمذي"، كتاب الرؤيا، باب ذهبت النبوة وبقيت المبشرات، ج ۴، ص ۱۲۱، الحديث: ۲۲۷۹)

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن "المعتقد المنتقد" میں فرماتے ہیں۔

ومنها: أن يؤمن بأن الله ختم به النبيين ....وهذه المسألة لا ينكرها إلاّ من لا يعتقد نبوته، لأنّه إن كان مصدقا بنبوته اعتقده صادقا في كل ما أخبر به، إذ الحجج التي ثبت بها بطريق التواتر نبوتُه ثبت بها أيضا أنّه آخر الأنبياء في زمانه وبعده إلى القيامة لا يكون نبي، فمن شك فيه يكون شاكا فيها أيضا، وأيضا من يقول: إنّه كان نبي بعده، أو يكون، أو موجود وكذا من قال: يمكن أن يكون، فهو كافر"

(المعتقد المنتقد"، تكميل الباب، ص ۱۱۹-۱۲۰)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقینا قطعاً محال

وباطل جاننا فرضِ اجل وجزءِ ایقان ہے (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ جانے وہ بھی، کافر ہونے میں شک وتردّد کوراہ دے وہ بھی کافر ہیں۔ (الفتاوی الرضویة"، ج۱۵، ص۵۷۸)

اور درمختار میں ہے کہ جو ان خباثتوں پر مطلع ہوکر "مَنْ شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَ كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ" ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عذاب وکفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔

("الدر المختار"، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج٦، ص٣٥٦۔٣٥٧. و"الفتاوی الرضویة"، ج٢١، ص٢٧٩)

مرزا غلام احمد اور قادیانی

قادیانی لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے ہیں، اور مرزا غلام احمد وہ شخص جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ خود مدّعیِ نبوت بننا کافر ہونے کے لیے کافی تھا کہ اس میں قرآنِ مجید کا انکار ہے کیونکہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن نے خاتم النبیین قرار دیا، مگر اُس نے اتنی ہی بات پر اکتفانہ کیا۔

اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بیبا کی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیّبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شانِ جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کیے، جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کی تقریباً ۸۰ اَسّی سے زائد کتابیں ہیں، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: "انجامِ آتھم"، "ضمیمہ انجامِ آتھم"، "کشتیِ نوح"، "اِزالہ اَوھام"، "دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء"، "اربعین" اور "براھین اَحمدیہ" وغیرھا، "روحانی خزائن" نامی کتاب میں ان کتابوں کو ۲۳ تیئس حصوں میں جمع کیا گیا ہے۔ نیز اس شیطان کے کئی اشتہارات ہیں جو تین ۳ حصوں میں جمع کئے گئے ہیں، اور مغلظات بھی ہیں، جنہیں ۱۰ دس حصوں میں "ملفوظات" کے نام سے جمع کیا گیا ہے۔

اب اس کی کتابوں سے اُس کے مغلظ اقوال سُنیے۔ اور ہم نے اس کی عبارات کا عکس پیسٹ کر دیا ہے تا کہ کسی قسم کا کوئی شک نہ رہے۔

مرزا "اِزالہ اَوہام" صفحہ 533 میں لکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے "براہین احمدیہ" میں اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

ایک شان نبوت بھی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگینی ہوتی ہے اِسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اور یہ بھی

(ازالہ اوہام" صفحہ ۵۳۳، بحوالہ "روحانی خزائن"، ج ۳، ص ۳۸۶)

"انجام آتھم، صفحہ 52 میں لکھتا ہے: اے احمد! تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔

يرفع الله ذكرك ۔ ويتم نعمته عليك في الدنيا والآخرة ۔ يا أحمد يتم

سامنے ہے خدا تیرے ذکر کو بلند کریگا اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے گا۔ اے احمد تیرا نام پورا

إسمك ولا يتم اسمي ۔ إني رافعك إلي ۔ ألقيت عليك محبة مني

ہو جائیگا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ میں نے اپنی محبت کو تجھ پر ڈال دیا

("انجام اتھم" صفحہ ۵۲، بحوالہ "روحانی خزائن"، ج ۱۱، ص ۵۲)

نبی الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جو آیتیں تھیں اس نے انہیں اپنے اوپر جما لیا۔

"انجام" صفحہ ۷۸ میں کہتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۷﴾

تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔ "رحمت میں ہوں۔ نیز یہ آیہ کریمہ (وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ سے اپنی ذات مراد لیتا ہے۔

"دافع البلاء" صفحہ ۶ میں ہے: مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِيْ أَنْتَ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْكَ "یعنی اے غلام احمد! تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔

۔اَنتَ مِنّی بِمَنزلۃِ اَولادِی۔ اَنتَ مِنّی وَ اَنَا مِنکَ۔

۔تُو مجھ سے ایسا ہی جیسا کہ اولاد۔ تُو مجھ میں سے ہے اور مَیں تجھ میں سے ہوں۔

''ازالہ اَوہام'' صفحہ 688 لکھتا ہے: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام ووحی غلط نکلی تھیں۔

جو عملی طور پر سکھلاتے نہیں جاتے اور نہ ان کی جزئیات مخفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے۔ مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے موجب ابتلاء کا ہوئی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل بہ منزل طے کر کے اس بلدہ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آجائے گا اور بلاشبہ رسول اللہ صلعم کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنے سمجھنے میں جو غلطی ہوئی اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا تبھی تو خدا جانے کئی روز تک مصائب سفر اٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ 8 میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جس صورت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں اُمید باندھی تھی، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

[redacted]

''ازالہ اَوہام'' کے صفحہ 750 میں ہے: سورہ بقر میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں نعش پر مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دے دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علمِ مسمریزم تھا۔

> اب اس قصے سے وقتی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف ایک ورزگی تھی کہ تا چند بیماری جو کہ اپنے تئیں ظاہر کرے۔ لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے کچھ حصہ نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات

مسمریزم وہ علم ہے کہ جسے ڈاکٹر مسمر نے ایجاد کیا تھا جو آسٹریا میں رہتا تھا۔ یہ ایسا ایک علم جس میں تصور یا خیال کا اثر دوسرے کے دل پر ڈال کر پوشیدہ اور آئندہ کے حالات پوچھے جاتے ہیں۔ ("فیروز اللغات"، ص ۱۲۴۷)

ازالہ اوہام کے صفحہ 753 میں لکھتا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندے کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی اُن کا مسمریزم کا عمل تھا۔

> کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے کہ اُن کو اجزا متفرقہ یعنی علیحدہ علیحدہ کر کے چار پہاڑیوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آ گئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں جمیع کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چرند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔ فتدبر ولا تغفل۔

"ازالہ اوہام" کے صفحہ 629 میں ہے: ایک باشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اُس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے، اور بادشاہ کو شکست ہوئی، بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔

[redacted]

''اربعین ''نمبر 2 صفحہ 13 پر لکھا ہے: کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔

ہے۔ مہدی کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک پہلو سے آدم وقت ہو جو حقیقی اور کامل مہدی
نہ موسیٰ تھا کیونکہ اس نے صحف ابراہیم وغیرہ پڑھے تھے۔ اور نہ عیسیٰ تھا کیونکہ اس
نے توریت اور صحف انبیاء پڑھے تھے۔ حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں حضرت ایک ہی

ان اُولوالعزم مرسلین کا ہادی ہونا درکنار انہیں ہدایت یافتہ بھی نہ مانا۔ نعوذ باللہ

حضرت عیسی علیہ السلام کی گستاخیاں: اب خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جو گستاخیاں اس نے کیں۔ اُن میں سے چند یہ ہیں۔

اپنی کتاب ''معیار'' صفحہ 13 میں لکھتا ہے: اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے، جو اُس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

شفاعت ہے۔ اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو۔ اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے
جو اُس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے

اپنی کتاب معیار کے صفحہ 13-14 میں لکھتا ہے: خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا، جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے، جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔

اُس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اِس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔
جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھکر ہے اور اُس نے اِس دوسرے
مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ۱۳
ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنے وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے
مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ اے عزیزو! یہ بات غصہ کرنے کی نہیں۔ اگر

اپنی کتاب ''کشتی نوح'' کے صفحہ 13 میں لکھتا ہے: مثیلِ موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیلِ ابنِ مریم، ابنِ مریم سے بڑھ کر۔

[redacted]

اپنی کتاب ''دافع البلاء'' ص ۱۵ میں لکھتا ہے۔ خدا تو، بہ پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ایسے شخص کو دوبارہ کسی طرح دنیا میں نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنہ نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔

گیا کس قدر ظلم ہے۔ خدا تو بپابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص کو
کسی طرح دوبارہ دُنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دُنیا کو تباہ کر دیا ہے۔

''کشتی نوح'' ص 56 میں لکھتا ہے: مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اگر مسیح ابنِ مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہر گز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہر گز دِکھلا نہ سکتا۔

ایلیا نبی۔ اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہو کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔ اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔ جبکہ میں ایسا ہوں تو اب

'''اعجاز احمدی''ص 13 میں لکھتا ہے۔ یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ 'ضرور عیسیٰ نبی ہے، کیونکہ قرآن نے اُس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اُن کی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی، بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

مگر یہ لوگ صرف من گھڑت باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور اُنکی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی انکا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اسکے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل انکی نبوت پر قائم نہیں ہوسکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہ

اس کلام میں یہودیوں کے اعتراض کا صحیح ہونا بتایا اور قرآن عظیم پر بھی ساتھ لگے یہ اعتراض جما دیا کہ قرآن ایسی بات کی تعلیم دے رہا ہے جس کے بُطلان پر دلیلیں قائم ہیں۔

اعجاز احمدی کے ص 14 میں لکھتا ہے: عیسائی تو اُن کی خدائی کو روتے ہیں، مگر یہاں نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں۔

انکی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔ عیسائی تو انکی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں ہوسکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اُسی کتاب کے ص 24 پر لکھا: کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

آپ نے رجوع کر لیا کیونکہ انبیاء غلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے۔ اور ہم نے شیطانی وسوسہ محض
انجیل کی تحریر سے کہا ہے کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی آپکو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے

اعجازی احمدی کے صفحہ 24 میں لکھا: اُن کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔

جس نے کبھی نہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کھائی ہو۔ مثلاً حضرت مسیحؑ جو خدا بنائے گئے اُن کی
اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پُر ہیں۔ مثلاً یہ دعویٰ کہ مجھے داؤد کا تخت ملیگا بجز اسکے ایسے دعویٰ

اعجازی احمدی کے صفحہ ۱۴ لکھتا ہے: ہائے! کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔

نبوت بھی اُس کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے

اس سے ان کی نبوت کا انکار ہے۔

''دافع البلاء''ٹائٹل پیج صفحہ ۳ پر لکھتا ہے: ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ تعالیٰ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا، حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا، مگر بُروز کے طور پر خاکسار غلام احمد از قادیان

آ گئے ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا منجی کون ہے۔ ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راستباز
آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔ مگر وہ
حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اُس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور
قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور
تمام دُنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز
کے طور پر۔ **خدا اُس کی برکتوں سے تمام زمین کو متمتع
کرے۔ آمین**

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

"ضمیمہ انجام آتھم" ص ۷ میں لکھا: آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اُس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اُس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

ہو گی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے
ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا۔ کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ
لگا دے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے
سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

نیز اس رسالہ "ضمیمہ انجام آتھم" میں اُس مقدس و برگزیدہ رسول پر اور نہایت سخت حملے کیے،

مثلاً شریر، مکار، بدعقل، فحش گو، بدزبان، جھوٹا، چور، خللِ دماغ والا، بدقسمت، بُرا فریبی، پیروشیطان۔

حد یہ کہ صفحہ ۷ پر لکھا: (آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط

ہر شخص جانتا ہے کہ دادی باپ کی ماں کو کہتے ہیں تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے باپ کا ہونا بیان کیا، جو قرآن کے خلاف ہے۔

اور دوسری جگہ یعنی "کشتی نوح" صفحہ ۱۶ میں تصریح کردی یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں، یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔

[redacted]

غرض اس دجّال قادیانی کی جھوٹی اور بیہودہ باتیں کہاں تک گنی جائیں کہ دیکھو اس نے ایسے نبی اُولوالعزم جن کے فضائل قرآن میں مذکور ہیں کے بارے میں کیسے گندے جملے بکے۔ یہی وجہ ہے مرزا غلام احمد یہ سب کچھ بک کر کافر ہوا اور اس کے پیرو اس کو مسلمان جان کر کافر ٹھہرے۔ بلکہ علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-11-2017

غیر مسلم کے لیے کونسی دعا نہیں کر سکتے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 13

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مسلم کے لیے کونسی دعا نہیں کر سکتے اور کونسی کر سکتے ہیں؟

سائل: شاہد فرام لوٹن- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

غیر مسلم کے لیے مغفرت وبخشش کی دعا ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے اور ہدایت کی دعا کرنے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وَلَا یَدْعُو لِلذِّمِّیِ بِالْمَغْفِرَۃِ وَلَوْ دَعَا لَہُ بِالْھُدَی جَازَ لِاَنَّہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ اللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُونَ کَذَا فِی التَّبْیِینِ" کافر کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز ہرگز نہ کرے، ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کافروں کے لیے دعا ہدایت فرمائی کہ اے اللہ! ان کو ہدایت دے جو نہیں جانتے ۔ ["الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراھیة، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، ج۵، ص۳۴۸]

حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اپنی قوم کی شکایت کی اور عرض کی: یا رسول اللہ! دوس کے خلاف دعا کیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی دعا فرمائی: "اللّٰھم اھد دوساً وآت بھم" خدایا! دوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں لے آ۔ [صحیح البخاري"، کتاب الجهاد، باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتألفهم، الحدیث: ۲۹۳۷، ج۲، ص۲۹۱]

اسی طرح جب قبیلہ ثقیف کے پتھروں سے بہت مسلمان شہید ہوئے صحابہ نے گزارش کی ان کے خلاف دعا کیجئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً" خدایا! ثقیف کو ہدایت فرما۔

["سنن الترمذي"، کتاب المناقب، باب في ثقیف وبني حنیفة، الحدیث: ۳۹۶۸، ج۵، ص۴۹۲]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-5-2016

غیر مسلموں کو سلام کہنا چاہیے یا نہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 14

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم کفار کو سلام کر سکتے ہیں کیونکہ عموماً آفس وغیرہ میں ان سے پالا پڑتا ہے اور اگر یہ سلام کریں تو جواب کیسے دینا چاہیے؟

سائل: قاسم فرام ہیلی فیکس۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

کفار کو بے ضرورت سلام کرنے میں ابتداء کرنا ناجائز ہے۔ اگر کسی حاجت وضرورت کی وجہ سے ان کو سلام کرنا پڑے تو ہرگز ہرگز تعظیم کا قصد نہ کرے بلکہ بلا قصدِ تعظیم سلام کرے مگر ایسی حالت میں بھی اولی واحسن یہی ہے کہ کسی کافر کو سلام نہ کرے۔ یہاں انگلینڈ میں انگریزوں کو لفظ سلام سے (Greeting) کرنے میں کسی ضرورت میں بھی کوئی حاجت نہیں کیونکہ ان کے ہاں یہ رائج ہی نہیں لہذا ان کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے بھی تو انگلش میں (Greeting) وغیرہ الفاظ سے گزارہ کرلے۔ اور جہاں تک جواب کا تعلق ہے تو اگر کافر (Greet) یا کسی اور لفظ سے سلام کریں تو جواب میں اسی طرح کے الفاظ بولے جائیں اور اگر وہ لفظِ سلام سے سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم ہی کہے۔ اگر وہ اس کو استہزاء خیال کرے تو لفظ سلام سے بھی جواب دے سکتا ہے۔

کفار کو سلام میں ابتداء کرنا ناجائز ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ کافر کو بے ضرورت ابتداء بسلام ناجائز ہے اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں مثلاً یہی کافی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرذٰلک۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]

اگر وہ لفظ سلام کے علاوہ کسی اور لفظ سے سلام کریں تو جواب بھی انہیں الفاظ میں دیا جائے یعنی Greet وغیرہ میں جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں۔

[فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]

اور اگر وہ کافر لفظ سلام کے ساتھ سلام کرے تو جواب میں وعلیکم کہے جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وَلَا بَأْسَ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ, وَلَكِنْ لَا يُزَادُ عَلَى قَوْلِهِ وَعَلَيْكُمْ" ہاں اگر ذمی سلام کریں تو اس کا جواب دینے میں حرج نہیں مگر وعلیکم سے زیادہ نہ کہے۔

["الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج۵، ص ۳۲۵]

اگر وہ وعلیکم کے لفظ کو مذاق واستہزاء سمجھتا ہے تو جو مناسب سمجھے ان الفاظ میں جواب دے اگرچہ لفظ سلام سے دے۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]

کافر کو تعظیم کی وجہ سے سلام کرنا کفر ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَلَوْ سَلَّمَ عَلَى الذِّمِّيِّ تَبْجِيلًا يَكْفُرُ لِأَنَّ تَبْجِيلَ الْكَافِرِ كُفْرٌ" اگر کسی مسلمان نے تعظیم کی نیت سے کافر کو سلام کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

["الدر المختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص ۶۸۱]

اور بہار شریعت میں ہے کہ کافر کو اگر حاجت کی وجہ سے سلام کیا، مثلاً سلام نہ کرنے میں اس سے اندیشہ ہے تو حرج نہیں اور بقصد تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کرے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

[بہار شریعت ج۳ حصہ ۱۶ مسئلہ ۱۶ ص ۴۶۲]

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-4-2017

عرش وکرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 15

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ عزوجل کی عرش وکرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ کیا ہے۔

سائل: قمر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عرش کا لغوی معنی بادشاہ کا تخت ہے اور عرش الٰہی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حق یعنی وہ موجود ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے اس کا قرآن میں ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ "وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے۔ [سورۃ المؤمن: 7]

اور اس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ "اور مالک بڑے عرش کا [سورۃ المومنون: ۸۶]

اور کرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کرسی بھی حق ہے یعنی موجود ہے اور یہ عرش کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ "وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" اس کی کرسی میں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں۔ ["البقرۃ: 255]

اور عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ "وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِیُّ حَقٌّ" [عقیدہ طحاویہ]

اس کی شرح میں علامہ محمد بن محمد البابرتی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ کرسی سے علم الٰہی مراد ہے اور عرش سے بادشاہت۔ یہ اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

"المذهب الصحيح عند علمائنا ان كل ما ثبت بالكتاب والسنة ولا يتعلق به العمل فانه لا يجب الاشتغال بتاويله بل يجب الاعتقاد بثوته وحقيقة المراد به" ہمارے علماء اہل سنت کے نزدیک مذہب صحیح یہ کہ ہر وہ چیز جو قرآن وسنت سے ثابت ہو اور عمل سے متعلق نہ ہو تو اس کی تاویل میں نہ پڑنا واجب ہے بلکہ اس کے ثبوت اور اس کی مراد کی حقیقت پر ایمان واجب۔

[شرح عقیدہ طحاویہ لاکمل الدین محمد بن محمد البابرتی ص ۹۳]

واضح ہو گیا کہ عرش وکرسی کی کسی چیز سے تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے وجود پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔

مزید یہ کہ عرش وکرسی کی شکل وصورت قرآن وحدیث نے بیان نہ فرمائی۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن الملفوظ میں فرماتے ہیں کہ کرسی کی صورت اہلِ شرع وحدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے۔ ساتوں آسمانوں کو مُحیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے۔ تمام کواکِب ثابتہ (یعنی) اُسی میں ہیں، مگر شرع نے یہ نہ فرمایا۔

اسی طرح عرش کو جہلائے فلاسفہ کہتے ہیں کہ نواں آسمان ہے اور اس کو "فلکِ اطلس" کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب (یعنی بڑا تارا) نہیں، مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان وزمین کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے اور اس میں پائے ہیں یاقوت کے۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ" اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے) (پ۲۹، الحاقۃ: ۱۷)

ان فرشتوں کے پاؤں سے زانوؤں تک پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے "اٰيَةُ الْكُرْسِي" کو اسی وجہ سے آیۃ الکرسی کہتے ہیں کہ اس میں "کرسی" کا ذکر ہے: "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ": اس کی کرسی آسمان و زمین کی وسعت رکھتی ہے۔ (پ۳، سورۃ البقرۃ: ۲۵۵)

کرسی بہت وسیع ہے۔ یہ سب زمین وآسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک میدان میں ایک چھلا پڑا سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن الملفوظ میں مزید فرماتے ہیں اور صحیح حدیث میں آیا کہ "یہ

سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق ودق (یعنی چٹیل) میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو "مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ مَعَ الْكُرْسِيِّ اِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ": اور یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

[تفسیر در المنثور، البقرۃ، تحت الایۃ ۲۵۵، ج ۲، ص ۱۸ / ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۵۰۹]

جب ہر چیز فنا ہوجائے گی جو سات چیزیں کو فنا نہیں ان میں عرش و کرسی بھی شامل ہیں جیسا کہ حاشیہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ [لا تفنیان] قال أهل السنّة والجماعة نصرهم الله :سبعة لا تفنى العرش والكرسيّ واللوح والقلم والجنّة والنار بأهلهما والأرواح. يدلّ عليه قوله تعالى (وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ) [النمل: 87]، يعني الجنّة والنار بأهلهما من ملائكة العذاب والحور العين. كما في "بحر الكلام"، كذا في "الجوهرة المنيفة"

[حاشیہ شرح عقائد نسفیہ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ ص ۲۵۰]

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 19-5-2016

کرسچن اور جیوز کو ایمان والا کہنے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 16

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کرسچن اور جیوز کو ایمان والا کہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سائل: سلیمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کرسچن اور جیوز (یہودی) کافر ہیں اور کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اگر کوئی ان کو کافر نہ مانے بلکہ ایمان والا جانے اس سے وہ خود کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا: قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ اے نبی فرما دیجئے اے کافرو! [پ ۳۰، الکافرون: ۱]

اور امام قاضی عیاض قدس سرہ "شفا شریف" میں فرماتے ہیں کہ "الإجماع علی کفر من لم یکفر أحداً من النصاری والیهود وكل من فارق دين المسلمين أو وقف فى تكفيرهم أو شك. قال القاضى أبو بكر: لأن التوقيف والإجماع اتفقا على كفرهم فمن وقف فى ذلك فقد كذب النص والتوقيف أو شك فيه. والتكذيب والشك فيه لا يقع إلا من كافر" اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاری یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۹۷)

اور کرسچن اور یہود کئی ضروریاتِ دین کے منکر ہیں مثلاً اللہ عزوجل کے لیے اولاد کا یقین اور تین خداؤں کا عقیدہ وغیرہ اور جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ مانے خود کافر ہو جائے گا جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ "جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے" (فتاوی رضویہ ج ۱۵، ص ۴۴۳۔۴۴۴)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 17-2-2016

کرسمس کے موقع پر تحائف کا تبادلہ اور مسلمانوں میں دعوتوں کا سلسلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 17

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسمس کے موقع پر کرسچن گوروں کو مبارک دینا یا میری کرسمس کہنا کیسا ہے اور اس موقع پر گوروں کو تحفے دینا یا ان سے لینا کیسا؟ انگلینڈ میں رہنے والے مسلمان کرسمس کی چھٹیوں کے دوران مسلم فیملیز کی پارٹیز کرتے ہیں یعنی گھروں میں دعوتوں کا سلسلہ ہوتا ہے اور یہ کلچر بڑھتا جا رہا ہے لیکن وہ یہ سب کچھ کرسمس منانے کے لیے نہیں بلکہ چھٹیاں منانے کے لیے کرتے ہیں تو ایسا کرنا کیسا؟

سائل: ایک بھائی- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

کرسمس کفار کا تہوار (Festival) ہے۔ اس موقع پر کرسمس کی وجہ سے کسی کو بھی مبارک باد دینا یا (Christmas Happy) یا (Merry Christmas) کہنا گناہ و ناجائز ہے جبکہ کرسمس کو لائق تعظیم نہ جانتا ہو۔ کرسمس منانا اور اس موقع پر مذکور بالا الفاظ کہنا ان کے ساتھ مشابہت ہے اور حدیث میں ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والے کو انہیں میں سے کہا گیا جیسا کہ حدیث میں آیا جس کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔ (ابو داؤد باب فی لبس الشھرۃ رقم 4031)

اور اسی طرح کرسمس کی وجہ سے کفار کو تحائف دینا اور ان سے لینا ناجائز و گناہ ہے اگرچہ اس دن کو قابلِ تعظیم نہ جانتا ہو۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔"(وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ لَا يَجُوزُ) أَيِ الْهَدَايَا بِاسْمِ هٰذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ "نیروز ومہرجان (مجوسیوں کی عیدوں) کے نام پر تحائف دینا حرام ہے۔

(درمختار باب مسائل شتی ص 754)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نیروز، مہرگان (آتش پرستوں کے تہوار) کے نام پر تحائف کا دینا حرام اور کافروں کے تہواروں کی تعظیم مقصود ہو تو کفر ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 14 ص 673 ملخصا)

اور جہاں تک کرسمس کی چھٹیوں میں مسلمانوں کے آپس میں دعوتیں رکھنے کا تعلق ہے تو انگلینڈ کے عرف سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ یہاں بہت (Busy life) ہے صرف چھٹیوں کے موقع پر ہی ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملتا ہے اور کرسمس کے موقع پر دو تین ہفتوں کی چھٹیاں ہوتی ہے اور ان چھٹیوں میں اپنے رشتے داروں سے ملنا منع نہیں ہے۔ مگر ان چھٹیوں کو بالکل کافروں کی طرح منانا اور گھروں کو سجانا اور کافروں کی پیروی میں دعوتوں کا سلسلہ کرنا ضرور ناجائز ہوگا۔

جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔"وَبِخُرُوجِهِ إِلَى نَيْرُوزِ الْمَجُوسِ وَالْمُوَافَقَةِ مَعَهُمْ فِيمَا يَفْعَلُونَ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ" کافروں کے تہوار نیروز کی طرف نکلنا اور ان کے افعال جو وہ اس دن کرتے ہیں ان میں ان کی موافقت کرنا (ناجائز ہے)

(بحر الرائق باب احکام المرتدین ج 5 ص 133 دار الکتب العلمیہ)

وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

كتبــــــــه

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

الجواب صحیح والمجیب نجیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کفار سے دوستی رکھنا کیسا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 18

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کفار سے موالات یعنی ان کو دوست بنانا جائز ہے اور کہاں تک ہم ان سے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟ سائلہ: سونیا فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

موالات یعنی کفار کو دوست بنانا اور ان سے محبت کے یارانے گانٹھنا ہر کافر، ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو یعنی مسلم ملک میں اسلام کا مطیع ہو کر رہتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۔تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ [المجادلہ:۲۲]

ان سے ترکِ موالات کا خود قرآن عظیم نے حکم فرمایا، صرف ایک دو، دس بیس جگہ تاکید نہ فرمائی بلکہ بکثرت جگہ جگہ کان کھول کھول کر تعلیم فرمائی اور باری تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ.

اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے اُن کافروں کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے دشمنی ان کی باتوں سے جھلک اُٹھی اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول

کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

اس کے تحت صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور پڑوس وغیرہ تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار سے دوستی و محبت کرنا اور انہیں اپنا راز دار بنانا ناجائز و ممنوع ہے۔ [تفسیر خزائن العرفان]

حتی کہ موالاتِ صوریہ [کفار سے دوستی بظاہر ہو نہ کہ حقیقۃً] بھی حقیقیہ کی طرح حرام ہے۔ کما حققہ امامی و سیدی امام احمد رضا خان فی الفتاوی الرضویہ۔

اور صرف معاملت [خرید و فروخت اور ان کو نوکر رکھنا اور ان کے ہاں نوکری کرنا وغیرہ] ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں نہ کوئی گناہ کا کام نہ ہی اسلام و شریعت نقصان ہو۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۱]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 9-2-2016

کفار کی نابالغ اولاد کے حوالے سے فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 19

اگر کسی کافر والدین کا بچہ نابالغی میں فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے کیا اس کو مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ جنت میں جائے گا؟ سائل: عادل یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

دنیاوی معاملات میں تو کافر والدین کا ایسا نابالغ بچہ جسے بُرے بھلے کی تمیز نہ ہو وہ والدین کے تابع ہے یعنی اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک کیا جائے کہ نہ اس کو غسل وکفن دیں گے اور نہ اس کے لیے جنازہ ودعا کی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ مگر آخرت میں اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس حوالے سے علماء کرام کے نو یا دس مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرک یا کافر کا وہ نابالغ بچہ جو ناسمجھ تھا جسے بُرے بھلے کی تمیز نہیں تھی اگر اسی حال میں مرگیا تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے مگر وہ اہل جنت کا خادم ہوگا کہ ہمارا رب بہت رحیم وکریم ہے وہ بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حوالے سے توقف مشہور ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ شَرْعًا أَيْ بِطَرِيقِ التَّبَعِيَّةِ مِنَحْ فَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ يُعَامَلُونَ شَرْعًا مُعَامَلَةَ آبَائِهِمْ أَمَّا حُكْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ فَفِيهِ أَقْوَالٌ عَشَرَةٌ أَحَدُهَا أَنَّهُمْ خَدَمُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَالْمَشْهُورُ عَنْ الْإِمَامِ التَّوَقُّفُ۔ وہ تابع ہونے کی وجہ سے مشرکین ہی ہوں گے یعنی ان کے ساتھ دنیا میں ان کے آباء کا سلوک ہی کیا جائے گا۔ [یعنی غسل وکفن نہیں دیا جائے گا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا جائے گا] بہرحال آخرت میں ان کے بارے میں دس اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے اور امام اعظم سے مشہور توقف ہے یعنی اللہ عزوجل ہی ان کے حالت کو بہتر جانتا ہے۔ [ردالمحتار کتاب مسائل شتی ج۶ ص ۷۵۰ بیروت]

بالغ یا سمجھدار نابالغ کسی کا تابع نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اور تابع ہونے میں یہ شرط ہے کہ خود وہ بچہ اس قابل نہ ہو کہ اسلام وکفر میں تمیز کرسکے اور سمجھ وال ہے تو اسلام وکفر میں کسی کا تابع نہیں۔ [بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۹۳]

نابالغ غیر سمجھدار کو حقیقی کافر نہیں کہیں گے۔ کیونکہ کفر اس سے صادر نہیں ہوا اور تبعیت صرف دنیاوی احکام میں ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ناسمجھ بچے کو بہ تبعیت والدین یا دار کافر کہنے کے

ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقۃً کافر ہے کہ یہ تو بداہۃً باطل۔ وصف کفر یقیناً اس سے قائم نہیں، بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے کما قدمنا۔ یہ اطلاق صرف ازروئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہل دار پر ہیں وہ بھی نہ مطلقاً بلکہ صرف دنیوی، مثلاً وہ اپنے کافر مورث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا، کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو، کافرہ سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے نہ مسلمہ سے، وہ مرجائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل وکفن نہ دیں گے، مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے۔ [فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۴۵۰]

اور کفار کی نہ سمجھ اولاد کے بارے میں جو مختلف اقوال کتب عقائد میں موجود ہے وہ یہ ہیں۔ مرقاۃ میں ہے

کھفقیل إنھم من أھل النار تبعا للأبوین وقیل من أھل الجنة نظرا إلی أصل الفطرة وقیل إنھم خدام أھل الجنة وقیل إنھم یکونون بین الجنة والنار لا منعمین ولا معذبین وقیل من علم الله منه أنه یؤمن ویموت علیه إن عاش أدخل الجنة ومن علم منه أنه یعجز ویکفر أدخله النار وقیل بالتوقف فی أمرھم وعدم القطع بشیء وقیل إنھم یمتحنون بدخول النار فی تلك الدار.

[1] ماں باپ کے تابع ہیں یعنی مسلمانوں کے بچے جنت اور کافروں کے جہنم میں [2] وہ جنت میں ہونگے اصل فطرت کو دیکھتے ہوئے [3] وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے [4] وہ جنت ودوزخ کے درمیان میں ہوں گے نہ عذاب دیا جائے گا نہ نعمتوں سے نوازا جائے گا [5] جس کے بارے میں اللہ عزوجل کا علم ہوگا کہ وہ دنیا میں اگر زندہ رہتا ایمان لاتا اور اسی پر مرتا تو وہ جنت میں اور جس کے بارے میں اس کا برعکس ہوگا وہ جہنم میں [6] توقف [7] قیامت کے دن ان کا امتحان ہوگا یعنی ان کے لیے آگ جلائی جائے گی اور داخلے کے لیے کہا جائے جو فرمانبرداری کریں گے وہ جنت میں اور نافرمان جہنم میں جائیں گے۔ [مرقاۃ المفاتیح باب ایمان بالقدر ص ۳۶۰]

نزہۃ القاری میں شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے مشرکین کی اولاد کے بارے میں یہ دو قول بھی لکھے ہیں۔

[8] مٹی ہوجائیں گے [9] امساک۔ [نزھۃ القاری ج۲ ص ۸۷۱]

مگران میں سے جن کو اکثر علماء کرام کی ترجیح حاصل اور دلائل کے حوالے سے مضبوط و قوی ہیں وہ دو اقوال ہیں [1] کفار کی نابالغ اولاد کے بارے میں توقف کیا جائے۔ یہ قول اس لیے مختار ہے کہ کفار کی اولاد صغار کے بارے میں دونوں طرح کی احادیث وارد ہیں لہذا اس میں توقف کرنا ہی اولی ہوگا۔ ملا علی قاری نے بھی اسی قول کو اولی فرمایا۔ [2] کفار کے ناسمجھ بچے جنت میں ہوں گے۔ کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں اور اللہ عزوجل بغیر قصور کے کسی کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔

مزید حدیث مبارکہ میں آیا کہ حضرت حسناء بنت معاویہ سے فرماتی ہیں مجھے میرے چچا نے حدیث سنائی کہ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ" میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنت میں کون جائے گا فرمایا نبی جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوگا اور بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ گاڑھا ہوا بچہ جنت میں ہوگا۔

[سنن ابی داود باب باب في فضل الشهادة حديث نمبر ٢٥٢١]

اس حدیث کے الفاظ کہ بچہ جنت میں ہوگا کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں یعنی ہر ناسمجھ بچہ جنتی ہے خواہ مسلمان کا بچہ ہو یا کافر کا حتی کہ کچا گرا ہوا بچہ بھی جنتی ہے اگرچہ مؤمن کا بچہ جنت کے اعلی مقام میں ہوگا اور کافر کا بچہ ادنیٰ جگہ میں یا دیگر اہلِ جنت کا خادم۔ اور کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے اسے موؤدہ کہتے تھے۔ وئید کے بھی یہ معنی ہیں یعنی کفار کی بچیاں جو زندہ درگور کردی گئیں ہیں وہ جنتی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے ناسمجھ بچے جنتی ہیں، اس کے مخالف روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں۔

[مرآت المناجيح ج ۵ حديث نمبر ۷۵۰]

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 4-7-2016

کفریہ وسوسوں سے بندہ کافر تو نہیں ہو جاتا؟

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 20

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اگر میں ان پر یقین کرلوں تو میں اسلام کے دائرہ سے خارج ہوجاؤں گا یعنی کفریہ وسوسے۔ میں ان کو نہایت برا سمجھتا ہوں اسی وجہ سے اپنی زبان پر بھی نہیں لانا چاہتا۔ کیا میں ان وسوسوں کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر ہوں جاؤں گا۔ اگر نہیں تو میں ان وسوسوں سے جان چھڑانا چاہتا ہوں تو میں کیا پڑھوں جس سے مجھ سے یہ وسوسے دور ہو جائیں گے۔ پلیز میری رہنمائی فرمائیں۔

سائل: ایک بھائی فرام پریسٹن - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ذہن میں کُفرِیہ خیالات کا آنا اور انہیں بیان کرنے کو بُرا سمجھنا عین ایمان کی علامت ہے کفر نہیں اور نہ اس سے کوئی بندہ کافر ہوگا کیونکہ کُفرِیہ وساوِس شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اگر بندے کی جانب سے ہوتے تو وہ انہیں برا کیوں سمجھتا۔ مومن کو وسوسے آنا اس کے ایمان کی علامت ہے کہ چور وہیں آتا ہے جہاں خزانہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حاضر ہو کر عرض کی:

إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ. قَالَ: "وَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ؟" قَالُوا: نَعَمْ. قَالَ: "ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ"

میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ جنہیں بیان کرنا ہم بہت ہی بُرا سمجھتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: "یہ تو صریح ایمان (کی نشانی) ہے۔"

(الصحیح المسلم باب بیان الوسوسۃ فی الایمان ص 80 حدیث 132)

اور بہارِ شریعت میں صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کفری بات کا دل میں خیال پیدا ہوا اور زبان سے بولنا بُرا جانتا ہے تو یہ کفر نہیں بلکہ خاص ایمان کی علامت ہے کہ دِل میں ایمان نہ ہوتا تو اسے بُرا کیوں جانتا۔"

(بہارِ شریعت حصہ 9 ص 174)

وسوسوں سے بچنے کے تین بڑے ہی مجرب علاج عرض کرتا ہوں

(1): وسوسوں کا شکار شخص "آمَنْتُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم "یعنی: میں اللہ ورسول پر ایمان لایا وہی اول و آخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے) پڑھے ان شاء اللہ اس کے سارے وسوسے دور ہو جائیں گے بلکہ صرف "اٰمَنْتُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ" ہی کہنے سے وسوسے جاتے رہیں گے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا کہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ: هٰذَا خَلَقَ اللهُ الْخَلْقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللهَ؛ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَلْيَقُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ" لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ عزّ وجلّ نے پیدا فرمایا تو اللہ عزّ وجلّ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جس کے دل میں اِس قسم کا خیال آئے وہ یوں کہے: "اٰمَنْتُ بِاللهِ" یعنی میں اللہ عزّ وجلّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

(صحیح مسلم ص 81 حدیث 212۔(134)، 213)

ایک روایت میں "اٰمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهٖ ہے لہذا یہ پورا پڑھا جائے۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ملفوظات شریف میں سوال ہوا کہ وسوسے کے دفع (یعنی دُور کرنے) کے لئے کیا پڑھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "اٰمَنْتُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (یعنی: میں اللہ و رسول پر ایمان لایا وہی اول و آخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔) پڑھنے سے وسوسے رفع ہو جاتے ہیں بلکہ صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ہی کہنے سے دُور ہو جاتے ہیں۔ (الملفوظات ص 138 مطبوعہ المکتبۃ المدینہ)

(2) مُفسّرِ شہیر حکیم الاُمّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان لکھتے ہیں: صُوفیائے کرام (رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلام) فرماتے ہیں کہ: جو کوئی صبح و شام اکیس (21) بار لاحول شریف یعنی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ "پانی پر دم کر کے پی لیا کرے تو ان شاء اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) وَسوسۂ شیطانی سے اَمن میں رہے گا۔
(مراۃ المناجیح ج1 ص 87)

(3): اور اہم بات یہ ہے کہ وسوسے کی طرف توجہ نہ دے بلکہ فوراً سمجھ جائے کہ یہ کوئی دوسرا وجود ہے جو میرے ایمان کے درپے ہے اور وسوسے سے ڈال رہا ہے تو فوراً لاحول پڑھے اور کہے مجھے تو بس میرے اللہ عزوجل سے کام ہے جو میرا خالق و رازق ہے۔ وسوسے کا جواب دینے میں نہ لگے ورنہ پھنس جائے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-2-2016

کیا کرسچنز کو ہیپی ہولیڈیز کہنا درست ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 21

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرسچنز کو ہیپی کرسمس کی جگہ ہیپی ہولیڈیز (Happy Holidays) کہنا جائز ہے؟ کیونکہ بعض اوقات ایسا کہنا مجبوری بن جاتا ہے۔

سائل: فیضان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ہیپی ہولیڈیز کا مطلب ہے کہ آپ کو چھٹیاں مبارک ہوں۔ یہ ایک دعائیہ جملہ ہے لہذا ایسا کہنے سے احتراز کیا جائے۔لیکن جہاں مجبوری ہو تو وہاں اس کی اجازت ہوجائے گی۔ اگر ہیپی ہولیڈیز (Happy Holidays) اس نیت سے کہیں کہ یہ چھٹیاں تمہارے لیے اس طرح برکت والی ثابت ہوں کہ تم پر اسلام کی حقانیت واضح ہوجائے تو پھر یہ کہنا بالکل جائز ہوگا کیونکہ ایسی صورت یہ جملہ ان کے لیے ایمان کی دعا ہوگا اور کفار کے لیے ایمان کی دعا کرنا نصوص سے ثابت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی دعا فرمائی اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں عرض کی "اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ" یا اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ (سنن ابن ماجہ باب فضل عمر رقم 105)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 11-11-2017

کیا نماز کو چھوڑنے سے کوئی بندہ کافر ہوجائے گا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 22

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اور کافر میں فرق نماز ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا کافر ہوجائے گا؟

سائل: بدر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں یہ حدیث صحیح ہے اور یہ صحاح ستہ کی چار کتابوں میں مروی ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

"إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكَ الصَّلَاةِ" مومن آدمی اور شرک وکفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے۔ (الصحیح المسلم باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک ج 1 ص 88 رقم 82)

اس کے علاوہ اسے ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز چھوڑنے سے کوئی مومن کافر ہو جائے گا بلکہ معنی یہ ہے نماز کے تارک کو مرتد کا فر جیسی سزا ہوگی یا یہ معنی ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز و حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہوگا یا یہ معنی ہے کہ ترکِ نماز کفر کی طرف لے جانے والا ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس کا فعل (نماز کا ترک) کفار کے فعل جیسا ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"تَأَوَّلُوا قَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ عَلَى مَعْنَى أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ بِتَرْكِ الصَّلَاةِ عُقُوبَةَ الْكَافِرِ وَهِيَ الْقَتْلُ أَوْ أَنَّهُ مَحْمُولٌ عَلَى الْمُسْتَحِلِّ أَوْ عَلَى أَنَّهُ قَدْ يَؤُولُ بِهِ إِلَى الْكُفْرِ أَوْ أَنَّ فِعْلَهُ فِعْلُ الْكُفَّارِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ"

علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز کا ترک ہے کی یہ تاویل کی ہے کہ نماز کا تارک مرتد جیسی سزا کا مستحق ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے یا یہ حدیث نماز کے ترک کو جائز سمجھنے والے پر محمول ہوگی یا اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ ترکِ نماز کفر کی طرف لے جانے والا فعل ہے یا نماز کو چھوڑنا کفار کے فعل جیسا ہے۔

(شرح مسلم للنووی باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک ج 2 ص 69)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date:11-3-2016

مرتد کے ساتھ تعلقات توڑنے کے حوالے سے فتویٰ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 23

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کے ساتھ میل جول اور دوستی رکھنے کا حکم کیا ہے میرا بھائی کافر ہو گیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نہیں ہے معاذ اللہ اور حرام کھاتا اور حرام ہی پیتا ہے میں نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ اور میں نے سنا ہے کہ اسلام ہمیں معاف کرنے کی تعلیم دیتا ہے تو کیا میں اسے معاف کر دوں اور اس کے ساتھ فیملی تعلقات جاری رکھوں یا اس سے سارے تعلقات توڑ دوں۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

شریعتِ اسلامیہ میں کفار کو دوست بنانا اور ان سے محبت کے یارانے گانٹھنا مطلقاً ہر کافر، ہر مشرک سے حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ" تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ [المجادلہ: ۲۲]

ان سے ترکِ موالات کا خود قرآن عظیم نے حکم فرمایا، صرف ایک دو، دس بیس جگہ تاکید نہ فرمائی بلکہ بکثرت جگہ جگہ اس کی تعلیم فرمائی اور باری تعالیٰ فرماتا ہے:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بُرائی میں کمی نہیں کرتے اُن کا فروں کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے دشمنی ان کی باتوں سے جھلک اُٹھی اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

اس کے تحت صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور پڑوس وغیرہ تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار سے دوستی و محبت کرنا اور انہیں اپنا راز دار بنانا ناجائز و ممنوع ہے۔ [تفسیر خزائن العرفان]

اور جو مسلمان اللہ عزوجل کے وجود کا انکار کرے وہ تو صرف کافر نہیں بلکہ پکا مرتد ہے اور مرتد کا معاملہ کافر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مرے اسکے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں ہیں اور وہ لوگ جہنمی ہیں، اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ: آیت 217)

اور معاملت مجردہ [خرید و فروخت اور ان کو نوکر رکھنا اور ان کے ہاں نوکری کرنا وغیرہ] سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۱)

پتا چلا کہ مرتد کے ساتھ ظاہری معاملات یعنی خرید و فروخت وغیرہ کرنا بھی جائز نہیں ہے اور کافر کا کافرہ سے نکاح جائز ہے مگر مرتد کا نکاح دنیا میں کسی عورت سے نہیں ہوسکتا ہے حتی کے مرتدہ سے بھی نہیں۔ معلوم ہوا کہ مرتد کا حکم عام کافروں سے زیادہ سخت ہے۔

لہذا فوراً اسے پہلے اس خبیث و مرتد بھائی سے ہر قسم کے تعلقات توڑنا فرض ہے۔ کہ مرتد سے دوستانہ دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحیح مسلم مقدمہ، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء ۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷، ص ۹)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔" (مستدرک علی الصحیحین، کتاب الھجرۃ، ذکر اسماء اھل الصفۃ، الحدیث ۴۳۵۰، ج ۳، ص ۵۵۶)

اور بہار شریعت میں ہے۔ ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا، غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔ (بہار شریعت ج 2 حصہ 9 ص 457 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

2017-10- 01:Date

مزاروں پر منتوں کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 24

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافی عرصہ پہلے میں انڈیا گئی اور میں نے وہاں کئی مزاروں پر اولیاء کے ناموں پر منتیں مانیں۔ اب وہ منتیں مجھے یاد نہیں کہ کہاں میں نے کونسی منت مانی تھی۔ منتوں کے بارے میں بھی مجھے کچھ یاد نہیں تو اب کیا میرے اوپر کوئی کفارہ ہے؟ سائل: یاسمین یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جواب سے پہلے نذر یا منت کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے نذر کی دو قسمیں ہیں [1]: نذر شرعی [2]: نذر عرفی

[1]: نذر شرعی وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو، مگر بندہ نے اپنے قول سے

اسے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میرا یہ کام ہو جائے تو دس رکعت نفل ادا کروں گا اسے نذر شرعی کہتے ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ (ماخوذ از فتاوی امجدیہ، حصہ ۲، ص ۳۱۲)

[2]: اولیاء اللہ کے مزاروں پر ان کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذر عرفی اور لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہو سکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب و ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے یعنی کریں تو بہت اچھا ہے مثلاً گیارہویں شریف کی نذر۔

لہٰذا جن کے بارے میں سوال کیا گیا وہ نذور یا منتیں عرفی ہیں لہٰذا اگر سائلہ محترمہ وہ منتیں پوری نہ کریں گی تو ان پر کچھ کفارہ نہیں۔ اگر یاد بھی ہوتیں تو بھی ان منتوں کا پورا کرنا ان پر واجب نہ تھا کما بیناہ۔ کچھ لوگ اولیاء اللہ کے نام و نذر کو ناجائز کہتے ہیں یہ ان کی خام خیالی ہے۔

بہار شریعت میں ہے کہ اولیاء اللہ کو ایصال ثواب، نہایت موجب برکات و امر مستحب ہے، اسے عُرفا براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں، یہ نذر شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا۔ {بہار شریعت ج ۱ حصہ ۱، ص ۲۷۹}

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک سوال ہوا کہ کسی اولیاء اللہ یا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟ الجواب یہ منت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسہ واجب: اسی صفحے پر ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ خصوصیات عرفیہ میں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ یعنی واجب سمجھ کر ایسا نہ کرے۔

باقی رہا جواز تو اولیاء اللہ کے نام پر نذر ماننے میں کوئی حرج نہیں اور پوری کرنا بھی جائز۔

مزید ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں، نہ یہ نذورِ شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہ کی نذریں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذر شرعی نہ نذر۔ {فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۲ سے ۵۳۵}

وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء راهم خوردن دراں جائز ست: یہی شاہ ولی اللہ ''زبدۃ النصائح'' میں مندرج فتوی میں

لکھتے ہیں۔اور اللہ عزوجل کے لیے جو نذر مانی جاتی ہے اس کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔" (زبدۃ النصائح/فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۲ سے ۵۳۵)

وقال الإمام الأجلّ سیّدی عبد الغنیّ النابلسیّ قدّس سرّہ فی "الحدیقۃ الندیۃ":

ومن ھذا القبیل زیارۃ القبور والتبرّك بضرائح الأولیاء والصّالحین، والنذر لھم بتعلیق ذلك علی حصول شفاء أو قدوم غائب، فإنّہ مجاز عن الصدقۃ علی الخادمین لقبورھم: اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء وصالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفایابی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کر کے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے۔

{الحدیقۃ الندیۃ" الخلق الثامن والأربعون، ج ۲، ص ۱۵۱}

وقال الإمام الأجلّ سیّدی الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فی کتابہ جد الممتار " إنّ النذور لھم بعد تجافیھم عن الدنیا کالنذور لھم وھم فیھا، وھی شائعۃٌ بین المسلمین، والعلماء، والصلحاء، والأولیاء منذ قدیم، ولیس نذراً مصطلح الفقہ"

امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ جد الممتار میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لیے نذریں ماننا ان کے دنیا سے جانے کے بعد اسی طرح ہی ہے جیسے ان کے دنیا میں موجود ہونے کے وقت ان کو کچھ نذر کیا جائے یعنی جیسے یہ جائز ویسے ہی وہ جائز ہیں۔یہ قدیم زمانے سے مسلمانوں، اولیاء اور صالحین کے درمیاں رائج ہے۔یہ نذر فقہی نہیں۔

{جد الممتار حاشیۃ علی رد المحتار ج ۳، ص ۲۸۵}

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ھذا ھو الحق

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 8-7-2017

میلاد کی بڑی محفلیں ضروری ہیں؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 25

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میلاد منانے کے لیے بڑی محفل کرنا اور نعتیں پڑھنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ کس طریقے سے میلاد منایا جاسکتا۔ سائل: توقیر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

میلاد اصل میں ولادت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کے واقعات پڑھ کر سناتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی ظاہر کرنے کا نام ہے۔ وہ بڑی سی محفل کرکے اور اس میں نعتیں پڑھ کر ہو یا گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ چھوٹی سے محفل سجا کر ہو۔ میلاد منانے کے لیے بڑی سی محفل ہونا ضروری نہیں اور میلاد منانے کے کئی طریقے ہیں مثلا درود شریف پڑھ کر میلاد منانا یا جلوسِ میلاد نکا کر گھروں کو سجا کر یا لوگوں کو کھانا کھلا کر میلاد منانا وغیرہ۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-10-2017

یہود ونصاری جہنمی ہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 26

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تمام کفار جہنم میں جائیں گے اور کیا موجودہ یہود ونصاری کافر ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کفار کے بارے میں کیا حکم ہے جن تک اسلام کا پیغام تو پہنچا ہے مگر اسلام ایک اچھا مذہب ہونے کے طور پر نہیں پہنچا بلکہ ان تک یہ پہنچا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دہشت گردی سکھائی جاتی ہے اگر ایسے کفار اسلام قبول نہ کریں تو کیا یہ نجات پائیں گے یا نہیں اور فیصل التفرقہ سے اس پر استدلال کرنا صحیح ہے۔ سائل: خالد یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ہماری تمام کتب عقائد اور تمام علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی کافر یا کفار کفر ہی پر مر جائیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے کیونکہ کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی، کفر کے علاوہ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں، جسے چاہے بخش دے۔ جو کسی کافر کے لیے اُس کے مرنے کے بعد اس کو جنتی کہے، وہ خود کافر ہے اور موجودہ یہود ونصاری ضرور کافر ہیں اور اگر اسلام قبول نہ کیا اور مر گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو ہر طرح سے میڈیا اور دوسرے ذرائع سے اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ اگرچہ میڈیا کے ذریعے جھوٹی اخبار فاسدہ بھی ان تک پہنچ رہی ہیں ان کی وجہ سے ان سے اسلام لانا ساقط نہ ہو جائے۔

جو کافر کفر پر ہی مر گئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ اے پیارے مسلمان بھائی تمہارا رب کریم قرآن پاک میں خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ

مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ: وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے ان کے لئے دردناک عذاب ہے اوران کا کوئی یار [مددگار] نہیں۔ [آل عمران: ۹۱]

اورمزید فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ:

بے شک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اوراس کے برابراور، اگرانکی مِلک ہوکہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں توان سے نہ لیا جائے گا اوران کے لئے دُکھ کا عذاب ہے۔ [المائدہ:۳۶]

تفسیر قرآن خزائن العرفان میں ہے یعنی کُفّار کے لئے عذاب لازم ہے اوراس سے رہائی پانے کی کوئی سبیل نہیں۔

اوراللہ عزوجل فرماتا ہے سب کافروں کے بارے میں حکم سناتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ: اور کافروں کے لئے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب جہنم ہے بدلہ ان کے کفر کا۔ [یونس:۴]

ان تمام آیات سے واضح کہ تمام کفار جہنم میں جائیں گے اور کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل واضح طور پر خود فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ: بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے۔ [النساء:۴۸]

یہ بھی واضح رہے کہ یہاں شرک سے مراد مطلق کفر ہے۔ جیسا کہ تفاسیر میں موجود ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔

لا یغفر الکفر ممن اتصف بہ بلا توبۃ وایمان، لأنّ الحکمۃ التشریعیۃ مقتضیۃ لسدّ باب الکفر وجواز مغفرتہ بلا إیمان مما یؤدی إلی فتحہ فمن لم یکن لہ إیمان لم یغفر لہ شیء من الکفر والمعاصی۔

یعنی اللہ تعالی کسی کفر کو معاف نہ فرمائے گا کیونکہ شرع کی حکمت یہ ہے کہ کفر کے دروازے کو بند کیا جائے اگر کفر کی مغفرت جائز و ممکن ہو تو یہ کفر کے دروازے کو کھولنا ہے تو جو مومن نہیں اس کا کفر بالکل معاف نہیں ہوگا۔

[تفسیر روح البیان ج ۲، ص ۲۱۸]

تفسیر روح المعانی میں اس جگہ لکھا ہے۔

والشرك يكون بمعنى اعتقاد أنّ لله تعالى شأنه شريكاً إما فى الألوهية أو فى الربوبية. وبمعنى الكفر مطلقاً وهو المراد هنا۔ شرک سے مراد مطلق کفر بھی ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

[روح المعاني ج ۵ ص ۶۸]

عمدۃ القاری میں ہے کہ "المراد بالشرك فى هذه الآية الكفر، لأنّ من جحد نبوة محمد صلى الله عليه وسلم مثلاً كان كافراً ولو لم يجعل مع الله إلهاً آخر والمغفرة منتفية عنه بلا خلاف" اس آیت میں شرک سے مراد مطلق کفر ہے کیونکہ جس نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا وہ کافر ہے اگرچہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مستحق عبادت نہ مانتا ہو۔ ایسے کافر کی مغفرت بالکل نہیں ہوگی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

[عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ۱ ص ۲۰۵]

مسلمانوں کی بڑی معتبر عقائد پر مشتمل کتاب شرح عقائد نسفیہ مع حاشیہ عصام الدین میں ہے۔

الشرك بالله المراد مطلق الكفر والا لورد أنواع الكفر غيره۔ شرک باللہ سے مراد مطلق کفر ہے۔

[شرح العقائد النسفية ص ۱۰۷۔۱۰۸ مع حاشية عصام الدين ج ۲، ص ۲۱۸]

اور بہار شریعت میں ہے کہ مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کُفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

[بہار شریعت حصہ ۱ ص ۱۸۵]

موجودہ یہود و نصاری کافر ہیں

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موجودہ یہود و نصاری کافر ہیں۔ کیونکہ موجودہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور موجودہ نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالی کا بیٹا قرار دیتے اور موجودہ نصاری تثلیث Trinity کے قائل ہیں جو صریح کفر ہے اور مزید یہ کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا کفر صریح ہے اور ان پر ایمان لانا ہر یہودی و نصرانی پر فرض اعظم ہے۔

میرے پیارے بھائی تیرا رب خود قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : بے شک کافر ہیں وہ جو [تثلیث Trinity کے قائل ہیں اور] کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے [اور مسلمان نہ ہوئے] ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ [المائدہ: ۷۳]

اور اللہ تعالی فرماتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ : اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے [کرتے] ہیں اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ [التوبہ: ۳۰]

اور جو یہود و نصاری کو کافر نہ مانے خود کافر ہے جیسا کہ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ "شفا شریف" میں فرماتے ہیں: الإجماع على كفر من لم يكفر أحداً من النصارى واليهود و كلّ من فارق دين المسلمين أو وقف في تكفيرهم أو شك. قال القاضي أبو بكر: لأن التوقيف والإجماع اتفقا

على كفرهم فمن وقف في ذلك فقد كذب النص والتوقيف أو شك فيه. والتكذيب والشك فيه لا يقع إلا من كافر۔ یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاری یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ واجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے: كفر من لم يكفر من دان بغير ملة الإسلام أو وقف فيهم أو شك أو صحح مذهبهم وإن أظهر الإسلام واعتقد إبطال كل مذهب سواه فهو كافر بإظهار ما أظهر من خلاف ذلك. اه ملخصاً۔

یعنی خود کافر ہے جو ان لوگوں کو کافر نہ کہے جو غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کر چکا۔ [الفتاوی الرضویة"، ج۱۵، ص۴۴۳۔۴۴۴:]

بلکہ جو قطعی کافر کے عذاب میں شک بھی کرے کافر ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ من شك في عذابه وكفره فقد كفر۔ جس نے کافر کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔
("الدر المختار"، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج۶، ص۳۵۶۔۳۵۷)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہر ایک کو آپ پر ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر کوئی یہودی یا نصرانی حضرت عیسی یا حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ عزوجل کا بیٹا نہ بھی کہتا ہو اس کے باوجود بھی اگر وہ نبی اکرم خاتم النبیین حبیب کبریا محمد مصطفی پر دل وجان سے ایمان نہیں لاتا تو وہ کافر ہی ہے۔ کیونکہ ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے تو سردار انبیاء کا انکار کیونکر کفر نہ ہوگا بالکل کفر اعظم ہوگا، اور ضرور ہوگا۔

پیارے بھائی حدیث صحیح میں آیا، جس پر سب مسلمانوں نے سر جھکایا اور میرے اور تیرے آقا، نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا۔"وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہِ لَا یَسْمَعُ بِی أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد مصطفی ﷺ کی جان ہے اس امت میں کوئی ایسا یہودی یا نصرانی نہیں کہ وہ میری نبوت کی خبر سنے اور میرے پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔

[الصحیح المسلم، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملتہ، رقم ۱۵۳]

دیکھا اے مسلمان کہ حدیث صحیح کس طرح واضح فرما رہی ہے کہ یہود اور نصاری میں ہر کوئی جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کی خبر کو سنے اور آپ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو ضرور جہنم میں جائے گا۔ پتا چلا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کی خبر سننے کے بعد ہر غیر مسلم پر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا جنت میں جانے کے لیے ضروری نہایت ضروری ہے بغیر اس کے صرف جہنم ہی ٹھکانا ہے۔ [انظر شرحہ فی المرقاۃ شرح مشکوۃ لملاعلی قاری]

قال رسول الله ﷺ » كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى، قيل: ومن يأبى يا رسول الله؛ قال: من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أبى «

[أخرجه البخاري في الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: الاقتداء بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم برقم (7280)]

اور یہ دونوں احادیث مبارکہ اور اس کے علاوہ درجنوں مزید احادیث اس کے خلاف بھی حجت ہے جو پیر ضال ومضل ہے اور تھوڑی شہرت کی خاطر بک کریوں بکتا ہے کہ آج کے یہود ونصاری جنت میں جائیں گے اگرچہ وہ اسلام نہ قبول کریں کیونکہ اسلام ان کے سامنے ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر پیش کیا گیا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ کس حدیث میں آیا اور کہاں سے ثابت ہوا یا معاذ اللہ امریکہ میں کسی نئی وحی کا نزول شروع ہوا جو قرآن وسنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ حدیث میں تو صرف اتنا آیا کہ جو میرے نبوت کے دعوے کو سننے کے بعد اسلام نہ لائے وہ ضرور جہنمی ہے۔ اور آج یہ بات تو پوری دنیا میں پہنچ چکی اور حجت اللہ قائم ہو چکی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی یہودی یا

نصرانی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا وہ کیونکر جنت میں جائے گا۔ کچھ لوگ اس بات پر امام غزالی کی عبارت سے دلیل پکڑتے ہیں اور جان بوجھ کر حق سے منہ پھیرتے ہیں۔ اب ان کی وہ عبارت اور اس کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔

فیصل التفرقہ سے امام غزالی کی عبارت:

جن کافروں تک دعوت اسلام نہیں پہنچی ان کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں۔

صنف لم یبلغھم اسم محمد ﷺ اصلا فھم معذورون و صنف بلغھم اسمہ و نعتہ وماظھر علیہ من المعجزات وھم المجاورون لبلاد الاسلام و المخالطون لھم وھم الکفار الملحدون و صنف ثالث بین الدرجتین بلغ اسم محمد ولم یبلغھم نعتہ وصفتہ بل سمعوا ایضا منذ الصبا ان کذابا ملبسا اسمہ محمد ادعی النبوۃ کما سمع صبیاننا ان کذابا یقال لہ المقفع تحدّی بالنبوۃ کاذبا فھولاء عندی فی معنی الصنف الاول۔

پہلی قسم جن تک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ پہنچا وہ تو معذور ہیں۔ دوسری قسم جن تک سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم ونعت پہنچی اور جن پر معجزات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوگئے وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں تو وہ ملحد کافر اور پکے جہنمی۔ تیسری قسم جن تک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو پہنچا مگر آپ کی نعت اور صفات عالیہ ان تک نہ پہنچی تو میرے نزدیک یہ بھی پہلی قسم کے قبیل سے ہیں۔

[فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ص ۸۴]

امام غزالی کی بیان کردہ تیسری قسم سے یہ سمجھا گیا کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر پہنچی مگر اسے جھوٹ بول کر بری بنا کر پیش کیا گیا [جیسا کہ آج کل اسلام کو دہشت گرد بنا کر پیش کیا جا رہا ہے] تو اگر اس خبر کو پانے والا اسلام لائے بغیر اپنے مذہب پر قائم مر جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن المستند المعتمد میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب غلط فکر کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رحم مولانا الامام القاضی ورحمنا بہ یوم القضاء والتقاضی

اما الامام الغزالی فبریء عما فھم من کلامه۔ اللہ عزوجل قاضی عیاض علیہ الرحمۃ پر رحم فرمائے جنہوں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلطی سے ایسی بات منسوب کی جس سے آپ علیہ الرحمۃ بری ہیں جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے سمجھی گئی۔ پہلی بات تو یہ کہ اس عبارت "صنف ثالث" سے وہ کچھ ثابت ہی نہیں ہوتا جو کچھ امام غزالی کی طرف منسوب کیا گیا۔

امام ابن حجر مکی الصواعق میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت لکھ کر فرمایا۔ یہ امام غزالی کی طرف منسوب جھوٹ ہے کیونکہ وصرح الغزالی فی کتابه "الاقتصاد" بما یردہ وعبارته التی اشار الیها المصنف علی تقدیر کونها عبارته والا فقد دس علیه فی کتبه عبارات حسد الا تفید ما فھمه المصنف ولا تقرب ماذکرہ۔ آپ کی عبارت کا معنی [جو ہم نے اوپر ذکر کر دیا] سمجھا کر کہا کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں اس بات کی صراحت فرمائی جو اس بات کا رد کرتی ہے یہ تاویل اس صورت میں ہے کہ جب یہ ان کی عبارت ہو وگرنہ امام غزالی کی کتابوں میں بہت سی باتیں ازراہِ حسد خفیہ طور پر شامل کر دی گئی ہیں اور جو مصنف علیہ الرحمۃ نے سمجھا اور جو معنی ذکر کیا امام غزالی کی عبارت اس کے قریب بھی نہیں ہے۔ اور آگے امام غزالی کی وہی عبارت نقل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کہ وصنف ثالث بین الدرجتین بلغ اسم محمد ولم یبلغھم مبعثه ولا صفته بل سمعوا به۔۔ فھولاء عندی فی معنی الصنف الاول"۔ تیسری قسم جن تک نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو پہنچا مگر آپ کا نبی ہو کر مبعوث ہونا اور آپ کی صفات عالیہ ان تک نہ پہنچیں تو میرے نزدیک یہ بھی پہلی قسم کے قبیل سے ہیں۔ اس کے بعد امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اب امام غزالی کے کلام میں غور کرو تو تم یہ پاؤ گے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو صرف اس لیے معذور جانا کہ ان تک دعوت اسلام نہ پہنچی "وھذا لاینحو منحی ماذکرہ المصنف" اور یہ اس طور پر نہیں جس کو مصنف نے ذکر کیا۔ [الصواعق المحرقه]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مزید فرماتے ہیں کہ علامہ خفاجی نے شرح نسیم الریاض میں شرح

جدید سے نقل کیا کہ صاحب شرح جدید نے علامہ قاضی عیاض کے کلام کے بعد فرمایا کہ "هذا الكلام غير سديد والغزالی بریء من مثله والذی فی كتابه التفرقة خلافه" یہ کلام صحیح نہیں اور امام غزالی اس سے بری ہیں اور کتاب التفرقہ میں جو کچھ ہے وہ اس کے برخلاف ہے تو امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف اس چیز کی کیسے نسبت کی جاسکتی جن پر ان کا سخت انکار موجود ہے۔ اس کے بعد امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اسی نسیم الریاض سے وہ واقعہ درج فرماتے ہیں، جس میں موجود ہے کہ امام غزالی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سوال کیا تو آپ نے دس جواب دیئے جس سے بارگاہ رسالت میں امام غزالی کا مقام واضح ہوتا ہے۔ اور آپ مزید فرماتے ہیں کہ اسی نسیم الریاض میں ہے کہ "وقد رای بعض المشائخ الغزالی بین یدی رسول الله ﷺ یشكو من شخص طعن فيه فامر رسول الله ﷺ بضربه بالسياط فانتبه وبه اثر الضرب و المه" بعض مشائخ نے امام غزالی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھا تو امام غزالی ایسے شخص کی شکایت کر رہے تھے جس نے اس معاملہ میں امام غزالی علیہ الرحمۃ پر طعن کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑوں سے مارنے کا حکم فرمایا جب وہ اٹھا تو اس پر کوڑوں کے نشانات موجود تھے اور درد محسوس ہو رہا تھا۔ [المستند المعتمد عربی خاتمہ ص ۲۱۶]

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام غزالی کی جس عبارت کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا وہ امام غزالی کی نہیں ہے۔ جو عبارت امام غزالی کی ہے اس میں تحریف کی گئی اور اس سے غلط معنی مراد لیا گیا۔

فیصل التفرقہ پر ایک نظر

امام غزالی کی جس کتاب کی عبارت سے ایک نیا عقیدہ گڑھا گیا اسی کتاب میں امام غزالی کی اس صریح عبارت سے کیوں صرفِ نظر کیا گیا؟ جس میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ یہود و نصاریٰ کے کفر پر مہر ثبت فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔ الكفر هو تكذيب الرسول فی شیء مما جاء به والايمان تصديقه فی جميع ما جاء به فاليهودی والنصرانی کافران لتكذيبهما للرسول ﷺ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا کسی بھی ایسی چیز میں جس کو وہ لائے کفر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر لائی چیز کی تصدیق کرنا ایمان ہے اور یہودی و نصرانی کافر ہیں کیونکہ وہ

نبی آخر الزماں ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔ [فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة ص ۲۵]

اور بر سبیل محال اگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی عبارت ہوتی بھی تو کیا قران حدیث کی صریح نصوص کے خلاف بس صرف قولِ امام غزالی پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھنا کسی عاقل سے متصور نہیں۔ جب کہ قرآن وحدیث صراحت کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے بغیر ہر راستہ کو بند کر چکے اور آپ کی رسالت عامہ کو بیان کر چکے تو پھر ماوشما کو کس طرح اس میں کلام کی کوئی مجال باقی ہے؟

نبی کریم ﷺ کی رسالت عامہ

اور اب ہر غیر مسلم کو نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا ضروری کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت رسالتِ عامہ ہے۔ آپ ﷺ یہود ونصاری بلکہ تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا:

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔ [الاعراف: ۱۵۸]

یہ آیت سیدِ عالم ﷺ کے عمومِ رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی اُمت ہے۔ مزید بخاری شریف میں ہے کہ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً یعنی ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

[الصحیح البخاری باب التیمم برقم 335]

وقال: كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ

ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں ہر سُرخ وسیاہ آدمی کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

[الصحیح المسلم برقم 521]

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں

کو گھیرنے والی ہے [سبا:۲۸] تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی رسالت عامہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے اُمّتی۔ حدیث میں سیدِ عالم ﷺ کے فضائلِ مخصوصہ کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ کی رسالتِ عامہ ہے جو تمام جن وانس کو شامل ہے خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم ﷺ تمام خَلق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآنِ کریم کی آیات اور احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے سورۂ فرقان کی ابتداء میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (خازن)

اور مسلم شریف میں ہے کہ "وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ" میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر انبیاء کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ [الصحیح المسلم برقم 526]

شریعت اسلامیہ تمام شرائع کے لیے ناسخ ہے

ہر یہودی، نصرانی اور ہر غیر مسلم جو پچھلی شرائع کی پیروی کرنے والے ہیں ان کو پیغامِ اسلام پہنچنے کے بعد اسلام قبول کرنا اس لیے بھی ضروری کہ حبیب کبریا محمد مصطفی ﷺ کی شریعت تمام پچھلی شرائع کی ناسخ ہے اور اب آپ کی شریعت کے علاوہ سب منسوخ ہیں۔ ان کا دین دینِ اسلام ہے، اللہ عزوجل نے اسلام کو ہی آخری دین قرار دیا۔ اللہ عزوجل خود فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلٰمَ دِیْنًا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ [المائدہ:۳]

دیکھو کہ اللہ عزوجل کیسے واضح طور پر فرما رہا ہے کہ بس میں نے دین اسلام پوری کائنات کے لیے پسند کر لیا ہے۔ اب یہی دین ہے۔ اور اسی میں نجات ہے اور جو اسلام کے آنے کے بعد اس کے علاوہ کسی اور دین پر چلے وہ پکا جہنمی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلٰمِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ

مِنَ الْخٰسِرِیْنَ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے [کافروں میں سے ہوگا]۔ [آل عمران: ۸۵]

پتا چلا کہ اسلام کے آنے کے بعد کسی یہودی، نصرانی یا کسی غیر مسلم کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا پیروکار رہے، ایسا کرے گا تو ضرور جہنمی ہے۔

اعتراض

قرآن میں تو آیا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۪ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ: بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

اس آیت سے پتا چلا کہ یہود و نصاریٰ کا صرف اللہ پر ایمان لانا اور عمل صالح کرنا حصول نجات کے لیے ضروری ہے اور نجات پانے کے لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر نہیں ہوا۔

جواب

اسباب النزول کی کتب اس پر شاہد ہیں کہ یہ آیت کریمہ سلمان فارسی اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی کہ یہ آیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی۔ [لباب النقول لاسباب النزول]

بتایا جائے کیا وہ صرف اللہ عزوجل پر ایمان لائے تھے یا اللہ اور اس کے رسول دونوں پر۔

دوسرا یہ کہ ایمان باللہ بھی وہی معتبر ہے جس میں تصدیقِ رسول اللہ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہر ضرورت دینی کی تصدیق پائی جاتی ہو۔ اس پر تمام کتب عقائد واضح شاہد و دلیل ہیں جن میں لکھا ہے کہ:

فلابد منا الإيمان بالله الذى يستلزم تصديق رسله وخاتمهم محمد صلى الله عليه وسلم. فلم يقبل منهم الإيمان إلا بشرط وهو التصديق بما جاءت بها الرسل.

[کتب العقائد]

ثم إن حجة الله قائمة الآن. فكتاب الله تعالى محفوظ. وقد تُرجم وفُسِّر بكل اللغات. وانتشر الإسلام وبلغ أقصى الأرض وأدناها بالالكيترونك ميديا وبغيرها ولم يبق لأحد عذر. حيث إن دين الإسلام مشهور معروف ولا يحتاج إلى زيادة تعلُّم وقد شوهِدَ أنه دين الفطرة التى فطرَ الله الناس عليها. فمن لم يتبعه مع سماعه بالاسلام فهو من أهل النار. ومن لم يبلغه ولم يسمع به فهو كأهل الفترات يحكم الله فيهم بما يشاء.

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
شمس الهدى عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 22-6-2016

کتاب الطہارۃ

میاں بیوی کا اکھٹے غسل کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 27

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ باتھ روم میں انٹرکورس (جماع) کرسکتا ہے اور کیا یہ دونوں اکھٹے نہا سکتے ہیں؟ اور ایک دوسرے کے پرائیویٹ پارٹ ٹچ کرسکتے ہیں؟ سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

شوہر کا اپنی بیوی سے باتھ روم میں انٹرکورس (جماع) کرنا جائز ہے اور ان کا اکھٹے غسل کرنا بھی جائز ہے اگرچہ دونوں کے درمیان پردہ نہ ہو۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے اور دونوں کا ایک دوسرے کے پرائیویٹ پارٹس کو ٹچ کرنا بھی جائز ہے اور میاں بیوں اکٹھے غسل کرنا تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: " كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ، فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ: دَعْ لِي، دَعْ لِي " میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے جو میرے اور ان کے درمیان ہوتا تھا تو مجھ پر سبقت فرماتے یہاں کہ میں عرض کرتی میرے لیے بھی رہنے دیجیے۔

(صحیح مسلم کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء... الخ ج1 ص148 رقم 321)

اورنسائی کی روایت میں یہ ہے: میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے، وہ مجھ سے سبقت فرماتے اور میں ان سے سبقت کرتی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: میرے لئے بھی رہنے دو۔ اور میں عرض کرتی: میرے لئے بھی رہنے دیجئے۔ (سنن النسائی کتاب الطھارۃ باب الرخصۃ فی ذالک ۱/۴۷)

مگر غسل کرتے وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور زوجہ مطہرۃ کے درمیان پردہ ہوا کرتا تھا جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ

"وَیَحْتَمِلُ الْمَعِیَّۃَ. وَعَلٰی تَقْدِیرِھَا یَحْتَمِلُ التَّسَتُّرَ کَمَا ھُوَ الظَّاھِرُ مِنْ جَمَالِ حَالِھِمَا وَ کَمَالِ حَیَائِھِمَا"

اس حدیث میں اکٹھے غسل کرنے کا احتمال بھی ہے تو اس تقدیر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان پردے کا احتمال ہے کیونکہ ان دونوں کے حال کے جمال اور کمالِ حیاء سے یہی ظاہر ہے۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ "مَا رَأَیْتُ مِنْہُ وَلَا رَأٰی مِنِّی یَعْنِی الْفَرْجَ" میں نے کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور نہ ہی انہوں نے میری۔ (المرقاۃ المفاتیح باب الترجل ج7 ص 831)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

انگلی کے دخول سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 28

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر اپنی فنگر (انگلی) عورت کی اگلی شرمگاہ میں داخل کرے تو کیا بیوی یا شوہر پر غسل واجب ہو جائے گا؟ سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابُ

جی نہیں شوہر بیوی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نور الایضاح کی فصل عشرۃ أشیاء لا یغتسل منھا میں ہے "وإدخال إصبع ونحوہ فی أحد السبیلین" انگلی یا اس جیسی کسی چیز کو عورت کی سبیلین میں سے کسی ایک میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص 44)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date:27-09-2017

آئی لائز لگا کر وضو کرنے سے وضو ہو جاتا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 29

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی لائز لگانے سے وضو ہو جاتا ہے؟

سائل: روبی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابُ

آنکھوں پر آئی لائنر لگا کر وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا کیونکہ آئی لائنر جرم دار اور تہہ دار ہوتا ہے جو پانی کو جلد

تک پہنچنے کو روکتا ہے۔ لہٰذا اس سے وضو نہیں ہوگا۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date:20-12-2016

آرمپٹ [بغل] سے خون نکلنے پر وضو کے بارے میں ایک فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 30

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغل کے بال کاٹنے پر بہت چھوٹے چھوٹے دانے سے خون نکلنا شروع ہوجاتا ہے جسے روکنا مشکل ہے۔ اس سے کب وضو ٹوٹے گا۔ اگر خون خشک ہوجائے تو اس کو دھو کر ہی نماز پڑھی جائے گی یا دھوئے بغیر بھی نماز ہوجائے گی؟ سائل: بلال فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بغل کے بال کاٹتے ہوئے دانوں کے کٹنے کی صورت میں بعض اوقات خون نکلنے لگتا ہے یہ خون جب بہنے کی مقدار ہو یعنی خون نکل کر ڈھلک یا بہہ جائے گا ناقض وضو ہوگا۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بہنا کہ اُبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہٖ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صورتیں اُوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقضِ وضو ہے۔

[فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۳۷۲]

بہنے کے قابل خون کسی چیز کو لگ کر خشک ہو جائے۔ اگر ایک درھم سے زائد مقدار میں [یو کے میں 50 پیسے کا سکہ ایک درھم کے برابر ہے] خون کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو اس کا دھونا فرض ہے ایسا خون آلود کپڑا پہن کر نماز جائز نہیں۔ اگر نماز پڑھی تو نہ ہوگی۔ کیونکہ خون نجاست غلیظہ ہے اس کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ نجاستِ غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زِیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں۔ اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو مکروہِ تحریمی ہوئی یعنی ایسی نماز کا اِعادہ واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنّت ہے، کہ بے پاک کیے نماز ہوگئی مگر خلافِ سنّت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۱۸۹]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب	کتبــــــــــــہ
شمس الہدیٰ عفی عنہ	ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنزالایمان یو کے	Date:13-02-2017

ری سائکلنگ والے پانی کا استعمال کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 31

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک انگلینڈ میں بہت سے شہروں میں (Recycled) پانی استعمال ہوتا ہے یعنی گٹروں اور نالیوں کے پانی کو صاف کر کے دوبارہ پائپ لائنوں کے ذریعے گھروں میں پہنچایا جاتا ہے کیا اس سے غسل و وضو ہو جائے گا؟ سائل: امیر عطاری فرام ڈربی - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

ہماری تحقیق کے مطابق انگلینڈ میں گھروں کو سپلائی کیا جانے والا ری سائیکلڈ پانی [Recycled water] طاہر و مطہر ہے۔ اس سے غسل و وضو کرنے سے غسل و وضو ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے یہاں کے ری سائکلینگ سسٹم کو دیکھا اور پڑھا ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ گندے پانی کو سب سے پہلے شہروں سے اکٹھا کیا جاتا ہے پھر (Water treatment plants) میں مختلف کیمیکلز سے اسے صاف کر کے اس صاف شدہ پانی کو ڈائریکٹ [Direct] فیلڈز [کھیتوں] فیکٹریز اور ندی وغیرہ میں بھیجا جاتا ہے مگر گھروں میں انڈائریکٹ [Indirect] سپلائی کیا جاتا ہے یعنی گھروں میں بھیجنے سے پہلے دریا، سمندر یا زمین کے اندر ڈالا جاتا ہے اور پھر دریا سے فلٹر کر کے یا زمین سے کنوؤں کے ذریعے گھروں میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس نقشہ سے واضح ہے۔



امریکہ میں ایسے ہوتا ہے۔ یہاں انگلینڈ میں بھی اسی طرح پانی کو ری سائکلڈ کیا جاتا ہے۔ لنڈن کی ایک کمپنی کے ری سائکلنگ سسٹم کو اس نقشہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔



اس میں بھی پانی کو صاف کر کے دریا میں ڈالا جاتا ہے۔ جہاں سے یہ سوال ہوا ہے یعنی ڈربی، اس شہر کو پانی سپلائی کرنے والی کمپنی کا سسٹم اور پروسیس بھی یہی ہے۔اب اس کے حکم کی تفصیل سنتے ہیں۔

جب نجس پانی کو گٹروں سے (Water treatment plants) میں جمع کر کے صاف کیا گیا تو وہ نجس ہی رہا۔لیکن جب گھروں میں سپلائی کرنے کے لیے دریا یا سمندر میں ڈالا گیا تو اب وہ کثیر ہو گیا اور جاری پانی کے ساتھ ملحق ہو کر جاری بن گیا اور جاری پانی یا ماءِ کثیر میں نجاست پڑ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا جب تک اُس نجاست کا اثر یعنی رنگ بو یا ذائقہ پانی میں ظاہر نہ ہو جائے۔

کثیر پانی کے بارے میں حدیث میں آیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ إِنَّ الْمَاءَ طَاهِرٌ إِلَّا إِنْ تَغَيَّرَ رِيحُهُ أَوْ طَعْمُهُ أَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ" کثیر پانی پاک ہے جب تک نجاست اس کی خوشبو یا ذائقہ یا رنگ نہ بدل دے۔ [السنن الکبری باب الماء الکثیر لا ینجسہ شی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۱۲۷۳]

اور درمختار میں ہے کہ "وَيَجُوزُ (بِجَارٍ وَقَعَتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ وَ) الْجَارِي (هُوَ مَا يُعَدُّ جَارِيًا) عُرْفًا (إِنْ لَمْ يُرَ) أَيْ يُعْلَمْ (أَثَرُهُ) فَلَوْ فِيهِ جِيفَةٌ أَوْ بَالَ فِيهِ رِجَالٌ" بہتے پانی سے وضو جائز ہے اگرچہ اس میں نجاست پڑ جائے۔اس سے پانی ناپاک نہ ہوگا۔جب تک وہ نجاست اس پانی کے اثر یعنی رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے۔اگرچہ جاری پانی میں مردار ہو یا کئی لوگوں نے اس میں پیشاب کر دیا ہو۔

["الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في أن التوضي من العوض...، ج ۱، ص ۳۷۰]

یہ ری سائکلڈ پانی [Recycled water] عام سادہ پانی کی طرح ہوتا ہے اور دریا کا رنگ بو اور ذائقہ اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ اگر اس ری سائکلڈ پانی میں نجاست کا رنگ بو اور ذائقہ ہو بھی پھر بھی اس پانی کے قلیل ہونے کی وجہ سے دریا کا پانی متغیر نہیں ہوتا۔اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر نجاست جاری پانی کے اوصاف یعنی رنگ بو اور ذائقہ کو بدل دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا تو ایسا ناپاک پانی اس وقت پاک ہوگا جب اس میں پاک پانی اتنا ملا دیا جائے کہ نجاست کو بہا لے جائے یا پانی کے رنگ، بُو اور ذائقہ کو عام پانی کی طرح ٹھیک کر دے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہالے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا، اب یہ اس وقت پاک ہوگا کہ نجاست تہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے یا پانی کے رنگ، مزہ، بُو ٹھیک ہو جائیں اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بُو کو بدل دیا تو وضو غسل اس سے جائز ہے جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔

[بہار شریعت ج ا حصہ ۲ پانی کا بیان مسئلہ ۵ ص ۳۳۰]

پتا چلا کہ ایساری سائکلنگ سسٹم جس میں پانی صاف کر کے دریا، ندی یا زمین کے اندر بھیجنے کے بعد گھروں کو سپلائی کیا جاتا ہے وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 9-3-2016

تعویذ یا لوکٹ پہن کر باتھ روم میں جانا کیسا؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 32

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم تعویذ یا آیۃ الکرسی لوکٹ پہن کر باتھ روم میں جاسکتے ہیں۔

سائل: ایاز فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر آیۃ الکرسی لوکٹ کسی چیز یا کپڑے میں چھپا ہوا ہو تو اس کے ساتھ باتھ روم میں جانا جائز ہے اور تعویذ تو عموماً چمڑے یا ریگزین میں سلا ہوا ہوتا ہے لہذا اس کو پہن کر باتھ روم میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ لوکٹ وغیرہ پہننا صرف عورت کے لیے جائز ہے کہ مرد کو اس کی اجازت نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

فقہِ حنفی پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 33

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے غیر مقلدین کی ایک کتاب میں پڑھا اس میں لکھا تھا کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دینا ہی کافی ہے۔ مگر فقہ حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کردہ فرق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں چنانچہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ چھوٹے بچے اور بچی کے پیشاب کی نجاست میں فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ فقہِ حنفی حدیث سے کیوں ٹکراتی ہے؟ سائل: زاہد حسین یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ چھوٹی بچی کے پیشاب پر پانی بہا کر اسے دھویا جائے گا اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں مگر چھوٹے بچے کے پیشاب میں اختلاف ہے کہ اس پر پانی بہایا جائے گا یا چھڑکا جائے گا۔ہم کہتے ہیں کہ اس پر پانی بہایا جائے گا تا کہ وہ دھل جائے۔مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اسے نہیں دھویا جائے بلکہ اس پر پانی کے قطرے چھڑک دیئے جائیں گے بس کیونکہ حدیث میں ایسے ہی آیا۔حالانکہ بچے کے پیشاب کے بارے میں دو طرح کی احادیث ہیں۔(1) وہ احادیث جن میں صراحتاً موجود ہے کہ پیشاب پر پانی بہایا جائے یعنی اسے دھویا جائے گا جو فقہ حنفی کی موید ہیں (2) وہ احادیث جن میں بچے کے پیشاب کے بارے میں رش اور نضح کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی غیر مقلدین پانی چھڑکنا کرتے ہیں اور ہم اس لفظ کی تاویل بہانے سے کرتے ہیں کیونکہ اس کا ایک معنی پانی بہانا بھی آتا ہے تا کہ اُن احادیث کی مخالفت نہ ہو جن میں پیشاب پر پانی بہانے کا حکم ہے۔تا کہ دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق ہو جائے اور اصول بھی یہی ہے۔سب سے پہلے ہم وہ احادیث دیکھتے ہیں جو بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنے کے بارے میں آئیں اور جو غیر مقلدین کی دلیل ہیں۔

حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ".

ابو سمح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے گا۔ (سنن نسائی باب بول الجاریہ حدیث نمبر 305)

نسائی شریف کی اس حدیث کو تو غیر مقلدین لکھتے ہیں مگر خیانت کرتے ہوئے اس حدیث سے پچھلی حدیث کو ذکر نہیں کرتے جو احناف کے موقف کو ثابت کرتی ہے اور جس میں بچے کے پیشاب کو دھونے کا ذکر ہے۔وہ ہم آگے پیش کرتے ہیں۔

جس حدیث میں نضح کا لفظ آیا جس کا معنی پانی چھڑکنا اور پانی بہانا دونوں ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس سے پانی چھڑکنا مراد لیتے ہیں کیونکہ اگر بہانا مراد لیں تو فقہِ حنفی کا مسئلہ ثابت ہوجاتا ہے کہ فقہِ حنفی یہ کہتی ہے پیشاب پر پانی بہایا جائے تا کہ وہ دھل جائے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ "أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ" حضرت ام قیس بنت محصن نامی ایک خاتون سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنا چھوٹا بچہ لے کر آئیں۔ جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگا کر کپڑے پر بہا دیا اور دھویا نہیں یعنی دھونے میں مبالغہ نہ کیا۔

(الصحیح البخاری کتاب الوضوء باب بول الصبیان حدیث نمبر 223/سنن ابو داؤد کتاب الطہارہ حدیث نمبر ۵۲۴)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم. قَالَ فِي الرَّضِيعِ يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ. وَيُغْسَلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ قَالَ قَتَادَةُ هٰذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَطْعَمَا الطَّعَامَ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ پیتے بچے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جائے گا، اور لڑکے کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور قتادہ فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک وہ کھانا نہ کھانے لگے تو پیشاب پر پانی بہایا جائے گا۔ (مسند ابو یعلی باب مسند علی بن ابی طالب ج ا ص ۱۵۴)

اس میں بھی ینضح کا ذکر ہے اس کا معنی بھی پانی بہانا ہے جس ہم آگے بیان کریں گے۔

اس مسئلہ پر فقہِ حنفی کے دلائل

اب وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن میں بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا نہیں بلکہ پانی بہانے کا ذکر ہے اور یہ پانی بہانا ہی دھونا کہلاتا ہے کیونکہ پانی بہانے سے نجاست اس کے ساتھ بہہ جاتی ہے۔

{1} عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهٖ أَنَّهَا أَبْصَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ فَإِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ" حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنی والدہ خیرہ جو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ لڑکے کے پیشاب پر پانی بہادیتی تھیں جب تک وہ کھانا نہ کھاتا اور جب کھانا کھانے لگتا تو اسے دھوتیں، اور لڑکی کے پیشاب کو (دونوں صورتوں میں) دھوتی تھیں۔ (سنن ابی داود باب بول الصبی یصیب الثوب حدیث نمبر ۳۷۹)

{2} عَنْ عَائِشَةَ قالت: "أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ" حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا، تو اس نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا، تو آپ نے پانی منگایا، اور اسے اس پر بہادیا۔

(سنن نسائی باب بول الصبی الذی لم یاکل الطعام /304 صحیح البخاری /الوضوء 222)

یہ وہ حدیث ہے جس کو مصنف چھوڑ گئے تھے۔ لیکن حق واضح ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس میں بچے کے پیشاب پر پانی بہانے کا ذکر ہے اور احناف (حنفی سنیوں) کے نزدیک پانی بہانا ہی دھونا ہے کیونکہ اس سے نجاست زائل ہوجاتی ہے۔

{3} عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُو لَهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ مَرَّةً فَبَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ صُبُّوا عَلَيْهِ الْمَاءَ صَبًّا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا کریں تو ایک مرتبہ ایک بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر خوب پانی بہاؤ۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب کسی بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر پیشاب کردیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَقَالَ دَعُوهُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ۔ اسے چھوڑو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس پر بہایا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۶ رقم الحدیث 24238)

اب تفصیلاً عرض یہ ہے کہ بچے کے پیشاب کو دھونے کے بارے میں آنے والی احادیث میں کئی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

(1) نضح (2) رش (3) اتباع الماء (4) صب اور مسلم شریف کی روایت میں لم یغسلہ غسلا کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

لفظِ نضح دو معانی میں استعمال ہوتا ہے ایک رش یعنی پانی چھڑکنا اور دوسرا صب یعنی پانی بہانا۔

نضح کا معنی

ان احادیث میں لفظ نضح کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا کیونکہ اہل عرب یہ لفظ بول کر صب (پانی بہانا) مراد لیتے ہیں۔

دلیل

(1): جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَدِينَةً يَنْضَحُ الْبَحْرُ بِجَانِبِهَا۔ میں ایسے شہر کو جانتا ہوں جس کے کناروں کو سمندر تر کرتا ہے۔ یعنی کناروں پر پانی بہاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۲)

اور یہاں اس کا ترجمہ چھڑکنا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کوئی سمندر بھی پانی چھڑکتا نہیں بلکہ بہاتا ہے۔

(2): مذی جو پیشاب کے حکم میں ہوتی ہے جس کو بالاتفاق دھونا ضروری ہے اس کے لیے ایک حدیث مبارکہ میں نضح استعمال ہوا ہے اور وہاں یہ صبّ کے معنی میں ہے۔ بہانا احناف کے نزدیک دھونا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَكْفِيكَ أَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهِ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَ مِنْهُ " قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ ۔ تو ایک چلو پانی لے اور اسے کپڑے پر جہاں مذی کو دیکھے کہ وہ لگی ہے بہا لے یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ان کے نزدیک یہاں دھونا ہی ضروری ہے۔

(سنن ترمذی باب ماجاء فی المذی یصیب الثوب حدیث نمبر ۱۱۵ / سنن ابی داود کتاب الطہارۃ حدیث نمبر ۲۱۰، سنن / ابن ماجہ کتاب الطہارۃ حدیث نمبر ۵۰۶)

رش کا معنی: رش بھی دو معانی کا احتمال رکھتا ہے ایک چھڑکنا اور دوسرا دھونا۔

دلیل

(1): عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ رُشِّيهِ وَصَلِّي فِيهِ "حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کپڑے کے بارے میں پوچھا جس میں حیض کا خون لگ جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے کھرچ دو، پھر پانی سے مل دو، پھر اس اسے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو۔

(سنن ترمذی باب ما جاء فی غسل دم الحیض من الثوب حدیث نمبر ۱۳۸ / الصحیح البخاری کتاب الوضوء حدیث نمبر ۲۲۷)

سب کے نزدیک یہاں خونِ حیض کو دھویا جائے گا مگر یہاں اس کے لیے رش کا لفظ استعمال ہوا۔

اور جو دیگر الفاظ احادیث مبارکہ میں آئے مثلاً صب الماء اور اتباع الماء ان کا مطلب واضح ومحکم ہے اور وہ پانی بہانا ہے۔ احناف کے نزدیک بہانا ہی دھونا ہے۔

تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موقف کی بنیاد واضح اور محکم الفاظ پر رکھی جس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ نضح اور رش کی تاویل صب کے ساتھ فرما کر اس سے بھی دھونا مراد لیا تاکہ آثار کے درمیان تطبیق دی جاسکے اور احادیث کے اندر باہم تضاد کو ختم کیا جاسکے۔ اور سب حتی کہ فی زمانہ وہابیہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ احتیاط یہی ہے کہ بچے کے پیشاب کو بھی دھویا جائے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عبادات میں بہت محتاط مزاج کے مالک ہیں، اس لیے آپ نے بچہ اور بچی کے پیشاب میں کسی فرق کو نہ کیا اور دونوں کو دھونے کا فتوی ارشاد فرمایا۔

اور یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کے بارے میں روایات مختلف ہوں تو تطبیق یا ترجیح کے اصول پر عمل کرتے ہوئے۔ ان روایات میں تطبیق دی جاتی ہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو یا کسی ایک روایت کو راجح قرار دے کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب کا مسلمہ اصول ہے۔ جیسا کہ تدریب الراوی اور شرح نخبہ میں ہے کہ

أَنْ یَأْتِیَ حَدِیْثَانِ مُتَضَادَّانِ فِی الْمَعْنَی ظَاهِرًا أَفَیُوَفَّقُ بَیْنَهُمَا أَوْ یُرَجَّحُ أَحَدُهُمَا۔

(تدریب الراوی شرح تقریب للامام جلال الدین سیوطی النوع السادس والثلاثون ص ۱۸۵)

هو أن یأتی حدیث مضاد لآخر فی الظاهر فیوفّق بینهما　(تحقیق الرغبة فی توضیح النخبة ص ۶۰)

یعنی دو حدیثیں ظاہری معنی میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو ان کے درمیان تطبیق دی جاتی ہے یا ان میں سے ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ دودھ پیتے بچے اور بچی کے پیشاب کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ نجس ہے۔

احناف نے یہی تطبیق بین الروایات کا اصول اپناتے ہوئے کہا کہ بچے کے پیشاب کو دھونے اور اس پر پانی چھڑکنے کی دونوں روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ بچے کے پیشاب کو دھونے اور مطلق پیشاب سے بچنے کی روایات صریح اور عام ہیں اور سنداً بھی مضبوط ہیں اور ہر طرح کے احتمال اور ادراج سے بھی مبرا و پاک لہذا ان پر عمل کرتے ہوئے جن روایات میں رش اور نضح کے الفاظ آئے ہیں ان کو پانی بہانے کے معنی میں لیں گے کیونکہ ان کا ایک معنی بہانا بھی ہے جو کہ سب کو مسلم ہے۔ اس طرح تمام احادیث قابل عمل ہوگئیں اور سب پر عمل ہوگیا۔ جیسا کہ التمہید میں ہے کہ۔ قال أبو عمر النضح فی هذا الموضع صب الماء من غیر عرک اس مقام میں نضح کا معنی بہانا بغیر ملنے کریں گے۔　(التمہید لما فی الموطا الحدیث العاشر ص ۱۰۸)

علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری کی تشریح

آئے اب یہ سب کچھ علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری سن لیتے ہیں جن کی وہابیہ چھپ چھپ کر تقلید کرتے اور ان کی بحثوں کو چرا کر اپنے من گھڑت مذہب کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لا تخالف بین الروایتین أی بین نضح ورش لأن المراد به أن الابتداء کان بالرش وهو تنقیط الماء وانتهی إلی النضح وهو صب الماء ویؤیده روایة مسلم فی حدیث عائشة من طریق جریر عن هشام فدعا بماء فصبه علیه ولأبی عوانة فصبه علی البول یتبعه إیاه۔

آپ فرماتے ہیں کہ جن روایات میں رش کے الفاظ آئے ہیں وہ ان کے خلاف نہیں جن میں نضح کے الفاظ ذکر ہوئے کیونکہ ابتدا رش سے ہی ہوتی ہے یعنی پانی پہلے چھڑکا جاتا ہے اور انتہاء نضح پر ہوتی ہے۔ اور نضح کا مطلب پانی کو بہانا ہے امام مسلم کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر بہایا اور ایسا ہی ابوعوانہ کی روایت میں آیا۔ (فتح الباری باب بول الصبیان ج ۱ ص ۳۲۷)

اور امام خطابی فرماتے ہیں کہ قُلتُ النضح فی ھذا الموضِعِ الغَسْلمیں کہتا ہوں کہ اس جگہ نضح سے مراد دھونا ہے۔ (معالم السنن جلد ۱ ص ۲۲۳)

اب کچھ اشکالات کے جوابات

اشکال

جب بچہ اور بچی دونوں کے پیشاب کو دھویا ہی جائے گا تو احادیث میں ان کے الگ الگ الفاظ کیوں استعمال ہوئے اور دونوں کے بارے میں یغسل (دھویا جائے) کیوں نہ آیا؟

جواب:

اس کے فقہاء نے دو جواب دیئے ہیں۔

(1) بچی کے پیشاب میں بدبو زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو دھونے کے بعد بھی بدبو باقی رہ جائے گی۔ اس لیے اس کے لیے یغسل کا صیغہ استعمال ہوا جب کہ بچے کے پیشاب میں عفونت کی کمی کی وجہ سے بدبو زیادہ نہیں ہوتی اس لیے اسے تھوڑا دھونے سے ہی اس کی بو زائل ہوجائے گی۔ اس وجہ سے اس کے لیے صبّ (پانی بہانا) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(2) لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اس کا پیشاب ایک جگہ پر گرتا ہے تو اس پر اگر خالی پانی بہا دیا جائے تو کپڑا دھل جائے گا اور جبکہ لڑکی کے پیشاب کا مخرج کشادہ ہوتا ہے اور اس کا پیشاب کپڑے کی مختلف جگہوں پر گرتا ہے جس کی وجہ بعض اوقات سارے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا ہے اور سارے کو دھونا

پڑتا ہے۔اس وجہ احادیث میں ان کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال ہوئے۔

اشکال

بعض روایات میں بچے کے پیشاب کے بارے میں لم یغسلہ (اسے دھویا نہ جائے گا) کے الفاظ آئے ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب

بخاری شریف میں جو لَمْ یَغْسِلْہُ کے الفاظ آئے ہیں ان کے بارے میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قوله ولم يغسله ادعى الأصيلي أن هذه الجملة من كلام بن شهاب راوي الحديث وأن المرفوع انتهى عند قوله فنضحه قال و كذلك روى معمر عن بن شهاب و كذا أخرجه بن أبي شيبة قال فرشه لم يزد على ذلك انتهى. وقد أخرجه عبد الرزاق عنه بنحو سياق مالك لكنه لم يقل ولم يغسله:

امام اصیلی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا لم یغسلہ کہنا حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ ابن شہاب راوی حدیث کے الفاظ ہیں حدیث مرفوع صرف فنضحہ تک ہے اور ایسے ہی معمر نے ابن شہاب سے روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے فرشہ تک حدیث مبارکہ کو لکھا اس پر زائد کوئی لفظ نہیں کیا اور دلیل یہ دی کہ مصنف عبدالرزاق میں یہی روایت امام مالک ہی سے ہے اور اس میں لَمْ یَغْسِلْہُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ (فتح الباری باب بول الصبیان ج ۱ ص ۳۲۷)

اگر یہ الفاظ روایت کے بھی ہوں تو امام مالک اس روایت کے راوی ہیں اور قاعدہ ہے کہ راوی اپنی مروی روایت کے خلاف نہیں کرتا ورنہ اس کی عدالت ساقط ہوجائے گی۔جبکہ امام مالک بچے کے پیشاب کے دھونے کے قائل ہیں تو انہوں نے لَمْ یَغْسِلْہُ کو دھونے میں مبالغہ کی نفی پر محمول کیا ہے۔یعنی دھونے میں مبالغہ نہیں کیا جائے گا۔اور راوی روایت کا معنی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے۔اس لئے مطلق دھونے کی نفی نہیں بلکہ مبالغہ کے ساتھ دھونے کی نفی ثابت ہوتی ہے جس کے احناف بھی قائل ہیں۔

اس پر ہمارے پاس مسلم شریف کی روایت دلیل ہے۔جس میں لَمْ یَغْسِلْہُ غَسْلاً کے الفاظ موجود ہیں۔

نحو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے آتا ہے جو مبالغہ کا معنی دیتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل موکد ہو اور اس پر نفی داخل ہو تو نفی فعل کی نہیں بلکہ تاکید کی ہوتی ہے۔ یعنی یہاں پر نفی دھونے کی نہیں بلکہ تاکید کی نفی مراد ہے یعنی مبالغہ کے ساتھ نہیں دھویا جائے۔

یزدانی صاحب آپ نے تو اپنی کتاب احناف کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف میں بیہودہ اشعار کی بھرمار کردی میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ کتاب کو مرتب کرنے کے لیے کسی حد تک صفحات کی تعداد مقصود ہوتی ہے اور آپ نے بعض اوقات تو اپنے زعم باطل کے ثبوت میں وزن و بحر بھی توڑ ڈالی۔ حضرت اگر میں چاہتا تو تیری مدح بمعنی ذم میں یہاں بہت سے اشعار لکھتا کہ میں عالم بحر بھی ہوں اور اللہ عزوجل کے کرم سے علم عروض بھی جانتا ہوں لیکن میں اپنے قلم کو صرف اپنے آقا و مولی کی نعت میں ہی استعمال کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

غیر مقلدین کی بددیانتی

غیر مقلدین نے بددیانتی سے اپنا دامن آلودہ کرتے ہوئے نسائی شریف کی روایت نمبر 305 پیش کی مگر اسی روایت سے پچھلی حدیثِ صریح نمبر 304 ان کو نظر نہ آئی جو احناف کے موقف کو ثابت کرتی تھی اور جس میں بچے کے پیشاب پر پانی بہانے کا ذکر ہے۔

اور ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ نجاست کو بہانا ہی ہمارے نزدیک نجاست کو دھونا ہے۔ اگر یہ حدیث اسی کتاب میں آگے کسی جگہ ہوتی تو ہم حسن ظن کرتے ہوئے اس کو اس بات پر محمول کرتے کہ شاید مصنف کو یہ حدیث نظر نہ آئی ہو۔ مگر افسوس کہ اسی حدیث کے پیچھے یہ حدیث موجود ہے۔ اس کے باوجود بھی اس صریح حدیث مبارکہ سے احتراز کرنا کتنی بڑی بددیانتی ہے۔ اور پھر بعض کو چھوڑنا اور بعض پر عمل کرنا نہ ہوا۔

غیر مقلدوں کی عجیب ٹیڑھی سوچ

یہاں پر بچے کا پیشاب پاک ظاہر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک و طاہر

پیشاب کے بارے میں نظریہ پڑھیئے اور استغفار کیجئے۔ غیر مقلدین کے امام حافظ عبداللہ محدث روپڑی علیہ ما علیہ صاحب سے سوال ہوا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پاک ہے۔ کیونکہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ درد نہیں ہوگا۔

اس سوال کے جواب میں محدث عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے۔ رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ یہ علاج ہے بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ (فتاوی اھلحدیث جلد اول ص ۲۵۰۔ ۲۵۱)

غیر مقلدین سے میرے چند سوالات

سوال (1)

اگر آپ لوگ یعنی غیر مقلدین احناف کی دی ہوئی تطبیق بین الاحادیث اور دیئے گئے ان جوابات کا انکار کریں اور یہ تسلیم نہ کریں تو آپ لوگوں سے میری عرض یہ ہے کہ وہ اوپر پیش کی گئی تمام احادیث میں مطابقت کی صورتوں کو پیش کرو اور تمام احادیث میں یوں تطبیق دے کر دکھاؤ کہ سب پر عمل ممکن ہو سکے جیسے کہ احناف نے اپنے اس فریضے کو ادا کیا ہے اور سب میں تطبیق دے کر ان سب احادیث پر عمل کر کے دکھایا ہے۔

سوال (2)

آپ کے نزدیک بچے کا پیشاب نجس ہے یا نہیں؟ اگر نجس نہیں پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا کیونکہ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ۔

سوال (3)

اگر نجس نہیں تو اس پر پانی چھڑکنے کا پھر کیا مطلب ہوا؟ کیونکہ پاک چیز تو پاک ہی ہے اس پر پانی چھڑکنے کی بھی حاجت نہیں۔

سوال (4)

اگر بچے کا پیشاب تمہارے نزدیک نجس ہے تو کس عمر تک بچہ کے پیشاب کو نہیں دھویا جائے گا بلکہ اس پر صرف پانی چھڑکا جائے گا؟

سوال (5)

کتنا کھانا کھانے لگے تو اس کا پیشاب دھویا جائے گا۔ مثلاً دو یا تین ماہ کا بچہ اگر سیریل وغیرہ کھانے لگے اور اپنی ماں کا دودھ بھی پیتا ہو تو کیا اس کا پیشاب دھویا جائے گا یا نہیں۔ پھر وہ بچے جو سیریل کھاتے ہیں وہ بھی مختلف ہیں کچھ تو ایک یا دو چمچ کھاتے ہیں اور دودھ زیادہ پیتے ہیں اور کچھ سیریل زیادہ کھاتے ہیں اور دودھ کم پیتے ہیں۔ تو پھر ان دونوں میں سے کس کا پیشاب دھویا جائے اور کس کا نہیں؟

سوال (6)

یہ بھی بتایا جائے کہ بچہ غذاؤں میں سے کونسی غذا کھائے تو اس کا پیشاب دھویا جائے گا؟ اگر تم کہتے ہو کہ دودھ کے علاوہ جو بھی کھائے تو اس کا پیشاب نجس اور اس کو دھویا جائے گا پھر میرا سوال یہ ہے کہ شہد یا کھجور تو بچے کو پہلے دن ہی گھٹی کے طور پر کھلا دی جاتی ہے تو اب اس بچے کے پیشاب کے بارے میں تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟ اور ان تمام سوالات کے جوابات حدیث مبارکہ سے مطلوب ہیں کیونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ فقہ حنفی احادیث پر عمل کرتی ہے نہ کہ ان کی مخالفت۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2015

اگر یوزڈ واٹر آرگنز کو لگ جائے تو کیا دوبارہ ان کو دھونا پڑھے گا؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 34

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے وضوخانوں کے فلورز (Floors) پر یوزڈ واٹر (Used water) کے قطرے پڑے ہوتے ہیں جو وضو مکمل کرنے والوں کے آرگنز سے گرتے ہیں اور پھر وہ لوگوں کے پاؤں کو لگتے ہیں تو کیا اس صورت میں انہیں پاؤں دوبارہ دھونے پڑیں گے۔

سائل: عبداللہ کونٹری یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

پاؤں پر وضو کا مستعمل پانی (Used water) کے لگ جانے سے اسے دھونا ضروری نہیں ہے کیونکہ مستعمل پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

حدث اکبر کی صورت میں نماز کا وقت مختصر ہو تو؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 35

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر غسل واجب تھا

لیکن اسے پتا نہیں چلا جب وہ سو کر اٹھا تو نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔ اگر غسل کرتا ہے تو نماز کا وقت ختم ہو جائے گا۔ ایسے شخص کے لیے کیا حکم شریعت ہے؟　سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ غسل میں مصروف ہوگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور بعد میں غسل کر کے نماز کو دوبارہ پڑھے اور دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وُضو یا غُسل کریگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وُضو یا غُسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۵۲]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 21-9-2016

پیریڈز کی حالت میں مسجد میں جانا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 36

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے مسجد میں میلاد کی محفل میں جانا جائز ہے جب وہ حیض کی حالت میں ہو؟　سائل: نجیم فرام لندن- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

حالتِ حیض میں عورت کے لیے مسجد میں جانا ناجائز وحرام ہے اگرچہ وہ محفل میلاد میں شرکت کے لیے ہو جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَيَحْرُمُ بِالْحَدَثِ الْأَكْبَرِ دُخُولُ مَسْجِدٍ وَلَوْ لِلْعُبُورِ أَيِ الْمُرُورِ" جسے حدث اکبر ہو یعنی جنبی یا حیض ونفاس والی عورت کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اگرچہ مسجد سے گزرنے کے لیے ہی ہو۔

[در مختار مع رد المحتار باب سنن الغسل ج ۱ ص ۲۹۳]

اور اس بارے میں حدیث بھی موجود ہے جسے علامہ شامی نے دلیل بنایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

"جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ، فَقَالَ: وَجِّهُوا هٰذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حال یہ تھا کہ بعض صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد سے لگتے ہوئے کھل رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان گھروں کے رخ مسجد کی طرف سے پھیر کر دوسری جانب کرلو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [مسجد میں یا صحابہ کرام کے گھروں میں] داخل ہوئے اور لوگوں نے ابھی کوئی تبدیلی نہیں کی تھی، اس امید پر کہ شاید ان کے متعلق کوئی رخصت نازل ہو، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ان کے پاس آئے تو فرمایا: "ان گھروں کے رخ مسجد کی طرف سے پھیر لو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔

[سنن ابی داود کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یدخل المسجد رقم الحدیث 232]

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-12-2016

فلوٹنگ ٹیتھ کا مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 37

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دو دانتوں کے درمیان گیپ کو فل کرنے کے لیے میرے ڈینٹسٹ ڈاکٹر نے فلوٹنگ ٹیتھ [Floating teeth] لگانے کا کہا ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی حل نہیں۔ میری پریشانی یہ ہے کہ یہ نقلی دانت اصلی دانتوں کی دونوں سائڈز کو چھپالے گا اور اب وضو میں کلی کے دوران پانی اس نقلی دانت کو چھوئے گا جبکہ اصلی دانتوں کی دونوں سائڈز کو نہیں چھوئے گا کیا وضو ہو جائے گا اور دانت لگانے کا حکم کیا ہے؟

سائلہ: شبینہ فرام برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

وضو تو ہو جائے گا کیونکہ وضو میں کلی سنت موکدہ ہے نہ کہ فرض۔ البتہ فرض غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔ اگر وہ فلوٹنگ دانت اس طرح لگایا گیا ہے کہ بوقتِ ضرورت نکالا جا سکتا ہے تو اس کو اتار کر کلی کے دوران اچھی طرح پانی منہ کے پرزوں اور دانتوں کے خلا کے درمیان بہانا ضروری ہے اور اگر وہ دانت اس طرح لگایا گیا ہے کہ اسے نکالنا دشوار ہے اور حرج میں ڈالتا ہے یا نکالا ہی نہیں جا سکتا بلکہ توڑنا ہی پڑے گا تو اسے نکالنے کی ضرورت نہیں اس کو نکالے بغیر بھی غسل ہو جائے گا۔ ہماری شریعت ایسے معاملات میں آسانی عطا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ۔ اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ:۶]

موضع حرج معاف ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت بیان فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں۔

اس کے آگے سیدی اعلی حضرت نے کئی مواضع حرج کو بیان فرمایا مثلاً۔ ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہے معافی ہونی چاہئے اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دے گا نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی۔ یوں ہی اگر اُکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلاً برادہ آہن و مقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جمے ہوئے چُونے کی مثل اس کی بھی معافی چاہئے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲-۱ ص ۲۰۹]

جب اس مسالے کے نیچے پانی بہانا معاف ہے جس سے دانت کو جمایا گیا تو اس خلا میں بھی پانی بہانا معاف ہو جائے گا جس کو مصنوعی دانت نے بند کر دیا کیونکہ جس طرح اس مسالے کو اکھاڑنے میں حرج ہے اسی طرح اس مصنوعی دانت کو اکھاڑنے میں حرج۔

اور دانت لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں انسان اپنا ٹوٹا ہوا دانت بھی لگا سکتا ہے اور کسی شرعی طور پر مذبوح جانور کا بھی اور پتھر وغیرہ کا دانت لگانے میں تو بالکل حرج نہیں۔ کیونکہ آئمہ احناف میں اختلاف تو اپنا دانت لگانے میں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ کہتے اور امام یوسف فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور فتوی امام یوسف کے قول پر ہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول سے رجوع کر چکے۔ سیدی اعلی حضرت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ

والصحیح انه عظم فلا ینجس ولو من میتة وقد نص فی البدائع والکافی والبحر والد روغیرھا ان سن الانسان طاھرة علی ظاھر المذھب وھو الصحیح وان مافی الذخیرة وغیرھا من انھا نجسة ضعیف فارتفع الاشکال کیف لاوقد رجع عنه الامام۔

اور صحیح یہ ہے کہ دانت ایک ہڈی ہے، تو وہ اگرچہ ایک مُردے ہی کا ہو نجس نہ ہوگا۔ اور بدائع، کافی بحر، درمختار وغیرہا میں تصریح ہے کہ انسان کا دانت پاک ہے، یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اور ذخیرہ وغیرہا میں جو لکھا کہ نجس ہے یہ قول ضعیف ہے، تو اشکال دُور ہو گیا۔ پھر یہ کیسے نہ ہو جب کہ امام اس سے رجوع کر چکے ہیں۔ [فتاوی رضویہ ج ۲-۱ ص ۲۱۰]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-6-2016

عورت کے کان یا ناک میں زیور ڈالنے کے سوراخ بند نہ ہوں تو؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 38

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کے کانوں اور ناک میں جیولری پہننے کے سوراخ ہوں تو کیا فرض غسل کرتے وقت ان میں پانی بہانا ضروری ہے۔

سائلہ: سارا فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر جیولری پہننے سے یہ سوراخ بند نہیں ہوئے تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر زیور کے پہنے ہونے کی وجہ سے یہ سوراخ تنگ ہوں تو پانی ڈالتے وقت اس زیور [کانٹوں یا نتھ] کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں اور کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا یہی حکم ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔ کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۱۷]

اگر زیور وغیرہ نہ پہننے کی وجہ سے کانوں اور ناک کے زیور ڈالنے کے سوراخ بند ہو گئے ہوں تو اب ان کے بارے میں کسی پریشانی کی ضرورت نہیں اور نہ کسی ایکسٹرا احتیاط کی حاجت کیونکہ ان میں پانی بہانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں [یہاں پانی بہانا ضروری

نہیں] مثلاً: آنکھوں کے ڈھیلے، عورت کے گندھے ہوئے بال، ناک کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہو گئے۔

[فتاوی رضویہ ج ۴-۱ ص ۶۰۶]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
شمس الھدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 27-1-2016

غسل کا طریقہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 39

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسلِ فرض کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سائل: محمد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

غسل کے تین فرائض ہیں جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ وَهِيَ ثَلَاثَةٌ الْمَضْمَضَةُ وَالِاسْتِنْشَاقُ وَغَسْلُ جَمِيعِ الْبَدَنِ عَلَى مَا فِي الْمُتُونِ (1) کلی کرنا (2) ناک میں پانی چڑھانا (3) تمام ظاہر بدن پر پانی بہانا۔

(فتاوی ھندیہ ج1 ص13)

(1) کلی کرنا

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی کلی کرنے کے بارے میں تحریر کا خلاصہ ہے کہ کلی اس طرح کرے کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔ اسی طرح

داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہ میں، دانتوں کی کھڑکیوں اور جڑوں اور زبان کی ہر کروٹ پر بلکہ حلق کے کنارے تک پانی بہے۔ روزہ نہ ہو تو غرغرہ بھی کر لیجئے کہ سنّت ہے۔ دانتوں میں چھالیہ کے دانے یا بوٹی کے ریشے وغیرہ ہوں تو ان کو چھڑانا ضروری ہے۔ ہاں اگر چھڑانے میں ضرر (یعنی نقصان) کا اندیشہ ہو تو مُعاف ہے۔ غُسل سے قبل دانتوں میں ریشے وغیرہ محسوس نہ ہوئے اور رہ گئے نَماز بھی پڑھ لی بعد کو معلوم ہونے پر چُھڑا کر پانی بہانا فرض ہے، پہلے جو نَماز پڑھی تھی وہ ہو گئی۔ جو ہلتا دانت مسالے سے جمایا گیا یا تار سے باندھا گیا اور تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو مُعاف ہے۔ (فتاوی رضویہ ج1 ص 439_440)

(2) ناک میں پانی چڑھانا

ناک میں پانی چڑھاتے وقت یہ خیال رہے کہ ناک کی سخت ہڈی کے شُروع تک دُھلنا لازِمی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب پانی کو سُونگھ کر اوپر کھینچے۔ یہ خیال رہے کہ بال برابر بھی جگہ دُھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غُسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر اگر رینٹھ سُوکھ گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ تیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ ج1 ص 439_440)

(3) تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا

سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر ہر حصہ پر پانی کا بہ جانا ضروری ہے، جسم کی بعض جگہیں ایسی ہیں کہ اگر احتیاط نہ کی تو وہ سُوکھی رہ جائیں گی اور غُسل نہ ہوگا۔

فقہ حنفی میں غسل کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دل میں اس طرح نیت کیجئے کہ میں پاکی حاصل کرنے کیلئے غسل کرتا ہوں۔ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار دھوئیے، پھر استنجے کی جگہ دھوئیے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو، پھر جسم پر اگر کہیں نجاست ہو تو اُس کو دُور کیجئے پھر نماز کا سا وضو کیجئے اگر پاؤں رکھنے کی جگہ پر پانی جمع ہے تو پاؤں نہ دھوئیے، اور اگر سخت کنکریٹ کے فرش پر جیسا کہ آج کل ہوتا ہے پر غسل کر رہے ہیں تو پاؤں بھی دھو لیجئے، پھر بدن

پر تیل کی طرح پانی چپڑ لیجئے، خصوصاً سردیوں میں پھر تین بار سیدھے کندھے پر پانی بہائیے، پھر تین بار اُلٹے کندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار، پھر غسل کی جگہ سے الگ ہوجائیے، اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لیجئے۔ تمام بدن پر ہاتھ پھیر کر مل کر نہائیے، ایسی جگہ نہائیے کہ کسی کی نظر نہ پڑے، دورانِ غسل کسی قسم کی گفتگو مت کیجئے، کوئی دُعا بھی نہ پڑھئے، نہانے کے بعد تولیہ وغیرہ سے بدن پُونچھنے میں حرج نہیں۔ نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لیجئے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-7-2016

غسل کرتے وقت دانتوں کو فلوس کرنا ضروری ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 40

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فرض غسل کرنے سے پہلے مجھے دانتوں کے خلا کو تنکے یا کسی اور چیز سے صاف کرنا ضروری ہے؟　سائل: یوسف　فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کوئی سخت چیز دانتوں کے درمیان موجود ہو جو پانی کے بہنے کو روکے گی تو فرض غسل کرتے وقت اس چیز کو نکالنا ضروری ہے تاکہ دانتوں کے درمیان پانی پہنچ سکے اگر ایسا نہ کیا تو غسل ادا نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جدا کرنے میں

ضرر یا حرج لاحق نہ ہو۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ فرماتے ہیں "اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اُسے جُدا کر کے کُلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

ہاں اگر اُس کے جُدا کرنے میں حرج وضرر واذیت ہو جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑ دے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو جب تک یہ حالت رہے گی اس قدر کی معافی ہوگی فان الحرج مدفوع بالنص (اس لیے کہ نص سے ثابت ہے کہ جہاں حرج ہو اسے دفع کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ ج1-2ص593)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

غسل کے بعد وضو کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 41

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فرض غسل کے بعد نماز وغیرہ کے لیے وضو کرنا ضروری ہے؟

سائل: الیسین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

فرض غسل کے بعد نماز کے لیے نیا وضو کرنے کی حاجت نہیں ہے، اگر غسل سے لے کر نماز تک کوئی ناقضِ وضو [وضو توڑنے والی شئ] نہ پایا گیا ہو۔ کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہایا جاتا ہے جس میں ضمناً وہ اعضاء دھل جاتے ہیں جن کا دھونا وضو میں فرض ہوتا ہے۔ لہذا فرض غسل کے بعد بغیر نیا وضو کیے نماز پڑھ سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-1-2016

قد صح الجواب

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کانوں کے سوراخ [Piercing] بند ہوں تو غسل کرنے میں احتیاط

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 42

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے کانوں اور ناک کے سوراخ بند ہو گئے ہیں لیکن ابھی بھی کوئی چیز کچھ پریشر کے ساتھ دبا کر ڈالی جائے تو چلی جائے گی کیا مجھے غسل میں اس کے بارے میں کوئی ایکسٹرا احتیاط کرنی چاہیے۔

سائلہ: فرزانہ فرام لنڈن- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ کو غسل کرتے وقت کسی ایکسٹرا احتیاط کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کے کانوں اور ناک کے زیور ڈالنے کے

سوراخ بند ہوگئے ہیں۔جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرّہ ہر رونگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں[یہاں پانی بہانا ضروری نہیں] مثلاً: آنکھوں کے ڈھیلے،عورت کے گندھے ہوئے بال، ناک کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہوگئے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-1-2016

کتا کپڑے کو چاٹ لے تو؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 43

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم انگلینڈ کے رہائشی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ادھر کتے ہر جگہ ہوتے ہیں تو اگر کوئی کتا ہمیں چاٹ لے اور ہم نماز کو جا رہے ہوں تو کیا ہمیں اپنے کپڑے تبدیل کرنے ہوں گے۔

سائل:توقیر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر کتے نے کپڑے کو فقط چھوا ہے تو کپڑا پاک ہے۔لیکن اگر کتے نے کپڑے کو چاٹ لیا اور اس کا لعاب بقدرِ درھم کپڑے کو لگ گیا تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا کیونکہ اس کا لعاب ناپاک ہے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور (جوٹھا) اور عرق (پسینہ) ہمارے نزدیک نجس ہے۔ (فتاوی رضویہ ج4ص408)

اور بہار شریعت میں ہے کہ کُتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو بدن اور کپڑا پاک ہے، ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کردے گا۔

(بہار شریعت ج1حصہ2ص395)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2016

موزوں پر مسح کی مدت سونے سے شروع ہوگی یا اٹھنے سے

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 44

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی وضو کر کے موزے پہن کر سویا تو اس کی مدتِ مسح سونے سے شروع ہوگی یا اٹھنے سے۔ سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جب وضو ٹوٹتا ہے اس وقت سے مسح کی مدت کا شمار ہوتا ہے مثلاً صبح کے وقت وضو کر موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے کیونکہ اس کا وضو گذشتہ ظہر کے

وقت ٹوٹا تھا۔

غافل ہو کر لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹتا ہے لہذا جب وہ غافل ہو کر لیٹ کر سویا تو اسی وقت سے موزوں پر مسح کی مدت شروع ہوگی نہ کہ اٹھنے سے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2016

میت کو غسل دینے کا طریقہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 45

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی سکول آف تھاٹ میں میت کو غسل دینے کا طریقہ کیا ہے؟ سائل: عکاش فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

احناف کے مطابق میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس تختہ پر میت کو غسل دینے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی کسی چیز میں سلگتی ہوئی خوشبو لے کر اُسے اتنی بار تختے کے گرد پھرائیں اور اُس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے

وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو پاک صابون سے دھوئیں صابون نہ ہو تو خالی پانی سے دھونا بھی کافی ہے، پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتوں سے جوش دیا ہوا پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہیں کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھوڈالیں دوبارہ وضو غسل کروانے کی حاجت نہیں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

یُوَضَّأُ وُضُوءَہُ لِلصَّلَاۃِ... وَلَا یُمَضْمِضُ وَلَا یَسْتَنْشِقُ. کَذَا فِی فَتَاوَی قَاضِی خَان. وَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ یَجْعَلُ الْغَاسِلُ عَلَی أُصْبُعِہِ خِرْقَۃً رَقِیقَۃً وَیُدْخِلُ الْأُصْبُعَ فِی فَمِہِ وَیَمْسَحُ بِہَا أَسْنَانَہُ وَشَفَتَیْہِ وَلَہَاتَہُ وَلِثَتَہُ وَیُنَقِّیہَا وَیُدْخِلُ فِی مَنْخِرَیْہِ أَیْضًا... وَالصَّحِیحُ أَنَّہُ یَمْسَحُ رَأْسَہُ وَلَا یُؤَخِّرُ غَسْلَ رِجْلَیْہِ وَالْغُسْلُ بِالْمَاءِ الْحَارِّ أَفْضَلُ عِنْدَنَا. کَذَا فِی الْمُحِیطِ. وَیُغْلَی الْمَاءُ بِالسِّدْرِ أَوْ بِالْحُرْضِ فَإِنْ لَمْ یَکُنْ فَالْمَاءُ الْقَرَاحُ. کَذَا فِی الْہِدَایَۃِ وَیُغَسِّلُ رَأْسَہُ وَلِحْیَتَہُ بِالْخِطْمِیِّ وَإِنْ لَمْ یَکُنْ فَبِالصَّابُونِ وَنَحْوِہِ کَذَا فِی التَّبْیِینِ فَإِنْ لَمْ یَکُنْ فَیَکْفِیہِ الْمَاءُ الْقَرَاحُ. کَذَا فِی شَرْحِ الطَّحَاوِیِّ ثُمَّ یُضْجَعُ عَلَی شِقِّہِ الْأَیْسَرِ فَیُغَسِّلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتَّی یَرَی أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إلَی مَا یَلِی التَّخْتَ مِنْہُ ثُمَّ یُضْجَعُ عَلَی شِقِّہِ الْأَیْمَنِ فَیُغَسِّلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتَّی یَرَی أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إلَی مَا یَلِی التَّخْتَ مِنْہُ، لِأَنَّ السُّنَّۃَ ہِیَ الْبُدَاءَۃُ بِالْمَیَامِنِ ثُمَّ یُجْلِسُہُ وَیُسْنِدُہُ إلَیْہِ وَیَمْسَحُ بَطْنَہُ مَسْحًا رَفِیقًا تَحَرُّزًا

عَنْ تَلْوِیثِ الْکَفَنِ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَیْءٌ غَسَلَهُ وَلَا یُعِیدُ غَسْلَهُ وَلَا وُضُوءَهُ ثُمَّ یُنَشِّفُهُ بِثَوْبٍ کَیْ لَا تَبْتَلَّ أَکْفَانُهُ"

("الفتاوی الھندیة"، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی، ج ۱، ص۱۵۸)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-09-2017

ناپاکی کی حالت میں ذکر اللہ کرنا کیسا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 46

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد یا عورت کو ناپاکی [جنابت] کی حالت میں ذکر اللہ کرنا جائز ہے؟

سائل: یوسف فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

قرآن پاک کی قرات کے علاوہ ناپاکی [جنابت وغیرہ] حالت میں تمام اذکار کلمہ ودرود شریف وغیرہ کرنا جائز ہے بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کرکے کیا جائے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ

درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں انھیں حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا کلی کرکے پڑھیں۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ مسئلہ ۱۴ ص ۳۲۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ]

بلکہ عورتوں کے لیے تو مستحب ہے کہ ایام حیض میں کلمہ شریف یا درود شریف وِرْدِ زبان رہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ اَور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اوران چیزوں کو وُضو یا کُلّی کرکے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی حَرَج نہیں اوران کے چھونے میں بھی حَرَج نہیں۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ مسئلہ ۷ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 12-06-2017

نائیلون کے بنے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 47

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم نائیلون کے بنے ہوئے واٹر پروف موزوں پہن کر پاؤں پر مسح کرسکتے ہیں جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کیا جاتا ہے۔

سائل: آر خلیق فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

جی ہاں ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر پاؤں پر پہنی جانے والی چیز درج ذیل شرائط کی حامل ہے تو اس پر مسح جائز ہے اور وہ موزوں کے حکم میں ہے۔

[1]:　اس کا ایسا دبیز [موٹا] اور مضبوط ہونا ضروری ہے کہ اگر صرف اُنھیں کو پہن کر کچھ مسافت طے کریں تو پھٹ نہ جائیں۔

[2]:　اتنے بڑے ہوں کہ پاؤں کے ٹخنے چھپ جائیں۔

[3]:　وہ موزے پنڈلی پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بغیر باندھے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں

[4]:　اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پانی اندر پاؤں کی طرف نہ چلا جائے۔

اگر کوئی چیز ان شرائط کی حامل ہے اس پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک موزے چمڑے کے ہوں یا صرف ان کا تلا چمڑے کا ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو بالاتفاق ان پر مسح جائز ہے۔

جیسا کہ غنیۃ اور منیۃ میں ہے کہ "(المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حینفۃ الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد مایستقر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی ما یلی الارض منھا خاصۃ کالنعل للرجل (وقالا یجوز اذا کانا ثخینین لایشفان) فان الجورب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فھو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسہ الابعد لبث اولدلك بخلاف الرقیق فانہ یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جُوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔　(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین ص ۱۲۰)

"وَالثَّخِیْنُ مِنَ الْجَوْرَبِ اَنْ یَّسْتَمْسِکَ عَلَی السَّاقِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّشُدَّہٗ بِشَیْءٍ" اور وہ ثخین جو کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے۔ [المبسوط ج1 ص102]

اور سیدی اعلی حضرت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ثخین یعنی ایسے دبیز ومحکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں توشق نہ ہوجائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔ [فتاوی رضویہ ج4 ص346]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-2-2016

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم غسل اور وضو میں کتنا پانی استعمال کرتے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 48

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وضو وغسل میں کتنا پانی استعمال کیا کرتے تھے؟ سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں موجودہ پیمانے نہ تھے۔ اُس وقت مد اور صاع وغیرہ پیمانے استعمال ہوا

کرتے تھے اسی وجہ روایات سے میں انہیں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے بارے میں بھی روایات میں اختلاف موجود ہے۔ جن روایات کی علماء کرام نے تصحیح فرمائی ان روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد کی مقدار پانی سے وضو اور ایک صاع کی مقدار پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے اور جب غسل و وضو اکٹھا فرمانا ہوتا جیسا کہ غسل جنابت میں ہوتا ہے تو ایک صاع اور ایک مد یعنی پانچ 5 مد پانی سے مجموع غسل فرمایا کرتے تھے کما حققہ الامام احمد رضا فی الفتاوی الرضویہ۔ اگر جدید پیمانوں کے مطابق اس کا اندازہ لگائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سوا ایک لیٹر پانی سے وضو فرمایا کرتے اور پانچ لیٹر پانی سے صرف اکیلا غسل اور سوا چھ لیٹر پانی سے مجموع غسل فرماتے اور کبھی اس سے زیادہ اور کم بھی ہو جاتا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارک میں ہے کہ

"كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَكَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک پانی سے غسل فرماتے اور ایک مد پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔

[الصحیح البخاری باب الوضو بالمد رقم الحدیث 198]

احادیث کا قاری اس بات پر بخوبی واقف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور غسل میں پانی کے استعمال کرنے کے حوالے سے روایات مختلف ہیں۔ ایک مد پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کرنا ثابت ہے اور بعض روایات میں ایک سے زائد مد کا ذکر بھی موجود ہے اور آپ غسل ایک صاع کی مقدار پانی سے فرمایا کرتے اور بعض روایات میں دو اور تین صاع اور اس کے علاوہ کسی اور پیمانے کا بھی ذکر موجود ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیث انس میں پانچ مد ہے اُس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا، یوں [مجموع] غسل میں پانچ مد ہوئے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۴۹۵]

ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے۔ جدید پیمانوں کے مطابق ایک صاع 3 کلو 840 گرام یعنی تقریباً 4 کلو گرام۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے لیے ایک ایسے پیمانے میں سے پانی استعمال فرماتے کہ جس میں تقریباً چار کلو گرام گندم آتی تھی کیونکہ صاع ایک گندم ماپنے کا آلہ ہے۔ اگر ایسے پیمانے میں پانی ڈالا جائے تو وہ تقریباً 5 لیٹر آئے

گا کمائی فتاوی یورپ۔ کیونکہ جس میں ایک کلوگرام گندم آتی ہے اس میں تقریباً25 فیصد زیادہ پانی آئے گا یعنی تقریباً سوا ایک لیٹر آئے گا کیونکہ پانی کا وزن گندم سے25٪ زیادہ ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تقریباً سوا ایک لیٹر پانی سے وضو اور پانچ لیٹر پانی سے اکیلا غسل فرمایا کرتے اور سوا چھ لیٹر پانی سے مجموع غسل فرماتے اور کبھی اس زیادہ اور کم بھی ہو جاتا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــــــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 12-2-2016

نجس کپڑوں میں پاک کپڑے دھونا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 49

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوتی رہی ہوں۔ مگر جب مجھے پتا چلا کہ اس طرح کرنے سے سارے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں تو میں نے اپنے تمام کپڑوں کو دھولیا۔ میں بڑے مسئلہ میں پھنس گئی ہوں کہ ان نمازوں کا کیا ہوگا جو میں نے ان کپڑوں میں ادا کیں تھی ان کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ پاک تھے یا نہیں۔   سائلہ: مدیحہ فرام پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھّاب اللھم ھدایۃَ الحَق والصواب

پاکستان میں واشنگ مشینز ایسی نہیں جیسی انگلینڈ میں ہیں کیونکہ انگلینڈ میں مشینیں ہر بار کپڑے دھونے کے

بعد پانی نچوڑ کر نکالتی رہتی ہیں مگر پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا وہاں کی مشینیں پانی کو اندر ہی رکھتی ہیں جس سے ناپاک کپڑوں کی نجاست پانی میں حل ہو کر پاک کپڑوں کو بھی لگ جاتی ہے اور پاک کپڑے بھی نجس ہو جاتے ہیں۔ مگر پاکستان کے عرف کو جاننے والا ضرور اس بات کو جانتا ہے کہ وہاں کی مشین جب کپڑے دھو کر بند ہو جاتی ہے تو کپڑوں سے سرف یا صابن والا پانی نکالنے کے لیے انہیں بڑے ٹب میں رکھ کر ان پر نل کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور خوب مَل مَل کر ان کپڑوں سے صابن یا سرف کا اثر نکالا جاتا ہے۔ اب ان پر بہنے والا پانی صابن نکالنے کے ساتھ ساتھ نجاست کو بھی نکال دیتا ہے لہذا ایسا کرنے سے سارے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی مشینوں میں احتیاط اسی میں ہے کہ ان میں کپڑے ڈالتے وقت ناپاک کپڑوں کو شرعی طریقے سے پاک کرنے کے بعد ہی ڈالا جائے۔ اگر آپ اپنے کپڑے دھوتے وقت ایسا ہی کیا کرتی تھیں تو گھبرانے کی حاجت نہیں۔

کیونکہ اگر بہت سا پانی کپڑوں پر بہالیا جائے اور ظن غالب ہو جائے کہ نجاست بہہ گئی ہوگی یا نل کو کپڑوں پر کھول دیا جائے کہ نل کا بہتا ہوا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اور جب کسی نجاست کو جاری پانی یا حوضِ کبیر میں دھویا جائے تو اس میں تین بار دھونا اور نچوڑنا شرط نہیں ہوتا بلکہ اگر ظن غالب ہو جائے کہ نجاست بہہ گئی تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔

فتاوی امجدیہ میں ہے کہ یہ [تین بار دھونے اور نچوڑنے کا] حکم اس وقت ہے جب تھوڑے پانی میں دھویا ہو اور اگر حوضِ کبیر [یعنی دہ در دہ، نہر یا ندی] میں دھویا ہو یا بہت سا پانی اس پر بہایا ہو یا بہتے پانی میں دھویا ہو تو اس میں نچوڑنے کی شرط نہیں۔ [فتاوی امجدیہ ج ۱ ص ۳۵]

اور بہار شریعت میں ہے اور اصل یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہالے گیا پاک ہو گیا، کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۳۹]

اور اگر آپ مشین سے کپڑے نکالنے کے بعد ایسا نہیں کرتی تھیں جیسے اوپر بیان ہوا بلکہ ان ناپاک کپڑوں کو ہی خشک کرنے والی مشین میں ڈال کر خشک کر لیا کرتیں یا ویسے ہی نچوڑ کر ہوا میں خشک کر لیا کرتی تھیں تو پھر ایسے کپڑے ضرور نجس ہی رہے۔ پھر اگر آپ کو یقین Sure ہو کہ آپ نے انہیں نجس کپڑوں میں نمازیں ادا کیں ہیں تو جو

نمازیں انہیں نجس کپڑوں میں ادا کی ہیں وہ نمازیں نہ ہوئیں لہذا ان کو دہرالیا جائے۔

ردالمحتار میں ہے کہ شَیْءٌ مُتَّصِلٌ بِهٖ یَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهٖ كَمِنْدِیْلٍ طَرَفُهٗ عَلٰی عُنُقِهٖ وَفِی الْآخَرِ نَجَاسَةٌ مَانِعَةٌ إِنْ تَحَرَّكَ مَوْضِعُ النَّجَاسَةِ بِحَرَكَاتِ الصَّلَاةِ مَنَعَ "نمازی کے جسم سے کوئی شی ایسے متصل ہے کہ اس کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرے جیسے رومال کہ اس کا ایک سرا نمازی کی گردن میں اور دوسرے پر نجاست قدر مانع ہو تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔

["الدر المختار مع رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ۲، ص ۱۴۷]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 8-11-2016

وضو میں اعضاء اربعہ ہی کیوں دھوئے جاتے ہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 50

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں چہرہ، بازو، سر کا مسح اور پاؤں ہی کو دھونا فرض کیوں کیا گیا۔ اس کا مختصر اور لوجیکلی آنسر کیا ہے؟　　سائل: آفتاب۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

وضو کے پانی سے خطائیں معاف ہوتیں اور گناہ جھڑتے ہیں جیسا کہ کثیر احادیث میں وارد ہوا اور اکثر گناہ

ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، دماغ سے ہی گناہ کیے جاتے ہیں۔ ہمیں حکم ہوا کہ وضو کا پانی ان پر بہایا جائے تاکہ یہ اعضاء گناہوں سے پاک ہو جائیں۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

نیند سے کب وضو ٹوٹتا ہے اصل مذہبِ احناف

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 51

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے سرین مضبوطی سے زمین پر جمے ہوئے ہوں اور وہ کسی دیوار یا کسی چیز پر ایسے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ وہ چیز ہٹ جائے تو یہ گر جائے تو کیا اس طرح سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا؟ امام قدوری نے یہی فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں نے ایک حنفی سکالر سے سنا ہے کہ امام قدوری کا یہ قول مختار نہیں ہے کیونکہ یہ مذہب احناف کے خلاف ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ کیا علامہ حصکفی نے ایسا لکھا ہے۔　　سائل: بلال فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهاب اللهم هداية الحق والصواب

اگر سرین زمین پر خوب جمے ہوئے ہوں اور ایسے کسی چیز سے ٹیک لگائے سویا ہوا ہو کہ اگر وہ چیز ہٹا دی جائے تو یہ گر جائے۔ ایسی نیند بھی وضو کو نہیں توڑتی یہی مفتی بہ قول ہے اور حنفی سکالر کا قول درست ہے اور صاحب درمختار علامہ

حصکفی نے بھی اس بات کو لکھا ہے کیونکہ نیند دو شرطوں کے ساتھ ہی ناقض وضو ہوتی ہے ان میں سے ایک بھی کم ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

[1]: دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں۔

[2]: ایسی حالت پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں ٹوٹے گا مثلاً کسی کے سرین زمین پر جمے ہونے کی حالت میں دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہوئے سوجائے کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے ایسی حالت میں بھی اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ اس کے سرین زمین پر جمے ہوئے ہیں یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مفتی بہ وصحیح ومعتمد ہے۔ اگرچہ قدوری وہدایہ اور شرح وقایہ میں ٹیک لگا کر سونے کو ناقض وضو لکھا۔

جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ "(لَا) یَنْقُضُ وَإِنْ تَعَمَّدَهُ فِی الصَّلَاةِ أَوْ غَیْرِهَا عَلَی الْمُخْتَارِ کَالنَّوْمِ قَاعِدًا وَلَوْ مُسْتَنِدًا إِلَی مَا لَوْ أُزِیلَ لَسَقَطَ عَلَی الْمَذْهَبِ أَیْ عَلَی ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ عَنْ أَبِی حَنِیفَةَ وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَایِخِ وَهُوَ الْأَصَحُّ کَمَا فِی الْبَدَائِعِ وَاخْتَارَ الطَّحَاوِیُّ وَالْقُدُورِیُّ وَصَاحِبُ الْهِدَایَةِ النَّقْضَ، وَمَشَی عَلَیْهِ بَعْضُ أَصْحَابِ الْمُتُونِ" نماز میں جان بوجھ کر سونا بھی وضو نہیں توڑتا اور اسی طرح نماز کے علاوہ ایسی حالت پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ بیٹھے ہوئے سونا اگرچہ وہ ایسی کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ وہ چیز ہٹادی جائے تو وہ شخص گر جائے یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور اسی کو عام مشائخ نے اختیار کیا ہے لیکن امام طحاوی وقدوری اور صاحب ہدایہ نے وضو ٹوٹنے کا قول کیا ہے اور اسی طرف کچھ صاحب متون گئے ہیں۔ [درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۱]

اور نورالایضاح میں ہے کہ "ونوم لم تتمکن فیه المقعدة من الارض لانوم متمکن ولو مستندا الی شیئ لو ازیل سقط ومصل ولو راکعا اوساجدا علی جهة السنة"

ایسی نیند جس میں سرین کا زمین پر قرار نہ ہو ناقضِ وضو ہے اور قرار والے کی نیند ناقضِ وضو نہیں اگر چہ کسی ایسی چیز کی طرف ٹیک لگائے ہو جو ہٹا دی جائے تو گر جائے اور نماز پڑھنے والے کی نیند بھی ناقضِ وضو نہیں اگر چہ وہ رکوع میں یا سنت طریقے پر سجدے میں ہو۔ (نور الایضاح فصل عشرۃ اشیاء الخ کتاب الطھارۃ مطبع علیمی لاھور ص ۹)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہٰذا وضو نہ جائیگا اگر چہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگر چہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگر چہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹا لی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب وظاہر الروایۃ ومفتی بہ وصحیح ومعتمد ہے اگر چہ ہدایہ وشرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔ [فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۴۸۹]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 26-6-2016

نماز کے لیے وضو کے ضروری ہونے کا لوجیکل جواب

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 52

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے لیے وضو کیوں ضروری ہے۔ اس کا لوجیکلی جواب کیا ہے؟ سائل: آفتاب۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

نماز کے لیے وضو اس لیے ضروری ہے کہ نماز دل کو پاک کرتی ہے۔لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم پہلے جسم کو پاک کریں کیونکہ ظاہری پاکی باطنی پاکی کا باعث ہوتی ہے۔خارش کی بیماری والے کا کپڑا، مکان، بدن صاف رکھواتے ہیں تاکہ اسے تندرستی حاصل ہو یعنی باہر کی صفائی سے اندر کی صفائی ہوجائے۔اور اس کے علاوہ جب کسی نے کسی عزت والے ذی مرتبہ کے پاس جانا ہو تو وہ صاف ستھرا ہو کر جاتا ہے اور نماز بارگاہِ الہ میں حاضری کا نام ہے جو سب کا شہنشاہ و بادشاہ ہے لہذا اس کی بارگاہ میں بھی صاف ستھرا ہو کر پیش ہونا ضروری ہے اور اصل وجہ یہی ہے کہ اللہ عزوجل نے نماز کے لیے وضو کا حکم ارشاد فرمایا۔

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَیۡدِیَكُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَی الۡكَعۡبَیۡنِ۔ اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔ (لمائدہ:6)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2017

یوکے کی واشنگ مشین کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 53

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں واشنگ مشین ایک

مرتبہ کپڑے دھونے کے بعد سارا گندھا پانی نکال دیتی ہے۔پھر دوسری بار نیا پانی لیتی ہے اور دھو کر پھر سارا گندھا پانی نکال دیتی ہے اور اسی طرح تیسری بار کرتی ہے کیا اس سے کپڑے پاک ہو جائیں گے؟ سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

جی ہاں اگر کوئی مشین ایسا کرتی ہے تو ضرور کپڑے پاک ہو جائیں گے۔نجاست کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ [1] مرئیہ یعنی نظر آنے والی جیسے گوبر اور منی [2] غیر مرئیہ یعنی نظر نہ آنے والی جیسے پیشاب مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عینِ نجاست دور کر دی جائے تو نجس کپڑا پاک ہو جائے گا۔ایک یا دو بار اچھی طرح دھونے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور مذکورہ بالا مشین میں بقدر اولی یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

غیر مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نجس کپڑا کو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ پوری طاقت سے نچوڑنے سے پاک ہوگا۔تو ایسی صورت میں بھی یہ مشین اس کپڑے کو تین بار دھو اور نچوڑ کر پاک کر دے گی۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ھدایہ میں ہے: وَالنَّجَاسَةُ ضَرْبَانِ : مَرْئِیَّةٌ وَغَیْرُ مَرْئِیَّةٍ فَمَا كَانَ مِنْهَا مَرْئِیًّا فَطَهَارَتُهُ زَوَالُ عَیْنِهَا وَمَا لَیْسَ بِمَرْئِیٍّ فَطَهَارَتُهُ أَنْ یُغْسَلَ حَتّٰی یَغْلِبَ عَلٰی ظَنِّ الْغَاسِلِ أَنَّهُ قَدْ طَهُرَ ۔ وَإِنَّمَا قَدَّرُوا بِالثَّلَاثِ ۔ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصْرِ فِی كُلِّ مَرَّةٍ فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ۔

نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ۔مرئیہ کے عین کو دور کرنے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی اور غیر مرئیہ کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والی کو نجاست کے دور ہونے کا ظن غالب ہو جائے ظن غالب کا اندازہ علماء کرام نے تین بار دھونے اور ہر بار خوب اچھی طرح نچوڑنے سے لگایا ہے۔

[الھدایہ ج ۱ کتاب الطھارات باب الانجاس و تطھیر ھا ص ۳۶]

بہار شریعت میں ہے کہ نجاست اگر دلدار ہو (جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے، اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا

اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۹۷]

اگر نجاست رقیق ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے پاک ہوگا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کرکے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہوگا۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۹۸]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2017

الاستفتاء 54

QUESTIONER: USMAN

What do the scholars and muftis of the mighty Shari'ah say regarding this matter: in England, when the washing machine has washed the clothes once, it removes all the dirty water, then fresh water is taken in and after washing, the water is removed again and the same procedure occurs for the third time. Will clothes become pure through this

ANSWER:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

Yes, indeed! If a washing machine does as mentioned above, then the clothes will definitely become pure. Impurity is of two types:

1. Mar-iyahthat which can be seen e.g. dung and semen.
2. GhayrMar-iyahthat which cannot be seen e.g. urine.

The method of purifying a visible impurity[mar-iyah[is that if the essence of the impurity be done away with, then an impure garment will become pure. This can be achieved by thoroughly washing it once or twice, and this can be achieved to higher degree via a washing machine, as is mentioned.

The method of purifying an impurity which cannot be seen [ghairmar-iyah[is that the impure garment be washed three times and that it be wrung with full strength each time. In this case, the machine will also washstrain the garment three times and cause it to become pure.

It is mentioned in the well-known Hanafī book of law, al-Hidāyah:

> "Impurity is of two types: mar-iyah [v i s i b l e] and ghairmar-iyah [not visible]; the removal of the essence of the mar-iyah will cause that thing to become pure. And ghairmar-iyah should be washed as many times as it takes for the washer to have pre-dominant assumption [dhanghālib] of the impurity being removed. The'Ulemā

state that dhanghālib can be estimated by washing it three times and wringing to the best of one's ability each time."

[pg 36, Bāb al-InjāswaTathīrihā,Kitāb al-Tahārāt, Volume 1,al-Hidāyah]

It is stated in Bahār-e-Sharī'at that:

"If the impurity is thick(e.g. faeces, dung, blood etc [then there is no stipulated number of times that it be washed, it is necessary to do away with it [impurity]. If it removed through one washing, then one washing will be sufficient to make it pure, and if it takes four or five washings to remove it, then it must be washed four or five times."

[pg 397,Part 2, Volume 1,Bahār-e-Sharī'at]

"If the impurity is thin, then washing it three times and wringing it with full force will cause it to become pure. To wring with full force means that one wring it with such strength that if he were to squeeze it again, no drop would come out. If he is concerned about the garment and does not wring it properly, it will not be purified."

[pg 398,Part 2, Volume 1,Bahār-e-Sharī'at]

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ اعلم ﷺ

Answered by Mufti Qasim Zia al-Qādrī

Date: 13-11-2017

کتاب الصلوۃ

اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 55

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا کس جگہ سے ثابت ہے۔ اگر نہیں تو کیوں پڑھا جاتا ہے کیونکہ دوسرے مذہب کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے کہ اسلام میں کسی چیز کا اضافہ کرنا بدعت ہے اور بعض لوگ اقامت سے پہلے بھی پڑھنے لگے ہیں۔ کیا ایسا کرنا مستحب ہے فقط۔

سائل: ہاشم فرام لنڈن۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَاب

اذان واقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز اور مستحب کام ہے۔ کیونکہ درود شریف پڑھنا کسی بھی وقت منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے کسی وقت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کہ اس اس وقت پڑھنا ناجائز اور اس اس وقت مکروہ اور اس وقت پڑھنا جائز ہے ایسا تو کچھ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالی نے درود شریف کسی بھی وقت سے مقید کیے بغیر ہر وقت پڑھنے کی اجازت دی۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب:56)

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص روایت کرتے ہیں کہ والد محترم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود وسلام بھیجو، جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اس کے بدلے اللہ تعالی اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔

(الصحیح المسلم باب القول مثل قول المو ذن۔۔رقم الحدیث 384)

بدعت بدعت کا نعرہ لگانے والے بدمذہبوں سے عرض ہے کہ وہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ لیا کریں کیونکہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے۔لیکن وہ نہ اذان سے پہلے پڑھیں اور نہ ہی اذان کے بعد تو آخر مرض کیا ہے۔اگر وہ کہیں کہ ہم دل میں پڑھتے ہیں تو ان دل میں درود شریف پڑھنے کی دلیل قرآن یا حدیث سے پیش کریں۔

الغرض درود شریف ہر وقت پڑھنا جائز ہے خواہ اذان سے پہلے ہو یا اذان کے بعد۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اذان سے پہلے اس طرح درود شریف پڑھنا بدعت ہے تو ٹھیک ہے یہ بدعتِ حسنہ ہے اور بدعتِ حسنہ کے اجراء میں ثواب ہی ہے گناہ تو نہیں جیسا کہ امیرُ الْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عُمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعِدہ جماعت کا اہتمام کیا اور اس کو خود اچّھی بدعت بھی قرار دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وِصالِ ظاہری کے بعد صحابہ کرام علیھم الرضوان بھی جو اچھا نیا کام جاری کریں وہ بھی بدعتِ حَسنہ کہلاتا ہے۔اور پہلے مسجِد میں امام کیلئے طاق نُما محراب نہیں ہوتی تھی سب سے پہلے حضرت سیِّدُنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجدُ النَّبوِی الشّریف علیٰ صاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام میں محراب بنانے کی سعادت حاصل کی اس نئی ایجاد (بدعتِ حَسنہ) کو اس قدر مقبولیت حاصل ہے کہ اب دنیا بھر میں مسجد کی پہچان اسی سے ہے اور اسی طرح مساجد پر گنبد و مینار بنانا بھی بعد کی ایجاد ہے۔ بلکہ کعبے کے مَنارے بھی سرکار مدینہ وصحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم و علیھم الرضوان کے دَور میں نہیں تھے اور ایمانِ مُفَصَّل و ایمانِ مُجمَل اور قرانِ پاک کے تیس پارے بنانا، اعراب لگانا ان میں رُکوع بنانا، رُمُوزِ

اَوقاف کی علامات لگانا۔ بلکہ نُقطے بھی بعد میں لگائے گئے، خوبصورت جلدیں چھاپنا وغیرہ اور احادیثِ مبارکہ کو کتابی شکل دینا، اس کی اَسناد پر جرح کرنا، ان کی صحیح، حَسَن، ضعیف اور مَوضُوع وغیرہ اَقسام بنانا اور فِقہ، اُصولِ فقہ وعِلمِ کلام اور زکوٰۃ وفطرہ سکہ رائجُ الوقت بلکہ باتصویر نوٹوں سے ادا کرنا اونٹوں وغیرہ کے بجائے سفینے یا ہوائی جہاز کے ذریعے غرج کرنا یہ سب کام بدعتِ حسنہ ہیں۔ جب یہ سب کام جائز ہیں تو اذان سے پہلے درود شریف کیونکر نا جائز ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

اگر امام تیز قرآن پڑھتا ہو تو تراویح میں سورتوں کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 56

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری لوکل مسجد میں امام تراویح میں بہت فاسٹ قرآن پڑھتا ہے کہ اسے سننا مشکل ہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے تو ایسی صورت میں کیا مجھے محلہ کی مسجد چھوڑ کر کسی اور مسجد میں جہاں سورتیں پڑھی جاتی ہیں وہاں تراویح پڑھنا جائز ہے اور وہاں سورتیں آہستہ اور واضح پڑھی جاتی ہیں کہ آپ آسانی سے سن سکتے ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَاب

اگر آپ کی لوکل مسجد میں اتنی تیز قرآن پڑھا جاتا ہے کہ حروف کو چبایا جا رہا ہے اور بعض کو بالکل صحیح ادا ہی نہیں

کیا جارہا تو آپ کے لیے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا جائز ہے جہاں سورتیں تجوید کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:اِذَا کَانَ اِمَامُہٗ لَحَّانًا لَا بَأْسَ بِأَنْ یَّتْرُکَ مَسْجِدَہٗ"اگر امام لحن کرتا ہو یعنی حروف کو صحیح ادا نہ کرتا ہو تو اس کی مسجد کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

مگر تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔اگر کسی اور مسجد میں جانے میں آسانی ہے جہاں پورا قرآن صحیح پڑھ کر ختم کیا جاتا ہے تو وہاں جا کر سنتِ مؤکدہ کا ثواب حاصل کیا جائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَالْخَتْمُ مَرَّۃً سُنَّۃٌ وَلَا یُتْرَکُ الْخَتْمُ لِکَسَلِ الْقَوْمِ"

("الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل، ج ۲، ص ۶۰۱)

اور اگر اُس مسجد میں جا یا نہیں جا سکتا یا دور ہونے کی وجہ سے جانا مشکل ہے تو اسی مسجد میں تراویح پڑھ لی جائے جہاں سورتیں صحیح طور پر پڑھی جاتی ہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-4-2016

اگر کوئی نماز سونے کی وجہ سے رہ گئی تو کیا اسے گناہ ہوگا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 57

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں کسی نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کی ریگولر فجر مس ہو جائے تو جیسے ہی وہ اٹھے اسے فجر پڑھنا جائز ہے اگرچہ کوئی سا بھی ٹائم ہو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نیند کی وجہ سے فجر چھوٹ گئی تو کیا اس کا گناہ ہوگا؟

سائل: زہیرہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

بلا عذرِ شرعی ریگولر فجر کی نماز قضا کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ اور حرام ہے بلکہ فقہاء احناف نے یہاں تک فرمایا کہ جب یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے گی تو بلا ضرورتِ شرعیہ اُسے رات میں دیر تک جاگنا ممنوع ہے۔

جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے۔ جب یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز جاتی رہے گی تو بلا ضرورت شرعیہ اُسے رات میں دیر تک جاگنا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 701 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور ہاں اگر کبھی سوتے میں یا بھولے سے نماز قضا ہو گئی اور اس کی جانب سے کوئی قصور نہ تھا (یعنی رات دیر تک جاگتا نہ رہا ہو) تو اس پر ضروری ہے کہ اس کی قضا پڑھے البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اُسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا"

(الصحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب قضاء الفائتۃ۔۔۔ رقم 684)

اور بہار شریعت میں ہے کہ سوتے میں یا بھولے سے نماز قضا ہو گئی تو اس کی قضا پڑھنی فرض ہے، البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اُسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔

اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اکثر حصہ رات کا جاگنے میں گزرا اور ظن ہے کہ اب سو گیا تو وقت میں آنکھ نہ کھلے گی (تو سونے کی اجازت نہیں) (بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 701 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 18-09-2017

اگر یونیورسٹی گھر سے 90 مائلز دور ہو تو اس میں 15 دن ٹھہرنے سے کونسی نماز پڑھنا ہوگی؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 58

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہوں اور یونیورسٹی گھر سے 90 مائلز دور ہے تو بعض اوقات میں یونیورسٹی میں 15 دنوں سے زائد رہتا ہوں تو مجھے یونیورسٹی میں مسافر جیسی نماز پڑھنی ہے یا مقیم جیسی اور گھر میں دو چار دنوں کے لیے آتا ہوں تو گھر میں مجھے کونسی نماز پڑھنی ہے؟

سائل: احسن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر یونیورسٹی میں پندرہ یا اس سے زائد دن رہنے کی نیت ہو تو یونیورسٹی میں بھی آپ پوری نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ وہاں مقیم ہو چکے ہیں اور آپ کا گھر آپ کا وطنِ اصلی ہے وہاں اگرچہ ایک دن کے لیے آئیں سفر ختم ہو جائے گا اور نماز پوری پڑھنی ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وَإِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ مِصْرَهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ" مسافر جب اپنے شہر میں پہنچ گیا تو نماز پوری پڑھے گا اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ج ۱، ص ۱۴۲)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017

امام کے پیچھے کیا پڑھنا چاہیے اور کیا نہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 59

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے قرات کا کیا حکم ہے اور ہمیں کیا پڑھنا چاہیے اور کیا نہیں پڑھنا چاہیے؟

سائل: ایک بھائی فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ہر نماز میں مقتدی کا امام کے پیچھے قرآن کی قرات کرنا مکروہ تحریمی وناجائز ہے حتی کہ فاتحہ پڑھنا بھی۔ بلکہ مقتدی خاموش رہ کر سنیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔

(پ۹، الاعراف:۲۰۴)

اور صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اذا صلّیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا" یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تم چپ رہو۔

(الصحیح المسلم باب التشہد فی الصلوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۴)

اور فتاوی رضویہ میں ہے کہ مذہب حنفیہ دربارہ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمیہ ہے۔

(فتاوی رضویہ ج6 ص237)

اور قرآن کے علاوہ ثنا، تسبیحاتِ رکوع وسجود وتکبیراتِ انتقال اور ربنا لک الحمد اور اس کے علاوہ تشہد اور درود شریف اور درود کے بعد پڑھے جانی والی دعا وغیرہ کا پڑھنا جائز ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-12-2016

امام کے فجر وظہر میں آہستہ اور بقیہ میں بلند آواز سے قرات کرنے کی وجہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 60

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ظہر وعصر میں آہستہ قرأت کیوں کرتا ہے اور باقی میں زور سے کیوں؟ سائل: آفتاب-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار کا غلبہ تھا۔ وہ قرآن شریف سن کر رب تعالیٰ اور جبریل اور حضور علیہما السلام کی شان میں بکواس بکتے تھے۔ ان ہی دو وقتوں میں وہ آوارہ گھومتے رہتے تھے۔ اس لیے ان دو نمازوں میں آہستہ قرأت کا حکم ہوا۔ اور مغرب میں کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ عشاء میں سو جاتے تھے۔ فجر میں جاگتے نہ تھے۔ اب اگر چہ وہ حالت نہ رہی مگر حکم وہ ہی رہے گا تا کہ مسلمان اس مغلوبیت کو یاد کر کے اب غلبہ اسلام پر خدا کا شکر کرتے رہیں اور اصل فقہی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحالتِ جماعت ہمیشہ ایسا ہی کیا یعنی ظہر وعصر میں آہستہ

قرات فرمائی اور بقیہ تین نمازوں میں بلند آواز سے قرات فرمائی اور مسلمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date:4-12-2016

امامت کی شرائط

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 61

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کونسی شرائط ہیں جو امامت کے لیے ضروری ہیں۔　　سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

امامت کی شرائط درج ذیل ہیں۔(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) مرد ہونا (۵) قرات یعنی اتنی قرات جانتا ہو کہ نماز صحیح ہو جائے (۶) معذور نہ ہونا۔

جیسا کہ نور الایضاح میں ہے۔"صحۃ الإمامۃ للرجال الأصحاء ستۃ الإسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ والقرءاۃ والسلامۃ من الأعذار" تندرست مردوں کی امامت کے لیے چھ شرائط ہیں اسلام، بلوغ، عقل، مرد ہونا، قرات، اعذار سے سلامت ہونا۔　　(نور الایضاح ص 109)

غیر مسلم امامت کا اہل نہیں یہ تو واضح ہے اور اسی طرح بدمذہب جس کی گمراہی حد کفر تک ہو اس کے پیچھے بھی

نماز باطل ہے اور نابالغ بالغ مردوں کی امامت نہیں کرواسکتا اور اسی طرح مجنون و پاگل امامت کا اہل نہیں ہے اور عورت بھی مردوں کی امام نہیں ہو سکتی۔ غیر قاری یعنی جو بالکل قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے امامت کا اہل نہیں۔ معذور یعنی جس کا کسی عذر کی وجہ سے وضو نہ رہتا ہو وہ بھی امامت کا اہل نہیں کما فی کتب المتون۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-5-2016

ایک بھائی اور دو بہنوں کی جماعت کیسے کروائی جائے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 62

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گھر میں جماعت کروانا چاہتا ہوں۔ شرکاءِ جماعت میرا بھائی اور دو بہنیں ہیں تو ان کو کیسے نماز پڑھاؤں؟

سائل: اسامہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر مسجد قریب ہے تو آپ دونوں بھائی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز بجالائیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر مسجد قریب نہیں یا کوئی اور مانع شرعی ہے تو گھر میں جماعت سے نماز پڑھنا اکیلے اکیلے نماز پڑھنے سے اولی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ اپنے بھائی کو اپنے دائیں جانب تھوڑا سا پیچھے کھڑا کریں اور بہنوں کو

پچھلی صف میں کھڑا کریں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

پب کو مسجد بنالیا گیا ہو تو وہاں نماز کا حکم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 63

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا پب کو مسجد بنایا جاسکتا ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے جو پہلے پب (Pub) ہوا کرتی تھی دلیل سے وضاحت فرمادیجئے؟

سائل: عدیل فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

جی ہاں! پب (شراب خانہ) کو خرید کر مسجد میں بدلا جاسکتا ہے۔ جس پب کو مسجد بنالیا گیا وہاں نماز پڑھنا بالکل جائز ہے اب وہ مسجد ہوچکی ہے اور اس پر مسجد کے سارے احکام لگیں گے۔ جو جگہ مسجد نہ ہو جب وہاں نماز پڑھنا جائز ہے تو جو مسجد ہو وہاں تو بقدرِ اولیٰ نماز جائز۔ آج جس جگہ مسجدِ نبوی موجود ہے وہ ایک باغ تھا اور اس میں مشرکین کی قبریں تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکھڑوا کر اسے مسجد شریف میں بدل دیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِ خَرِبٌ وَفِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ

اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ فَنُبِشَتْ" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو اکھڑوا دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیة... الحدیث: ۴۲۸، ج ۱، ص ۱۶۵)

جب مشرکوں کا قبرستان مسجد میں بدلا جا سکتا ہے تو پب کیونکر مسجد نہیں بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا پب کو خرید کر مسجد بنانا بالکل جائز ہے اور اس کی آبادکاری مسجدوں کی طرح ضروری ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میں نمازیں پڑھیں اور اسے آباد کریں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

خون کو پلاسٹر سے روک کر نماز پڑھنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 64

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر زخم سے خون نہ رکے اور نماز کا ٹائم جا رہا ہو تو کیا پلاسٹر کو لگا کر زبردستی خون روک کر نماز شروع کر سکتا ہے؟ سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

جی ہاں ایسا کر سکتے ہیں بلکہ اگر کوئی پلاسٹر یا کسی کپڑے کو باندھ کر اتنی دیر تک خون روک سکتا ہے کہ وضو

کرکے فرض پڑھ لے تو ایسا کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "مَتٰی قَدَرَ الْمَعْذُوْرُ عَلٰی رَدِّ السَّیَلَانِ بِرِبَاطٍ أَوْ حَشْوٍ أَوْ کَانَ لَوْ جَلَسَ لَا یَسِیْلُ وَلَوْ قَامَ سَالَ وَجَبَ رَدُّہٗ"

اگر معذور پٹی باندھ کر یا اس زخم کو کسی طرح بند کرکے خون کے بہنے کو روک سکتا ہے یا بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا اور کھڑے ہوکر پڑھنے سے خون بہتا ہے تو ایسا کرنا فرض ہوگا۔

[الفتاوی الهندية"، كتاب الطهارة، الباب السادس في الدماء المختصة بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۱]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date:3-11-2016

پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 65

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ سائل: زید فرام برمنگھم-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھنا اور دوسری میں کوئی اور سورت پڑھنا بالکل جائز ہے مگر اس میں یہ ضروری

ہے کہ وہ دوسری رکعت میں کوئی ایسی صورت پڑھے جو قرآن پاک میں ترتیب کے لحاظ سے آیت الکرسی کے بعد آتی ہو۔ کیونکہ جان بوجھ کر الٹا قرآن پڑھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یعنی پہلی رکعت میں آگے والی سورت پڑھی اور دوسری رکعت میں اس سورت سے پچھلی سورت پڑھی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ قرآن مجید اُلٹا پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلی والی سے اوپر کی سورت پڑھے، یہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً پہلی میں **قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** پڑھی اور دوسری میں **اَلَمْ تَرَ كَیْفَ**۔ اس کے لیے سخت وعید آئی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو قرآن اُلٹ کر پڑھتا ہے، کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل اُلٹ دے۔''

[بہار شریعت حصہ ۳ ج ۱ ص ۵۴۹]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

تحری کے حوالے سے ایک فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 66

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نماز کے لیے کسی کمرے میں گیا تو وہاں کچھ لوگ کسی ایک ڈائرکشن میں نماز پڑھ رہے تھے تو کیا اس شخص کو اسی سمت کی طرف نماز پڑھ لینی چاہیے یا پھر اس پر تحری کرنا واجب ہے؟ کیونکہ یہاں انگلینڈ میں ہر جگہ مساجد نہیں ہوتی کہ قبلہ معلوم ہو سکے۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر وہ لوگ وہاں کے رہائشی نہیں اور تحری کر کے نماز پڑھ رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی پیروی نہیں کی جائے گی بلکہ اس شخص پر خود تحری کرنا ضروری ہے اور جدھر دل جمے اس طرف نماز پڑھے اور اگر تحری نہ کی بلکہ ان کی اتباع کی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ ایک شخص تحری کر کے (سوچ کر) ایک طرف پڑھ رہا ہے، تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں، بلکہ اسے بھی تحری کا حکم ہے، اگر اس کا اتباع کیا، تحری نہ کی، اس کی نماز نہ ہوئی۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۳ مسئلہ ۴۵ ص ۴۹۰]

اور اگر کمرے میں موجود نماز پڑھنے والے لوگ اسی علاقے کے رہنے والے ہیں تو اب اس کے لیے ان کی اتباع ضروری ہے کیونکہ اہل علاقہ قبلے سے یقینی طور پر واقف ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "وَأَهْلُ الْبَلَدِ لَهُمْ عِلْمٌ بِجِهَةِ الْقِبْلَةِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى الْأَمَارَاتِ الدَّالَّةِ عَلَيْهَا مِنَ النُّجُومِ وَغَيْرِهَا فَكَانَ فَوْقَ الثَّابِتِ بِالتَّحَرِّي" شہر کے رہائشیوں کو قبلہ کا علم حاصل ہوتا ہے ایسی نشانیوں کے پائے جانے کی وجہ سے جو قبلہ پر رہنمائی کرتی ہیں لہذا اہل علاقہ کا قبلہ کو جاننا تحری سے بڑی دلیل ہے۔

[ردالمحتار مطلب مسائل التحری فی القبلہ ج ۲ ص ۱۴۳]

جب ایک مسلمان بھی قبلہ کو یقینی طور پر جاننے والا موجود ہو تو تحری کی اجازت نہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "هُوَ الِاسْتِدْلَالُ بِالْمَحَارِيبِ وَالنُّجُومِ وَالسُّؤَالِ مِنَ الْعَالِمِ بِهَا، فَأَفَادَ أَنَّهُ لَا يَتَحَرَّى مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى أَحَدِ هَذِهِ" محرابوں سے یا علم النجوم کے ذریعے قبلہ معلوم کرنے پر قادر ہے یا کوئی قبلے کو جاننے والا ہے اور یہ سوال کر کے قبلہ معلوم کرنے پر قادر ہے تو یہ تحری نہیں کر سکتا۔

[ردالمحتار مطلب مسائل التحری فی القبلہ ج ۲ ص ۱۴۳]

اگر اہل علاقہ بھی قبلہ کو نہ جانتے ہوں اور تحری کر کے نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کی اتباع جائز نہیں بلکہ اس پر خود تحری کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے مثل کی اتباع نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ "وَلَا یُقَلِّدُ مِثْلَهُ لِأَنَّ الْمُجْتَهِدَ لَا یُقَلِّدُ مُجْتَهِدًا" [ردالمحتار مطلب مسائل التحری فی القبلہ ج ۲ ص ۱۴۳]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-3-2016

تشہد کا ایک مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 67

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تشہد میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کو اَلَّا کی بجائے اَنْ لَا پڑھتا رہا تو کیا میری نمازیں ہوگئیں؟　سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

جی ہاں! آپ کی نمازیں ہوگئیں کیونکہ اسے ادغام کے قاعدہ وکلیہ کے مطابق پڑھنا ضرورت قرآت سے ہے مگر فرائض نماز سے نہیں ہے دوسرا یہ کہ اس طرح (اَنْ لَا) پڑھنے سے معنی بھی فاسد نہیں ہوتا لہذا نماز تو ہوجائے گی مگر بہتر یہی ہے کہ اسے اَلَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں: خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہ اللہ علیہم اجمعین کا فتوی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔۔۔ اگرچہ علمائے متقدین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ عنہم درصورتِ فسادِ معنی فسادِ نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوی، اور اسی پر عمل احوط واحری۔ (فتاوی رضویہ ج6ص248)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

ٹرانسپورٹ کی وجہ سے نماز قضاء کرنا کیسا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 68

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک فیمیل ٹیچر ہوں۔ ٹرانسپورٹ کی وجہ سے مجھے گاڑی وغیرہ کا سکول میں انتظار کرنا پڑتا ہے اور پھر میں گھر میں دوپہر کے بعد پہنچی ہوں۔ کیا میں ظہر نماز قضاء کرکے پڑھ سکتی ہوں۔ سائلہ: مسز فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی نہیں۔ بلاعذرِ شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ اور حرام ہے۔ بہرصورت آپ کو ظہر کی نماز اس کے وقت میں ہی پڑھنا ہوگی اگرچہ سکول میں ہی ادا کرلی جائے۔ کیونکہ یہ ایسا عذر نہیں جس کی وجہ سے نماز کو قضا کرنے کا حکم کیا

جائے۔ اگر ایسی صورت میں کوئی نماز قضا کی ہے تو اس پر سچے دل سے توبہ کرنا ہوگی اور اس کی قضا بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

جلسہ اور قعدہ اخیرہ میں پاؤں کی انگلیوں کو بینڈ (Bend) کرنے کے بارے فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 69

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جلسہ اور قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس میں ایک پاؤں کھڑا کرنا اور انگلیوں کو بینڈ کرنے کا کیا حکم ہے۔ اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے بینڈ نہیں کر سکتا تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ ان میں عورت کے لیے کیا حکم ہے؟

سائل: اشرف۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں اور آخری تشہد کے وقت بیٹھنے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بایاں (Left) پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا علیحدہ سنت ہے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کرنا بھی سنت ہے اور یہ سب مرد کے لیے ہے۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: "یَفْتَرِشُ الرَّجُلُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَجْلِسُ عَلَیْھَا وَیَنْصِبُ

رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَيُوَجِّهُ أَصَابِعَهُ) فِي الْمَنْصُوبَةِ (نَحْوَ الْقِبْلَةِ) هُوَ السُّنَّةُ فِي الْفَرْضِ وَالنَّفْلِ"

مرد بایاں (Left) پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُخ کرے اور یہ فرض و نفل دونوں میں سنت ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج1 ص494)

بلا عذر دایاں پاؤں کھڑا نہ کرنا یا اس کی انگلیوں کو بینڈ کر کے قبلہ رخ نہ کرنا خلاف سنت اور ثواب سے محرومی ہے البتہ عذر ہو تو حرج نہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: "فَلَوْ تَرَبَّعَ أَوْ تَوَرَّكَ خَالَفَ السُّنَّةَ" جس نے (مذکورہ بالا طریقہ کے خلاف کیا) تربع کیا یا تورک کیا اس نے سنت کی مخالفت کی۔ (درمختار مع ردالمحتار ج1 ص494)

اور جلسہ اور قعدہ میں عورت کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ بائیں سرین پر بیٹھے اور دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔

(بہار شریعت ج1 ص530)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2017

جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 70

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد کچھ مساجد

والے لوگ بلند آواز سے کلمہ ودرود شریف پڑھتے ہیں اور کچھ استغفار کرتے ہیں۔اور کچھ لوگ کچھ نہیں پڑھتے بلکہ سیدھا کرواتے دیتے ہیں۔ میں کنفیوز ہوں کہ یہ سب مختلف کیوں ہوتا ہے حالانکہ سب سنی مساجد ہیں۔اگر اس کا جواب عطا فرمائیں تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ سائل: ہاشم فرام لنڈن-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابُ

جماعت کے بعد ذکر بالجہر یعنی بلند آواز سے کلمہ واستغفار پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو اور کسی مریض یا سونے والے کو ایذا نہ ہو۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریاء ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یونہی درود شریف جہراً جائز ومستحب ہے۔ (فتاوی رضویہ ج6ص 234)

جو سنی حضرات جماعت کے بعد ذکر کرتے ہیں ان کو انہیں شرائط کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کی اجازت ہے اور وہ ضرور ان شرائط کی رعایت کرتے ہوں گے اور جو سنی حضرات جماعت کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف نہیں پڑھتے یا ذکر بالجہر نہیں کرتے تو احتیاطاً اس سے اجتناب کرتے ہیں تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو لہذا دونوں کے افعال کو نیک نیتی پر ہی محمول کیا جائے گا۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

حنفی مقتدی کا کسی اور مذہب والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 71

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں حنفی ہوں کیا حنفی کی نماز کسی اور مذہب والے امام یعنی شافعی امام کے پیچھے جائز ہے۔ اگر جائز ہے حنفی مقتدی کس کس فعل میں شافعی امام کی پیروی کرے۔

سائل: احمد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر شافعی امام کسی ایسے کام کا ارتکاب کرے جو ہمارے مذہب میں طہارت کو ختم کرنے والا یا نماز کو توڑنے والا ہو تو شافعی کے پیچھے حنفی کی نماز جائز نہیں مثلاً اس شافعی امام نے تھوڑے نجس یا مستعمل پانی سے وضو یا غسلِ فرض کیا یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا زخم وغیرہ سے خون نکلنے اور قے آنے پر وضو نہ کیا یا درھم کی مقدار سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھائی یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہو گیا ہو۔ ان تمام صورتوں میں حنفی کو سرے سے اُس کی اقتداء جائز ہی نہیں اور اسکے پیچھے نماز محض باطل ہے۔

غنیۃ میں ہے "اما الاقتداء بالمخالف فی الفروغ کالشافعی فیجوز مالم یعلم منه ما یفسد الصلاة علی اعتقاد المقتدی علیه الاجماع انما اختلف فی الکرهة" فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتداء اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقادِ مقتدی میں مفسدِ نماز ہو جواز پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی فصل فی الامامۃ ص ۵۱۶)

اگر وہ شافعی امام ایسے امور کا ارتکاب نہ کرے جو مذہب احناف میں ناقضِ طہارت اور مفسدِ نماز ہوں

تو ایسے شافعی امام کی حنفی کو اقتداء کرنا جائز ہے۔مگر اُس وقت بھی ان باتوں میں شافعی امام کی پیروی نہ کرے جو حنفی مذہب میں ناجائز ونامشروع قرار پا چکی ہیں۔ اگر حنفی ان باتوں کی متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ امام پیروی مشروع میں ہوتی ہے نہ کہ غیر مشروع میں۔

ردالمحتار میں ہے:" تکون المتابعة غیر جائزة اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ او ما لا تعلق له بالصلوٰة"امام کی متابعت بدعت،عمل منسوخ اور ہر اس عمل میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے نہ ہو۔

(ردالمحتار مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام مطبوعه مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸)

جیسے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل نا مشروع ،تو اس میں شافعی امام کی پیروی نہ کرے۔امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:"لو اقتدی بمن یرفع یدیه عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یری خمس تکبیرات فی صلوٰة الجنازة لایتابعه لظهور خطیئه بیقین لان ذلك کله منسوخ"

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتداء کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نمازِ فجر میں قنوت پڑھتا ہے یا تکبیراتِ جنازہ پانچ کہتا ہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں۔

(بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلوٰة العیدین ۱/۲۷۸)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شوافع کے نزدیک نمازِ فجر کی آخری رکعت میں ہمیشہ اور رمضان المبارک کے نصف اخیر میں وتر کی تیسری رکعت میں مروج ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت ہے،بہرحال ہمارے نزدیک یقیناً نامشروع ہے۔لہذا اس میں شافعی امام کی پیروی ممنوع،اور جب اصل قنوت میں پیروی منع ہے تو ہاتھ اٹھانے میں بھی منع ہے کہ یہ اس کی فرع ہے لہذا اوہ جب تک نمازِ فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپ کر کے کھڑا رہے۔

علامہ شرنبلالی نورالایضاح میں فرماتے ہیں:"اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معه فی قنوته

ساكتا على الاظهر ويرسل يديه في جنبيه " اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔

(نور الایضاح باب الوتر ص ۳۸)

شافعی کے قنوت پڑھنے کی حالت میں حنفی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اُٹھائے، کیا کرنا چاہئے ،اس کی تصریح کتب احناف میں نہیں ہے مگر سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا میلان اس طرف ہے کہ حنفی مثلِ قیام ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔

آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار وصاحب ذکر، مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً وشرعاً سنّت اور عقلاً وعرفاً ادبِ حضرت اور ترکِ سنّت میں امام کی پیروی نہیں۔

[فتاوی رضویہ ج۶ ص ۳۱۱]

یوں ہی حنفی ہر وہ سنت بجالائے جس سے امام کی کسی واجب فعلی میں مخالفت لازم نہ آئے اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنّت اخفا ہے۔یعنی اگر شافعی امام بلند آواز سے آمین کہے تو حنفی مقتدی آہستہ آواز میں آمین کہے۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنّت اخفا ہے اور اس کی بجا آوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔ [فتاوی رضویہ ج۶ ص ۳۱۵]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-9-2016

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

سجدہ تلاوت کا طریقہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 72

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پر کئی سجودِ تلاوت واجب ہوں۔کیا ہر سجدہ کے بعد کھڑا ہونا اس پر ضروری ہے یا بیٹھے بیٹھے تمام سجدے کر سکتا ہے؟ اور سجدہ تلاوت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

سائل: حسنین شفیق فرام مانچسٹر- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

جی ہاں بیٹھے بیٹھے تمام سجود کر سکتا ہے کیونکہ کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب ہیں کرلے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں۔مگر سجدے میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرْ نہ چھوڑے کہ ایسا کرنا سلف کے خلاف ہے۔

بہار شریعت میں ہے کہ سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (عالمگیری، درمختار وغیرہما)

اگر سجدہ سے پہلے یا بعد میں کھڑا نہ ہوا یا اَللّٰہُ اَکْبَرْ نہ کہا یا سُبْحٰنَ اللہ نہ پڑھا تو ہو جائے گا مگر تکبیر چھوڑ نا نہ چاہیے کہ سلف کے خلاف ہے۔ [بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 731]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

سجدہ میں انگلش میں دعا کرنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 73

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ میں انگلش اور عربی میں دعائیں کرنا کیسا ہے؟

سائل: یسین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

نماز کے سجدہ میں تو تسبیح پڑھی جاتی ہے اگر سائل محترم کی مراد نماز کے علاوہ سجدہ میں دعا مانگنا ہے تو نماز کے علاوہ سجدہ میں بھی عربی زبان میں ہی دعا کرے، کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

احسن الوعاء میں والد اعلی حضرت علامہ رئیس المتکلمین مفتی نقی علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو دعا بزبانِ عربی کرے "غرر الافکار" وغیرہ میں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ غیر عربی میں دعا مکروہ ہے۔ امام ولوالجی فرماتے ہیں: "اللہ تعالی غیر عربی کو دوست نہیں رکھتا" اور فرماتے ہیں: "عربی میں دعا اجابت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔"

[احسن الوعاء بنام فضائل دعا ص ۱۰۸]

ہاں اگر کوئی عربی دعا کا معنی نہ جانتا ہو یا معنی کے لیے اسے تکلف کرنا پڑتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ہی زبان میں دعا مانگے۔

احسن الوعاء میں والد اعلی حضرت علامہ رئیس المتکلمین مفتی نقی علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: مگر جو عربی نہ سمجھتا ہو اور معنی سیکھ کر بتکلف انکی طرف خیال لے جانا مشوشِ خاطر (ارادے کو تشویش میں ڈالتا) مُخلِ حضور

(یکسوئی میں رُکاوٹ) ہو وہ اپنی ہی زبان میں اللہ تعالیٰ کو پکارے کہ حضور و یکسوئی اہم امور ہے۔

[احسن الوعاء بنام فضائل دعا ص ۱۰۹]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
مفتی شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 6-2-2016

سنن موکدہ کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 74

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات جوب کے دوران ہمیں نماز پڑھنی پڑتی ہے اور ہمارے پاس ٹائم کم ہوتا ہے تو کیا ہم ظہر وعصر اور مغرب کی سنن وغیرہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کو چھوڑنے کا حکم بھی بیان کر دیں؟ سائل: الیاس فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ظہر کی چار سنت قبلیہ، دو بعدیہ اور مغرب کی دوسنتِ بعدیہ سنن موکدہ میں سے ہیں۔ ان کے چھوڑنے کا حکم یہ ہے کہ بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحق نار ہے۔ اور بعض ائمہ نے فرمایا: کہ "وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے، اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ کمافی بہار شریعت الکتب العلمۃ۔

لہٰذا سنت موکدہ ضرور پڑھی جائیں۔میری معلومات کے مطابق جتنا ٹائم یو کے میں نماز پڑھنے کے لیے دیا جاتا ہے اس میں بندہ آسانی کے ساتھ فرائض کے ساتھ ساتھ سنن موکدہ ادا کر سکتا ہے۔خصوصاً ظہر کی سنتِ قبلیہ و بعدیہ کی تو بہت فضیلت ہے۔جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: "مَنْ رَكَعَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا حَرَّمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَحْمَهُ عَلَى النَّارِ" جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرمادے گا۔

(سنن النسائي"، كتاب قيام الليل،...إلخ، باب الاختلاف على اسماعيل بن أبي خالد، الحديث: ١٨١٣، ص ٣١٠)

لیکن اگر کمپنی والے نماز پڑھنے کے لیے بالکل کم وقت دیں جس میں صرف فرائض پڑھے جاسکتے ہوں تو فرائض پڑھے اور سنن کو چھوڑ دے اس صورت میں سنن موکدہ کا چھوڑنا جائز ہے۔اور سنن غیر موکدہ جیسے عصر کی چار سنت قبلیہ کا حکم نفل جیسا ہے ان کو چھوڑ دینے میں گناہ نہیں ہے اور پڑھنے پر ثواب ہے۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

شیعوں کی اذان کا محاسبہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 75

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعوں نے اپنی اذان کو تبدیل کیا ہے وہ لوگ اذان کچھ اس طرح کہتے ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر　　اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھد ان لا الہ الا اللہ　　اشھد ان لا الہ الا اللہ

اشھد ان محمدا رسول اللہ　　اشھد ان محمدا رسول اللہ

اشھد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

اشھد ان امیر المؤمنین و امام المتقین علیؑ حجۃ اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

یعنی وہ لوگ اس میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ خلیفۃ بلافصل کہتے ہیں۔ اس کا کیا معنی ہے اور کیا ان کی یہ اذان سننا جائز ہے؟

سائل: خادم حسین - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ان کی اذان میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ خلیفۃ بلافصل خالص تبرّا ہے۔ تبرّا کے معنی اظہارِ برأت و بیزاری ہے۔ یعنی حضرات خلفاء ثلثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت سے براءت بیزاری ہے۔ اس کلمہ کا معنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اور حضرات خلفاء ثلثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زبردستی آپ سے خلافت چھینی ہے۔ اور اس کا سننا سنی کے لئے حقیقۃً تبرا (صحابہ کرام کے لیے گالی) سننا ہے۔ لہذا اس کو قصداً سننا ناجائز ہے۔ شیعوں کو زیادہ عداوت یہی ہے کہ ان کے زعم باطل میں خلافت کے حقدار حضرات مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے۔ جب بحکم الٰہی خلافت راشدہ حضرات خلفاء ثلثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پہنچی تو روافض (شیعوں) نے انھیں معاذ اللہ مولی علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب علی بن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو نعوذ باللہ سخت بزدل و تارکِ حق بتایا۔ حالانکہ یہ کلمات جو شیعوں نے سنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں ان کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔

ان کی حدیث وفقہ کی رو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔شیعوں کے بڑے خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون قوم ہے جنھیں امامیہ (شیعوں کا ایک فرقہ) بھی کافر جانتے ہیں۔

جیسا کہ شرائع الاسلام شیخ علی میں ہے:

اَلْاَذَانُ عَیَش الْاَشْھُرِ ثَمَانِیَۃَ عَشَرَ فَصْلًا التَّکْبِیْرُ اَرْبَعٌ وَالشَّھَادَۃُ بِالتَّوْحِیْدِ ثُمَّ بِالرِّسَالَۃِ ثُمَّ یَقُوْلُ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ثُمَّ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ثُمَّ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ وَالتَّکْبِیْرُ بَعْدَہُ ثُمَّ التَّھْلِیْلُ کُلُّ فَصْلٍ مَرَّتَانِ:

ترجمہ

اذان مشہورتر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں: تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی گواہی پھر حی علی الصلوۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار۔

(شرائع الاسلام المقدمۃ السابقۃ فی الاذان والاقامۃ جلد 1 ص 57 مطبعۃ الآداب فی النجف الاشرف)

اس پر مزید دلائل فتاوی رضویہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔اور بعض شیعوں نے تو تصریح کی اذان میں کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گھڑنا اور ناجائز ہے۔

جیسا کہ شیعوں کا مجتہد شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامۃ للمؤذنین میں لکھتا ہے:

ابوبکر حضرمی وکلیب اسدی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس جناب نے ان کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ . اشھد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، مصنف اس کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے۔آگے لکھتا ہے کہ و المفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخبارا و زادوا فی الاذان محمد وال محمد خیر البریۃ مرتین، وفی بعض روایاتھم بعد

اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان علیا ولی اللہ مرتین، ومنھم من روی بدل ذٰلک واشھد ان علیا امیر المومنین حقا مرتین ولا شک فی ان علیا ولی اللہ وانہ امیر المومنین حقا وان محمد والہ صلوات اللہ علیھم خیر البریۃ ولکن لیس ذٰلک فی اصل الاذان وانما ذکرت ذٰلک لیعرف بھذہ الزیادۃ المتھمون بالتفویض المدلسون انفسھم فی جملتنا"

اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں محمد وال محمد خیر البریہ دو بار بڑھایا اور انھیں کی بعض روایات میں اشھد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ دوبارآیا اوران کے بعض نے اس کے بدلے اشھد ان علیا امیر المومنین حقا دوبار روایت کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل علیھم السلام تمام جہاں سے بہتر ہیں مگر یہ کلمے اصل اذان میں نہیں، اور میں نے اس لئے ذکر کردیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ) میں داخل کرتے ہیں۔

(من لایحضر الفقیہ باب الاذان والاقامۃ جلد1 ص188 دار الکتب الاسلامیہ تھران ایران)

دیکھو! شیعوں کا امام شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں وہی اٹھارہ کلمے ہیں اوران پر یہ زیادتیاں فرقہ مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا لعنھم اللہ تعالیٰ ان پر اللہ لعنت کرے۔ جب اس میں صحابہ کرام کو گالی دینے والا کلمہ کہا جاتا ہے تو سنی کے لیے کیسے روا ہوسکتا ہے کہ وہ ان کی یہ اذان سنے۔ جب شیعوں کی اذان ہو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں یا ایسی جگہ چلے جائیں جہاں یہ منحوس آواز پہنچنے نہ پائے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

ظہر کی نماز کو عصر میں مکمل کرنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 76

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس نمازِ ظہر کا کیا حکم ہے جو ظہر کے وقت میں شروع کی تھی مگر عصر کے وقت میں ختم کی۔ کیا نماز ظہر ادا ہوگی یا قضاء کیونکہ اس کا اکثر حصہ دوسری نماز کے وقت میں ادا ہوا ہے؟

سائل: وقاص فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اس صورت میں نمازِ ظہر ہوجائے گی اور وہ ادا ہی ہوگی قضاء نہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک کسی نماز کے ادا کرنے کے لیے صرف تکبیر تحریمہ کا وقت میں کہنا ضروری ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ۔

"وَبِالتَّحْرِیمَۃِ فَقَط بِالْوَقْتِ یَکُونُ أَدَاءً عِنْدَنَا" یعنی اگر تکبیر تحریمہ وقت میں ہو تو وہ ادا ہے قضاء نہیں۔

["الدر المختار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۶۲۷۔۶۳۴]

اور بہار شریعت میں ہے کہ وقت میں اگر تحریمہ باندھ لیا تو نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہے۔ مگر نماز فجر و جمعہ و عیدین کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا نماز جاتی رہی۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۴ مسئلہ نمبر ۶ ص ۷۰۱]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 22-12-2016

الجواب صواب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

عورتوں کومسجدوں سے کیوں روکا گیا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 77

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا فقہ حنفی میں مسجد میں جا کر نماز پڑھنا کیسا اور عورت کو مسجد میں نمازِ باجماعت سے کیوں روکا گیا ہے؟ اور ان لوگوں کو ہم کیا جواب دیں جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عورتیں مسجدوں میں آکر نماز پڑھتی تھیں۔ سائل: بلال فرام لیسٹر-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے جانا ناجائز ہے کیونکہ شریعت کو پردے کی حُرمت کا بے حد لحاظ ہے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے دَور میں عورت مسجد میں باجماعت نمازیں ادا کرتی تھی پھر حالات کی تبدیلی کے سبب عُلمائے کرام (رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلام) نے عورتوں کو مسجد کی حاضری سے مَنع فرمادیا۔

جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی! اور (مسجِد کی نماز میں) سَتر بھی کیسا (یعنی پردے کیلئے ترکیب بھی کیسی زبردست) کہ (نماز کے دَوران) مَردوں کی اُدھر ایسی پیٹھ کہ (وہ عورتوں کی طرف) مُنہ نہیں کر سکتے اور انہیں (یعنی مَردوں کو یہ بھی) حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں (مسجِد سے باہَر) نہ نکل جائیں نہ اُٹھو۔ مگر عُلَما نے اوّلاً (یعنی شروع شروع میں) کچھ تخصیصیں کیں (یعنی کچھ شرائط مقرر فرمائیں) جب زمانہ فِتَن کا (یعنی فتنوں کا دور) آیا (عورتوں کی حاضری کو) مُطلَقاً ناجائز فرمایا۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۹)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں: اُمُّ الْمُؤمِنِین صِدّیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اپنے زمانے میں تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کردی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ (یعنی اماموں) نے (مساجد میں آنے کی بتدریج) ممانعت شروع فرمادی، پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکمِ ممانعت عام ہوگیا۔ کیا اُس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دَلّالہ تھیں (اور) اب (یعنی موجودہ دور میں) صالحات (یعنی نیک پرہیزگار) ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) فاحشات (بے حیا عورات) زائد تھیں اب صالحات (نیک عورات) زیادہ ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) کم تھے اب زائد ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں) بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس (یعنی گزشتہ سے الٹ) ہے۔ اب اگر ایک صالحہ (نیک خاتون) ہے تو جب (یعنی گزشتہ دور میں) ہزار تھیں، جب (یعنی گزشتہ دور میں) اگر ایک فاسقہ تھی اب ہزار ہیں، اب (یعنی موجودہ دور میں) اگر ایک حصہ فیض ہے جب (یعنی گزشتہ دور میں) ہزار حصے تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا یَأْتِیْ عَامٌ اِلَّا وَالَّذِیْ بَعْدَہٗ شَرٌّ مِّنْہُ "جو سال بھی آئے اس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔"

بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابرتی میں ہے کہ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ اُمّ المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، (تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں) فرمایا: اگر زمانۂ اقدس میں بھی حالت یہ ہوتی (تو) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

(فتاوی رضویہ مخرجہ ج ۹ ص ۵۴۹)

جو لوگ عورتوں کو نماز کے لیے مسجدوں میں آنے کی اجازت دیتے ہیں ان لوگوں کو یہی جواب دیا جائے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا کہ «لَوْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَی مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ"

آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جو آج عورتوں احداث کیا ہے تو وہ ضرور عورتوں کو مسجد سے روک دیتے

جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ [الصحیح المسلم باب خروج النساء الی المساجد ص183 رقم445]

اب عورت کو چاہیے کہ وہ گھر میں ہی نماز پڑھے اور اس میں بھی جس قدر زیادہ پوشیدہ ہو کر پڑھے گی اس قدر افضل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا کہ "عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلَاۃُ الْمَرْأَۃِ فِی بَیْتِہَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِہَا فِی حُجْرَتِہَا، وَصَلَاتُہَا فِی مَخْدَعِہَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِہَا فِی بَیْتِہَا"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت کی اپنے گھر کی نماز اس کی اپنے صحن کی نماز سے افضل ہے، اور اس کی اپنی کوٹھری کی نماز اس کے اپنے گھر کی نماز سے افضل ہے۔

[سنن ابی داود باب التشدید فی ذلك رقم570]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 8-12-2016

عینک پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 78

(Sun glasses) پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؟　سائل: ابرار-یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

ایسے (glasses) پہن کر اگر سجدہ کرنے میں ناک کی ہڈی اور پیشانی آسانی سے لگ جاتی ہے تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

صاحب دار الافتاء کنز الایمان UK مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب زید مجدہ نے ان دو جزئیوں کو زائد فرمایا۔ اعلی حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے [فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۳۱۸]

اور یہ جواز کے منافی نہیں اسی لیے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی فتاوی امجدیہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے ضرورت سے ہو یا بغیر ضرورت۔ [فتاوی امجدیہ ج ۱ ص ۱۳۷] **انتھی کلام المفتی شمس الھدی المصباحی دامت فیوضھم۔**

نماز کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر نماز میں بلا ضرورت ایسی عینک پہننے سے احتراز کیا جائے لہذا بہتر یہی ہے کہ ایسے عینک اتار کر نماز پڑھی جائے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 22-6-2016

فوت شدہ والد کی نمازوں کا فدیہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 79

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کے والد فوت ہوگئے ہوں

اور ان کی کئی نمازیں قضا ہوگئی ہوں تو اس کی اولاد اس کے لیے کیا کرے کیا وہ ان کی طرف سے نمازیں پڑھیں یا کچھ صدقہ خیرات کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو کیا ان کی نمازیں معاف ہوں جائیں گی۔ سائل: کبیر۔شیفیلڈ یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

میت کی طرف سے نمازیں نہیں پڑھی جائیں گی بلکہ اس کی نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا اگر اولاد ایسا کرے تو یہ اپنے والد پر بہت بڑا احسان ہے۔ مرد و عورت کی نمازوں کا فدیے کا یہ طریقہ ہے کہ سب سے پہلے میّت کی عُمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عورت کیلئے اور بارہ سال مرد کیلئے نابالغی کے نکال دیجئے۔ باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگایئے کہ کتنی مدّت تک وہ (یعنی مرحومہ یا مرحوم) بے نَمازی رہا یا کتنی نَمازیں اس کے ذِمّہ قضا باقی ہیں۔ زِیادہ سے زِیادہ اندازہ لگالیجئے۔ بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عُمر کا حساب لگالیجئے۔ اب فی نَماز ایک ایک صدقہ فطر خیرات کیجئے۔ ایک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو کلو 80 گرام کم گیہوں (گندم) یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ اور ایک دن کی چھ نَمازیں ہیں۔ پانچ فرض اور ایک وتر نماز جو کہ واجب ہے۔

مثلاً دو کلو 80 گرام کم گیہوں کی رقم 3 پونڈز ہے تو ایک دن کی نمازوں کے 18 پونڈز ہوئے اور 30 دن کے 540 پونڈز ہوئے اور ایک سال کے تقریباً 6480 پونڈز ہوئے۔ اب کسی میّت پر 50 سال کی نمازیں باقی ہیں تو فِدیہ ادا کرنے کیلئے 324000 پونڈز خیرات کرنے ہوں گے۔

حیلہ

ظاہر ہے ہر کوئی اتنی رقم خیرات کرنے کی استطاعت (طاقت) نہیں رکھتی، اس کیلئے عُلمائے کرام رَحِمَهُمُ اللہُ السلام نے شرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً وہ 30 دن کی تمام نَمازوں کے فدیہ کی نیت سے 540 پونڈز کسی فقیر یا فقیرنی کی مِلک کردے، یہ 30 دن کی نَمازوں کا فدیہ ادا ہوگیا۔ اب وہ فقیر یا فقیرنی یہ رقم اُس دینے والی ہی کو ہِبہ کر دے (یعنی تحفے میں دیدے) یہ قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر یا فقیرنی کو 30 دن کی نَمازوں کے فدیے کی نیت سے قبضہ

میں دے کر اس کا مالک بنا دے۔ اس طرح بار بار لوٹ پھیر کرتے رہیں یوں ساری نمازوں کا فِدیہ ادا ہو جائے گا۔
(کمافی الفتاوی الرضویہ، ج۸، ص ۱۶۷)

30 دن کی رقم کے ذریعے ہی حیلہ کرنا شرط نہیں وہ تو سمجھانے کیلئے مثال دی ہے۔ بِالفرض 50 سال کے فِدیوں کی رقم موجود ہو تو ایک ہی بار لَوٹ پھیر کرنے میں کام ہو جائے گا۔ نیز فطرہ کی رقم کا حساب بھی گیہوں کے موجودہ ریٹ سے لگانا ہوگا۔ اسی طرح روزوں کا فدیہ بھی فی روزہ ایک صَدَقۂ فطر ہے نمازوں کا فِدیہ ادا کرنے کے بعد روزوں کا بھی اسی طریقے سے فِدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ غریب و امیر سبھی فِدیہ کا حیلہ کر سکتے ہیں۔ اگر وُرثا اپنے مرحُومین کیلئے یہ عمل کریں تو یہ میّت کی زبردست امداد ہوگی۔

اور جہاں تک فدیہ دینے سے میت کی نمازوں کے معاف ہونے کا معاملہ ہے تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ میت کو اس فرض کے بوجھ سے آزاد فرمادے گا اور وُرثا بھی اَجر و ثواب کے مُستحق ہوں گے۔ بعض لوگ مسجد وغیرہ میں ایک قرآنِ پاک کا نُسخہ دے کر یا کچھ صدقہ خیرات کر کے اپنے من کو منا لیتے ہیں کہ ہم نے مرحوم کی تمام نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا یہ ان کی غَلَط فہمی ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 20-12-2017

قبر پر اذان دینا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 80

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دفن کے بعد قبر پر جو اذان کہی

جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ آپ جب ڈربی آئے تھے تو آپ نے بھی حاجی افضل کی قبر پر اذان کہنے کا کہا۔ ایسا کرنا کیسا ہے دلائل سے وضاحت کر دیں کیونکہ کچھ لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔ سائل: عبداللہ۔ ڈربی یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز و مستحب ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اس وقت اذان کا جائز ہونا یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۵ ص ۶۵۴)

جو اس کے ناجائز ہونے کا دعویدار ہے وہ دلائل شرعیہ سے اپنا دعوی ثابت کرے لیکن آپ کے اطمینان قلب کے لیے کچھ دلائل عرض کرتا ہوں۔

دلیل 1

جب بندہ قبر میں رکھا جاتا تو نکرین کے سوال ہوتے ہیں تو شیطان وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے:

إِذَا سُئِلَ الْمَیِّت من رَبک تَرَاءی لَهُ الشَّیْطَان فِی صُورَة فیشیر إِلَی نَفسه أَی أَنا رَبک فَھٰذِہٖ فِتْنَة عَظِیمَة . . . فَلذَلِك كَانَ رَسُول اللہ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم یَدْعُو بِالثبات"

یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں یہ فتنہ عظیم ہے، اس لئے اس لیے رسول اللہ ﷺ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے تھے۔ (نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول دار الکتب بیروت ج3 ص 227)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ "جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتے ہوئے بھاگتا ہے۔

(الصحیح البخاری باب فضل التاذین ج 1 ص 125 رقم الحدیث 608/الصحیح لمسلم باب فضل الاذان جلد 1 ص 167 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اور حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا

(الصحیح لمسلم باب فضل الاذان جلد 1 ص 167 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اور جب ثابت ہو گیا کہ سوالات نکرین کے وقت شیطان بہکانے کے لیے آتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور حکم ملا کہ اُس کو دفع کرنے کیلئے اذان کہو تو قبر پر اذان دینا عین شریعت کے مطابق ہوا۔

دلیل 2

امام احمد و طبرانی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال لمادفن سعد بن معاذ وسوی علیه سبح النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وسبح الناس معه طویلا ثم کبر و کبر الناس ثم قالوا یارسول الله لم سبحت (زاد فی روایة) ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج الله تعالٰی عنه۔

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ

کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہُوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد3 ص 377 بیروت)

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنّت ہُوا، اور اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سواُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر (نقصان دہ) نہ اس امر مسنون کے منافی ہے بلکہ زیادہ مفید ہے۔

دلیل 3

یہ بات بالاتفاق سنّت اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ میت کے پاس حالتِ نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر اس کو بھی یاد آجائے گا کہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔

(الصحیح المسلم باب تلقین الموتی لا الہ الا اللہ ج2 ص 631 رقم 916)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت ہے کہ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے کہ بعون اللہ تعالٰی جواب یاد آجائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اذان کے تمام کلمات نکرین کا جواب یاد دلاتے ہیں۔ درج ذیل تین سوالات قبر میں کیے جاتے ہیں۔

(۱) من ربک: تیرا رب کون ہے؟ (۲) ما دینک: تیرا دین کیا ہے؟ (۳) ما کنت تقول فی ھذا الرجل تُو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟

اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان

لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربك کا جواب ہے کہ ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے۔

اور اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ میں سوال ما کنت تقول فی ھذا الرجل کا جواب ہے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا۔

اور حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح سوال مادینك کی طرف اشارہ کرے گا کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز کو رکن وستون کی حیثیت حاصل ہے

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں۔

اللّٰھُمَّ أعذہ من الشَّیْطان الرَّجِیم "اے اللہ تو اسے شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

(نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول 323 بیروت)

دلیل 4

ابوداود امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: »اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ«

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جوابِ نکیرین میں ثابت ہو اقدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(سنن ابو داؤد باب استغفار عند القبر للمیت جلد 2 ص 103)

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد دعا کرنا مستحسن ہے۔

دلیل 5

اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی دافعِ عذاب (عذاب کو دور کرنے والا) ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ما من شی انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ" کوئی چیز ذکرِ خدا سے زیادہ عذابِ خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص 239 بیروت)

اور خود اذان کی نسبت بھی وارد ہوا کہ جہاں اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے۔

ان دلائل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ قبر پر اذان دینا اچھا عمل ہے اور اس سے صاحبِ قبر کو فائدہ ہوتا ہے لہٰذا قبر پر اذان دینا میت کے لیے بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-12-2017

قضاء نمازوں کا کس عمر سے حساب کریں گے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 81

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک بالغ کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہیں اور اسے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ وہ کب بالغ ہوا تو وہ اپنی نمازوں کا کیسے حساب لگائے؟ یہ سوال بہت مشہور ہے اور میں کئی علماء سے پوچھا مگر تشفی طلب جواب نہ ملا۔ کچھ کہتے ہیں کہ جب بالغ ہونا زیادہ متوقع تھا اس (Date) کا

حساب لگا کر نمازیں قضاء کرے اور کچھ کہتے ہیں کہ 14 سال کی عمر سے حساب شروع کرے۔ مفتی صاحب میں آپ کے کام سے بہت متاثر ہوں میں آپ کا شکر گزار رہوں گا اگر آپ اسے (Clear) فرمادیں۔　　سائل: اویس یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جس کی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور وہ اب قضائے عمری کرنا چاہتا ہے تو اگر اسے اپنی بلوغت کی (Date) یاد ہے تو وہ جب سے بالغ ہوا یا بالغہ ہوئی ہے اُس وقت سے نمازوں کا حساب لگائے۔ اگر بلوغت کی (Date) یاد نہیں کہ کب بالغ یا بالغہ ہوئے ہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ قمری سالوں کے حساب سے لڑکی 9 برس اور لڑکا 12 برس کی عمر سے حساب لگائے۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں سوال ہوا کہ اگر کسی شخص نے عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے؟ تو آپ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ اگر وقت بلوغ معلوم نہ ہو تو مرد کے لئے اس عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے ۹ برس کم کریں۔ [فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۱۵۴]

فتاوی رضویہ شریف کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ لڑکی ۹ برس کی عمر سے اور لڑکا ۱۲ برس کی عمر سے اپنی قضاء نمازوں کا حساب لگائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

کارپیٹ پر سجدے میں پیشانی کا جمانا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 82

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ کی مساجد میں کارپیٹ ہوتے ہیں۔ میں نے سنی بہشتی زیور میں سجدہ کے دوران پیشانی جمانے کے بارے میں پڑھا ہے۔ کیا کارپیٹ پر ہلکی سی پیشانی لگانے سے سجدہ ہوجائے گا یا خوب دبانی پڑے گی۔　سائل: احمد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابِ

سجدے میں پیشانی جمنا ضروری ہے۔ جمنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ زمین کی سختی محسوس ہو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ پیشانی نہ جمی تو سجدہ نہ ہوگا۔ اگر کسی نے کسی نرم چیز مثلاً روئی یا فوم کے گدیلے یا قالین (CARPET) وغیرہ پر سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو سجدہ ہوجائے گا اور اگر پیشانی نہ جمی تو سجدہ ادا نہیں ہوگا جس کی وجہ سے نماز بھی نہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ

"وَلَو سَجَدَ عَلَی الْحَشِیشِ أَوْ التِّبْنِ أَوْ عَلَی الْقُطْنِ أَوْ الطَّنفَسَةِ أَوْ الثَّلْجِ إنْ اسْتَقَرَّتْ جَبْهَتُهُ وَأَنْفُهُ وَيَجِدُ حَجْمَهُ يَجُوزُ وَإِنْ لَمْ تَسْتَقِرَّ لَا" اگر کسی نرم چیز مثلاً گھاس یا روئی یا قالین (CARPET) وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی اور اس نے اس کی سختی کو پالیا تو سجدہ ادا ہوگیا ورنہ سجدہ ادا نہیں ہوگا۔

[الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ، الفصل الأول، ج ۱، ص ۷۰]

اور بہار شریعت میں ہے کہ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال [چاول کا بھس] بچھاتے ہیں،

ان لوگوں کو سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک نہ دبی تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔ [بہار شریعت ج1ص514]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الھدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 19-2-2016

کام کے دوران نمازوں کی قضا اوران کی ادا کا طریقہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 83

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کام کے دوران میری دن کی نمازیں یعنی ظہر، عصر اور مغرب قضا ہو جاتی ہیں کیونکہ کام میں نماز پڑھنے کا کوئی آپشن موجود نہیں ہے۔ کیا میں ان کی قضا عشاء سے پہلے کرسکتا ہوں اور ان کی قضا کیسے کروں گا۔ سائل: نور افرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اپنے اس کام کی خاطر نمازوں کو قضا کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی بھی ترکیب سے آپ کو نماز وقت میں ہی ادا کرنا ہوگی۔ اگرچہ ان نمازوں کے صرف فرض ادا کریں۔ یعنی چار ظہر کے فرض اور چار عصر کے فرض اور تین مغرب کے۔ اور اس میں صرف تین تین منٹ خرچ ہوں گے اور آپ کے کام میں بھی حرج نہیں ہوگا۔ اور اگر وہاں اس کی بھی اجازت نہیں ہے تو ایسے کام کو ہی چھوڑ دیجیے، اللہ عزوجل رزاق ہے۔ وہ رزق حلال کا کوئی سبب پیدا فرما دے گا۔ جب وہ اپنے

منکروں کو رزق دے رہا ہے تو اس کے ماننے والوں کو کیونکر نہ نوازے گا بلکہ یقیناً زیادہ اور دل و جان میں سکون پیدا کرنے والا رزق عطا فرمائے گا۔

اگر شرعی عذر کے بغیر نمازیں قضا ہو جائیں تو توبہ کریں اور ان کی قضا ادا کریں اور قضا نمازوں کو مکروہ وقت کے علاوہ کسی بھی ٹائم پر ادا کرنا جائز ہے۔آپ اپنی نمازوں کو عشاء سے پہلے بھی قضا کر سکتے ہیں۔اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قضا کی نیت سے پہلے ظہر کے چار فرض پڑھیں پھر عصر کے چار فرض اور پھر مغرب کے تین فرض پڑھ لیے جائیں۔

اِذُالتَّأْخِیرُ بِلَا عُذْرٍ کَبِیرَۃٌ لَا تَزُولُ بِالْقَضَاءِ بَلْ بِالتَّوْبَۃِ أَیْ بَعْدَ الْقَضَاءِ أَمَّا بِدُونِہِ فَالتَّأْخِیرُ بَاقٍ فَلَمْ تَصِحَّ التَّوْبَۃُ مِنْہُ لِأَنَّ مِنْ شُرُوطِھَا الْإِقْلَاعُ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ"

بلا عذرِ شرعی نماز قضا بہت سخت گناہ ہے، یہ گناہ صرف قضا سے زائل نہ ہوگا بلکہ سچے دل سے توبہ کرے،توبہ سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا اور توبہ اس وقت ہی صحیح ہے جب نمازوں کی قضا ادا کرے بغیر قضاء ادا کیے توبہ کرے تو تاخیر تو ابھی باقی ہے اور اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کی شروط میں ایک یہ ہے کہ گناہ کو ختم کرنا وہ تو نہیں پایا گیا۔یعنی قضا کو ادا کرے پھر توبہ قبول ہوگی۔ [درمختار مع ردالمحتار"، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۶۲۷]

اور بہار شریعت میں ہے کہ بلا عذرِ شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے، اُس پر فرض ہے کہ اُس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے،توبہ یا حج مقبول سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا۔

[بہار شریعت ج1 حصہ4 ص700]

اور مکروہ وقت کے علاوہ قضا کسی بھی ٹائم میں کی جا سکتی ہے لیکن جلد از جلد اسے ادا کیا جائے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ

لَیْسَ لِلْقَضَاءِ وَقْتٌ مُعَیَّنٌ بَلْ جَمِیعُ أَوْقَاتِ الْعُمْرِ وَقْتٌ لَہُ إلَّا ثَلَاثَۃً. وَقْتَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَوَقْتَ الزَّوَالِ، وَوَقْتَ الْغُرُوبِ فَإِنَّہُ لَا تَجُوزُ الصَّلَاۃُ فِی ھٰذِہِ الْأَوْقَاتِ"

قضا کے لیے کوئی وقت معین نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے مگر سورج کے طلوع و غروب اور زوال کے وقت کہ

ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔

[الفتاوی الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثالث، ج ١، ص ٥٢]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2016

کرسی پر نماز کا تفصیلی حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 84

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسی پر نماز کا کیا حکم ہے اور اگر امام اہلسنت کی کوئی تحریر اس بارے میں ہوتو وہ بھی عطا فرمادیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں لوگ مسجدوں میں کرسیوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ چند دن پہلے مجھے ایک پرچہ ملا جس پر لکھا تھا کہ کرسی پر نماز ناجائز ہے۔ کیا واقع ہی ایسا ہے؟

سائل: زبیدا اختر فرام ڈھاکہ- بنگلہ دیش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں قیام اور رکوع وسجود کا ترک کرنا لازم آتا ہے لہٰذا بلا عذرِ شرعی کرسی پر نماز پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ فرائض وواجبات اور سنتِ فجر کھڑے ہوکر پڑھنا فرض ہے۔ اگر ان کو بلا عذرِ شرعی بیٹھ کر پڑھیں گے تو ادا نہ ہوں گی اور اگر خود کھڑا ہونا ممکن نہیں مگر کسی لاٹھی یا کسی دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن

ہوتو جتنی دیر اس طرح کھڑا ہو سکتا ہو اتنی دیر کھڑا ہونا ضروری ہے۔

کیونکہ نماز میں قیام بنصِ قرآنی فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ سب نمازوں کی نگہبانی کرو [حفاظت کرو] اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو کر اللہ کے حضور ادب سے۔ [البقرۃ:283]

آیتِ مبارکہ میں پانچ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان و شرائط کے ساتھ پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر ادا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اس سے نماز کے اندر قیام کا فرض ہونا ثابت ہوا۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز میں قیام کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آج کل بہت جہال [جاہل لوگ] ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہی لوگ جنھوں نے بحلیہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پُورے فرض قیام سے ادا کریں۔ آگے فرماتے ہیں کہ [اگر وہ] تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفسد ہُوا۔

ثالثاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکیہ لگا کر کُل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے

سے کر سکے بجالائے کُل تو کُل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ [فتاوی رضویہ ج6 ص160]

کرسی پر نماز پڑھنے کے جواز کی دو صورتیں ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

[1]: ایک شخص نماز میں بالکل کھڑا نہیں ہوسکتا یا صرف تھوڑی دیر کھڑا ہوسکتا ہے پھر طاقت نہیں رہتی مگر نماز کے رکوع وسجود صحیح ادا کرسکتا ہے۔

ایسے شخص کے لیے حکمِ شرعی یہ ہے کہ جتنی دیر کھڑا ہوسکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہوکر نماز پڑھے اگرچہ کھڑے ہوکر صرف تکبیر ہی کہے باقی نماز بیٹھ کر پڑھ لے اور چونکہ یہ رکوع اور سجدے کرنے پر قادر ہے تو اسے صحیح طریقے رکوع اور زمین پر یا ایسی چیز پر جو زمین سے زیادہ سے زیادہ بارا انگل اونچی ہو سجدہ کرنا ضروری ہوگا یعنی اسے سجدہ زمین پر ہی کرنا ہوگا اگرچہ کرسی پر بیٹھا ہو کیونکہ اس سے عذر کی وجہ قیام ساقط ہوا ہے نہ کہ سجدہ کہ سجدہ کرنے پر تو یہ قادر ہے۔

لہٰذا اسے سجدہ کرنے کے لیے کرسی سے اترنا پڑے گا اگر نہ اترے گا اور کرسی پر اشارے سے سجدہ کرے گا یا کرسی پر بنی ہوئی سلیٹ پر سجدہ کرے گا تو وہ سجدہ نہ ہوگا جس سے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے نہ کہ کرسی پر تا کہ اسے بار بار اترنا چڑھنا نہ پڑے جو کئی طرح سے موجبِ کراہت اعمال کا سبب ہوسکتا ہے۔

درمختار میں ہے کہ " وَإِنْ قَدَرَ عَلَى بَعْضِ الْقِيَامِ وَلَوْ مُتَّكِئًا عَلَى عَصًا أَوْ حَائِطٍ (قَامَ) لُزُومًا بِقَدْرِ مَا يَقْدِرُ وَلَوْ قَدْرَ آيَةٍ أَوْ تَكْبِيرَةٍ عَلَى الْمَذْهَبِ لِأَنَّ الْبَعْضَ مُعْتَبَرٌ بِالْكُلِّ "

اگر وہ کچھ قیام پر بھی قادر ہے اگرچہ کسی لاٹھی یا دیوار سے ٹیک لگا کر قیام ممکن ہوسکے تو ضرور کرے جس قدر کرسکتا ہو اگرچہ ایک آیت کی مقدار یا تکبیر کہنے کی کہ مقدار ہی کرے کیونکہ بعض کا حکم کل کی طرح ہے۔

["الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج2، ص684]

[2]: اگر وہ نماز کے رکوع اور سجدے دونوں ادا نہ کرسکتا ہو یا صرف سجدہ پر قدرت نہ ہو اگرچہ کھڑا ہونے پر قادر

ہو۔ ایسے شخص سے کھڑا ہونا ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ مریض کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر بلا وجہ پیچھے ٹیک لگانے سے بچے اور ادب و تعظیم سے اعمالِ نماز بجالائے۔

درمختار میں ہے کہ "(وَإِنْ تَعَذَّرَا) لَيْسَ تَعَذُّرُهُمَا شَرْطًا بَلْ تَعَذُّرُ السُّجُودِ كَافٍ (لَا الْقِيَامُ أَوْمَأَ) بِالْهَمْزِ (قَاعِدًا) وَهُوَ أَفْضَلُ مِنَ الْإِيمَاءِ قَائِمًا لِقُرْبِهِ مِنَ الْأَرْضِ"

اگر وہ رکوع و سجود سے معذور ہو یعنی ان سے عاجز ہو۔ دونوں سے عاجز ہونا شرط نہیں بلکہ صرف سجدہ ہی سے عاجز ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ بیٹھنے کی صورت میں زمین کے زیادہ قریب ہے۔

["الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المریض، ج2، ص684]

اور بہار شریعت میں ہے کہ [اگر کوئی] کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلاً حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہے گا تو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔

[بہار شریعت ج1 حصہ4 ص721]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 6-3-2016

کمرے میں تصاویر ہونے کی حالت میں نماز کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 85

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص ایک کمرے میں نماز

پڑھتا ہے جس میں جانداروں کی تصاویر ہوں تو اس کی نماز کا حکم کیا ہے۔ اگر وہ تصاویر نمازی کے پیچھے ہوں تو پھر اس کی نماز کا کیا حکم ہے اگر اس بارے میں مکمل تحقیق سے جواب عطا فرمادیں تو عنایت ہوگی۔

سائل: نظام فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر نمازی کے سامنے کسی جاندار کے پورے قد کی تصویر بطورِ تعظیم لٹکائی گئی ہو یا مُصَلّٰی (جائے نماز) پر سجدہ کی جگہ پر تصویر بنی ہو کہ نمازی اس پر سجدہ کر رہا ہو تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی۔ اگر نمازی کے سامنے جاندار کے نصف قد یا صرف چہرے کی تصویر ہو تو نماز مکروہِ تنزیہی ہے اور اسی طرح اگر وہ تصویر پورے قد کی ہو مگر وہ نمازی کے سامنے نہ ہو بلکہ اس کے دائیں بائیں یا پیچھے یا اوپر (چھت یا دیوار وغیرہ پر) بطورِ تعظیم لگائی گئی ہو تو نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی اگرچہ ایسے تصویر لگانا مکروہِ تحریمی و ناجائز ہے اور ایسے ہی جب تصویر جائے نماز پر سجدہ گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر بنی ہوئی ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

اور اگر کمرے میں تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نظر نہیں آتی یا تصویر موضعِ اہانت (زمین یا بچھے ہوئے قالین و بچھونے) پر ہے یا تصویر کا چہرہ مٹایا یا کاٹا ہوا ہے یا تصویر کسی کپڑے میں چھپی ہوئی ہے یا غیر جاندار کی تصویر ہے تو ان سب صورتوں میں اس کمرے میں نمازی کی نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اگر تصویر نصف قد کی ہو اگرچہ اسے بطورِ تعظیم لگانا یا لٹکانا مکروہِ تحریمی ہیں مگر ایسی تصویر والے کمرے میں نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہوگی جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جد الممتار میں فرماتے ہیں۔

"فتعلیق امثال صور النصف او وضعها فی القرازات و تزیین البیت بها کما هو متعارف عند الکفرة و الفسقة کل ذالك مکروہ تحریماً و مانع عن دخول الملائکة وان لم تکرہ الصلاوة ثم تحریماً بل تنزیهاً"

ترجمہ

پس نصف قد کی تصویروں کا لٹکانا پھران کا خزانوں میں رکھنا اور ان کے ساتھ گھر کو مزین کرنا وغیرہ جیسا کہ کفار و فساق میں عام ہے یہ تمام کام مکروہ تحریمی ہیں اور فرشتوں کے دخول کو مانع ہیں اگرچہ اس سے نماز مکروہِ تحریمی نہیں ہوگی بلکہ مکروہ تنزیہی ہوگی۔ (جد الممتار ج2 ص366 مکتبۃ المدینہ)

اگر تصویر سجدہ کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

الصلوۃ علی سجادۃ فیھا تصاویر اذا لم یسجد علیھا نفی الامام محمد الکراھۃ فی الجامع الصغیر، واثبتھا فی الاصل والکل صحیح بالتوزیع ای یکرہ تنزیھا لا تحریما" ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظِ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ ج24 ص614)

اور اگر تصویر موضع اہانت میں ہو تو نماز بلا کراہت جائز جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔ نعم فی بساط غیرہ لا یکرہ اذا صلی علیہ ولم یسجد علیھا وان لم تکن تحت قدمیہ بل ولو کانت امامہ لوجود الاھانۃ مطلقا مع عدم التعظیم" ہاں کسی دوسرے تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً توہین پائی گئی تعظیم کسی وجہ سے بھی نہیں۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ ج24 ص616)

پتا چلا کہ جس کمرے میں تصویر ہو تو نماز صرف دو ہی صورتوں میں مکروہ تحریمی ہوگی۔ (1) جب یہ تصویر کسی جاندار کی مکمل تصویر ہوں اور تعظیماً نمازی کے سامنے والی دیوار پر لٹکائی گئی ہو (2) جب نمازی کے سجدہ کی جگہ پر ہو کہ

وہ اس پر سجدہ کرتا ہو۔اس تحقیق کو یاد کرنے سے تصویر سے متعلقہ بہت سے فروعی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-2-2016

کیا میں کالج تیمم کر سکتا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 86

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کالج میں کوئی وضو کی سہولت نہیں یعنی با قاعدہ سیٹس (Seats) اور ٹیپس (Taps) نہیں ہیں اور نہ ہی مسجد ہے تو کیا میں وہاں تیمم کر سکتا ہوں۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

کالج میں تیمم کی بجائے وضو کرنا ہی ضروری ہوگا کہ وہاں پانی بہر صورت موجود ہوتا ہے۔لہذا آپ پینے والی جگہ یا کسی اور جگہ سے بوتل وغیرہ میں پانی لے کر کالج کے گارڈن یا ٹوئیلیٹ میں وضو کرے۔وضو کی فسلیٹی (Facility) کا نہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-12-2017

گھر میں تراویح پڑھنے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 87

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں صرف تراویح گھر میں پڑھتا ہوں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا تو کیا ایسا کرنا گناہ کا کام ہے اور کیا میں اس سے گناہگار ہوں گا؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ جماعت چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو وہ گھر میں پڑھنے کی وجہ گنہگار نہیں ہے۔ لہذا آپ اس وجہ سے گناہگار نہیں ہوں گے مگر گھر میں پڑھنے سے آپ اس فضیلت سے محروم ہو جائیں گے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔ وَالْجَمَاعَةُ فِیهَا سُنَّةٌ عَلَى الْكِفَايَةِ وَلَوْ تَرَكَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ كُلُّهُمْ الْجَمَاعَةَ فَقَدْ أَسَاءُوا وَأَثِمُوا وَإِنْ تَخَلَّفَ وَاحِدٌ مِنَ النَّاسِ وَصَلَّاهَا فِي بَيْتِهِ فَقَدْ تَرَكَ الْفَضِيلَةَ وَلَا يَكُونُ مُسِيئًا وَلَا تَارِكًا لِلسُّنَّةِ"

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح، ج ۱، ص ۱۱٦)

لہذا بہتر یہی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

نماز کے لیے قبلہ معلوم نہ ہو تو

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 88

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ انگلینڈ جیسے ملک میں ہوں اور آپ کے پاس کوئی (Mat) وغیرہ نہ ہو تو کیا اس کے بغیر فلور پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور آپ کو قبلہ کا بھی علم نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

سائل: شہزاد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

نماز کے لیے (Mat) وغیرہ ضروری نہیں صرف فرش کا پاک ہونا ضروری ہے اگر وہ پاک ہے تو آپ نماز پڑھ سکتے ہیں اگر آپ وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھ رہے تو نماز پڑھ لیں۔ اگر آپ کو قبلہ کا علم نہیں تو کسی سے دریافت کریں اور اگر علم کی کوئی صورت نہیں بنی تو آپ تحری کریں یعنی سوچیں کہ قبلہ کس طرف ہوگا جس طرف دل جمے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں نماز ہو جائے گی اگرچہ بعد میں معلوم ہوا کہ اس طرف قبلہ نہیں تھا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَیَتَحَرّٰی عَاجِزٌ عَنْ مَعْرِفَةِ الْقِبْلَةِ فَإِنْ ظَهَرَ خَطَؤُهُ لَمْ یُعِدْ" قبلہ کو پہچاننے سے عاجز شخص تحری کرے اور اگر بعد میں اسے اپنی خطا ظاہر ہوگئی تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا کیونکہ اس کی نماز ادا ہوگئی۔

{الدر المحتار باب شروط الصلوۃ السادس ج3ص346}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-6-2016

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

نماز میں کتنی بار ہاتھ کو حرکت دے سکتے ہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 89

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز میں تین بار ہاتھ کو ہلائے یعنی خارش یا کسی اور کام سے ہاتھ (Move) کرے تو کیا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

سائل: آدم- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کوئی شخص ارکان نماز (قیام، رکوع، سجدہ یا تشہد) میں سے کسی ایک رکن میں تین بار اس طرح ہاتھ کو حرکت دے کہ ایک بار کسی کام کے لیے ہاتھ کھولا مثلاً خارش کی اور وہاں سے ہاتھ اٹھالیا اور پھر کسی کام کے لیے ہاتھ کھولا اور کام کیا اور وہاں سے ہاتھ اٹھالیا۔ اس طرح کرنے سے دو بار ہو گیا اور پھر اگر اسی رکن میں تیسری بار ایسا کیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے، یعنی یوں کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹالیا وعلی ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔

(بہار شریعت ج1 ص614 مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2017

نماز میں نیچے یا اوپر سے ٹروزر فولڈ کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 90

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جس نے اپنے ٹروزر کو نیچے یا اوپر سے فولڈ کر کے نماز پڑھی تو اس کو دوہرانی پڑے گی یا نہیں اور اگر کسی نے نماز سے پہلے وضو کے لیے ٹروزر کو فولڈ کیا اور پھر کھولنا بھول گیا اور ایسے ہی اپنی نماز مکمل کر لی تو کیا اس کی نماز بھی مکروہ ہوگی اور اسے دہرانی پڑے گی؟

سائل: وقاص فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ٹروزر کو نیچے سے فولڈ کرنے یا نیفے سے اُڑسنے کی حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس حالت میں پڑھی گئی نمازوں کو دہرایا جائے گا۔

صحاح ستہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبا" مجھے سات اعضا پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا سمیٹوں۔

(صحیح مسلم باب اعضاء السجود ۱/۱۹۳)

اور تمام متون مذہب میں ہے: کرہ کف ثوبہ کپڑوں کو سمیٹنا مکروہ ہے۔

درمختار میں کف ثوب کا معنی اٹھانا بھی کیا ہے: كُرِهَ كَفُّهُ أَيْ رَفْعُهُ وَلَوْ لِتُرَابٍ كَمُشَمِّرِ كُمٍّ أَوْ ذَيْلٍ۔

کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔

(الدر المختار باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا ۱/۹۱)

لہذا ٹروزر کو نیفے سے اڑسنا، نیچے سے فولڈ کرنا، رکوع وسجود میں جاتے وقت کپڑا اوپر کھینچ کر سمیٹنا اور دامن کو مٹی

سے بچانے کے لیے اٹھانا یا آدھی کلائی سے زیادہ آستین کو چڑھانا جسے عربی میں تشمیر کہتے ہیں۔ سب مکروہ اور کف ثوب میں داخل ہیں۔

کف ثوب مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "وَحَرَّرَ الْخَیْرُ الرَّمْلِیُّ مَا یُفِیدُ أَنَّ الْکَرَاھَۃَ فِیهِ تَحْرِیمِیَّۃٌ" شیخ خیر الدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے۔

(ردالمحتار مطلب مکروھات الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳)

نماز سے پہلے وضو وغیرہ کے لیے ٹروزر کو فولڈ کیا تھا پھر کھولنا یاد نہ رہا اور اسی حالت میں ہی نماز پڑھ لی تو ایسی نماز بھی مکروہ ہی ہوئی۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ "وَھٰذَا لَوْ شَمَّرَھُمَا خَارِجَ الصَّلَاۃِ ثُمَّ شَرَعَ فِیھَا کَذٰلِكَ" جس نے نماز سے باہر آستینوں کو چڑھا رکھا تھا پھر ایسے ہی نماز شروع کر دی تو وہ بھی مکروہ ہی ہوگی۔

(ردالمحتار مطلب مکروھات الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳)

اور ہر نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی گئی تو اس کا اعادہ [دوبارہ پڑھنا] کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "کُلُّ صَلَاۃٍ أُدِّیَتْ مَعَ کَرَاھَۃِ التَّحْرِیمِ تَجِبُ إِعَادَتُھَا" ہر نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی گئی تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2016

نماز میں ولا الضالین میں حرف ضاد کو ظاد پڑھنے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 91

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی لوگ ولا الضالین کو ولا

الظالین پڑھتے ہیں، ایسے کی نماز کا کیا حکم ہے اور اس طرح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فقہی کتب میں اس بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں مہربانی فرما کر صحیح قول کو واضح کر دیں۔

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جو شخص قصداً ضاد کو ظاد میں تبدیل کر کے پڑھے اور ولا الضالین کو ولا الظالین پڑھے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تبدیل قرآن ہے۔

جیسا کہ منیۃ المصلی میں ہے: اَمَّا اِذَا قَرَاءَ مَكَانَ الذَّالِ ظَاءً اَوْ مَكَانَ الضَّادِ ظَاءً اَوْ عَلَى الْقَلْبِ تَفْسُدُ الصَّلٰوةُ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ الائمۃِ" بہر حال جب ذال کی ظاء یا ضاء کی جگہ ظاد پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔ (منیۃ المصلی ص 188)

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: وَ فِي الْمُحِيطِ سُئِلَ الْاِمَامُ الفضلی عَمَّنْ يَقْرَءُ الظَّاءَ الْمُعْجَمَةَ مَكَانَ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ اَوْ يَقْرَءُ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ مَكَانَ اَصْحَابِ النَّارِ اَوْ عَلَى الْعَكْسِ فَقَالَ لَا تَجُوْزُ اِمَامَتُهُ وَلَوْ تَعَمَّدَ اَيْ كُفْرٌ۔ اور محیط میں ہے کہ امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء اور اصحاب الجنۃ کی جگہ اصحاب النار پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصداً ایسا کرے تو کافر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص 167)

در حقیقت اس بارے میں ائمہ مشائخ کے تین طرح کے اقوال موجود ہیں:

(1) امام فضلی ضاد کی جگہ ظاد پڑھنے کو کفر قرار دیتے ہیں۔

(2) اکثر و جمہور ائمہ اسے نماز کے فاسد ہونے کا سبب قرار دیتے ہیں۔

(3) بعض مشائخ فرماتے ہیں ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ان میں تطبیق کچھ یوں ہوگی۔ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔

(1) یا تو وہ عمداً (جان بوجھ کر) غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ یہ اللہ عزوجل پر افترا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً۔ ترجمہ کنز الایمان: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھے۔ (پارہ 21 سورۃ العنکبوت: 88)

پس جن فقہاء کرام نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا ہے۔ وہ اس صورت پر محمول ہے۔

(2) اور یا وہ غیر قرآن کو غیر قرآن ہی جانتا ہے لیکن جان بوجھ کر ضاد کو ظاد پڑھتا ہے یعنی غیر قرآن (انسانی کلام) کو نماز میں داخل کرتا ہے۔ پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ کلام سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ" ترجمہ: بے شک ہماری ان نمازوں میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

(الصحیح المسلم باب تحریم الکلام فی الصلوۃ۔۔۔ ج 1 ص 391 رقم 537)

اور اکثر ائمہ جنہوں نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو فساد نماز کا سبب قرار دیا ہے۔ وہ اسی صورت پر محمول ہوگا۔

(3) یا وہ نمازی انتہائی کوشش سے ضاد کو صحیح مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا ہو لیکن ظاد نکل جاتا ہو۔ پس اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اس پر کوشش کرتے رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

(بقرۃ: 286)

اور بعض مشائخ جنہوں نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ ضاد کو ظاد پڑھے۔ تو ان کا قول اسی صورت پر محمول ہوگا۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: "اِذَا قَرَءَ مَکَانَ الظَّاءِ ضَاداً وَ مَکَانَ الضَّادِ ظَاءِ فَقَالَ الْقَاضِی الْمُحْسِنُ الْاَحْسِنُ اَنْ یُقَالَ اِنْ تَعَمَّدَ ذٰلِکَ تَبْطِلُ صَلوٰتُہٗ عَالِمًا کَانَ اَوْ جَاھِلاً اِمَّا لَوْ کَانَ مُخْطِئاً اَرَادَ الصَّوَابَ فَجَرٰی ھٰکَذَا عَلٰی لِسَانِہٖ اَوْ لَمْ یَکُنْ مِمَّنْ یُمَیِّزُ بَیْنَ الْحَرْفَیْنِ فَظَنَّ اَنَّہٗ اَدَّی الْکَلِمَۃَ کَمَا ھِیَ فَھِیَ غَلَطٌ جَازَتْ بِہِ الصلوۃُ۔

ترجمہ

جب ظاد کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاد پڑھا پس قاضی محسن نے کہا بہترین قول یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ خواہ عالم ہو یا جاہل۔ اگر صحیح حرف ادا کرنے کی کوشش میں غلط حرف ادا ہو گیا اور زبان پر غلط جاری ہو گیا یا دو حروف میں تمیز نہ کر سکتا تھا تو وہ لفظ تو اس نے غلط ہی ادا کیا مگر گمان کیا کہ وہ صحیح ادا کر رہا ہے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہوجائے گی۔

(عالمگیری جلد 1 ص 79، در المختار جلد 1 ص 44)

اب واضح ہو گیا کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر ضاد کو ظاء پڑھنے والا سخت گنہگار ہے اور ضاد کو ظاء پڑھنے سے نماز فاسد ہو (ٹوٹ) جاتی ہے۔ البتہ جو ضاد کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر صحیح ادا نہیں کر پاتا تو اس کی نماز درست ہے۔

اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پروانہ شمع رسالت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ (نیا گروہ یعنی دیو بندی اور وہابی) جس نے قصداً (جان بوجھ کر) ضاد کو ظاد پڑھنا ٹھہرا لیا ہے۔ ان کی نماز تو بالاجماع آئمہ متقدمین واتفاق اقوالِ مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک پہنچتی ہی نہیں۔ پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی۔ اب افعال بے معنی کیے جاؤ۔ اسی طرح ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم ہے۔　(فتاوی رضویہ جلد 6 ص 322)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date:3-7-2013

باب الجنائز

غائبانہ نمازِ جنازہ کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 92

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔ مسئلہ کا جواب مدلل درکار ہے۔　سائل: ہارون اکسفورڈ یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

غائبانہ نمازِ جنازہ ناجائز ہے۔ اس پر سب احناف کا اجماع ہے۔ اگرچہ وہ جنازہ جنرل ضیاء الحق کا ہو یا کسی اور کا۔ نمازِ جنازہ پڑھنے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت کا موجود ہونا (اگر نصف بدن مع سر مل جائے تو بھی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے) اور میت کا امام ومصلی (جنازہ پڑھنے) کے آگے ہونا (اگر میت مصلی کے پیچھے ہوگی نماز نہ ہوگی)　(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ جلد 3 ص 121)

غائبانہ نمازِ جنازہ کی صورت میں میت یا تو موجود ہی نہیں ہوتی جب جسم مکمل جل جائے یا مصلی کے آگے نہیں ہوتی۔ اسی لیے دونوں صورتوں میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ وَشَرْطُ صِحَّتِهَا وَضْعُهُ اَمَامَ الْمُصَلِّي فَلِهٰذَا الْقَيْدِ لَا تَجُوْزُ عَلَى غَائِبٍ" نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت نمازی کے آگے ہو۔ اس شرط کے عدم کی وجہ سے غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں۔　(فتح القدیر جلد 2 ص 80)

اور درِ مختار میں ہے۔ فَلَا تَصِحُّ عَلٰی غَائِبٍ

ترجمہ: کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں۔ (در مختار جلد1 ص 121)

اور ملتقی الابحر میں ہے۔

لَا یُصَلِّی عُضْوٍ وَلَا غَائِبٍ "میت کا کوئی عضو کسی جگہ سے ملے اور غائب پر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔" (ملتقی الابحر جلد1 ص 161)

اس کے علاوہ ایک سو سے زائد کتب کی واضح عبارات موجود ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔

سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ساری زندگی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصداً غائبانہ نماز جنازہ کو ترک فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فعل قصداً ترک فرمائیں اس پر عمل ضروری ہے جیسا کہ امام اہل سنت ارشاد امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمن کا فرماتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصداً کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ضروری ہے (یعنی اس سے باز رہنا ضروری ہے) اور یوں کوئی کام سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا اور نہ اس سے بچنا ضروری ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد9 ص 344)

اس فرمانِ ذیشان سے پتہ چل گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصداً کسی کام کو ترک کیا ہو تو امت کو بھی اس سے باز رہنا ضروری ہے۔ کتب تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے ہیں جنہوں نے بلادِ غیر میں وفات پائی اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی فرقت میں روئے بھی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ نہ کروائی۔ واقعہ بئر معونہ کو دیکھئے جب مدینہ پاک کے ستر 70 جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دھوکے سے بلا کر بے دردی سے شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا شدید غم ہوا۔ ایک پورا مہینہ نمازِ فجر کے اندر کفار نابکار پر لعنت فرماتے رہے۔ مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔

ان کے علاوہ بہت سی جنگوں میں صحابہ کرام دوسرے شہروں میں شہید ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں ان کے لیے نماز نہ پڑھی، کیونکہ ان کی میتیں حاضر نہ تھیں اور نہ ہی ان کو مدینہ میں لایا گیا۔سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غائبانہ نمازِ جنازہ سے باز رہنا اس بات پر دلیل ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے حالانکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام صحابہ پر مشفق اور حریصٌ علیکم کی صفت عظیمہ کے مالک ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے جنازے میں شرکت کا کمال کا اہتمام فرماتے تھے۔اگر کسی وقت رات کی تاریکی یا دوپہر کی گرمی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ کرام نماز جنازہ کروا دیتے اور دفن کر دیتے تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے:

لَا تَفْعَلُوا لَا یَمُوتَنَّ فِیکُمْ مَیِّتٌ مَا کُنْتُ بَیْنَ أَظْهُرِکُمْ أَلَّا آذَنْتُمُونِی بِهِ، فَإِنَّ صَلَاتِی عَلَیْهِ لَهُ رَحْمَةٌ" ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو (یعنی ہر میت کی اطلاع مجھے دو) کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔(مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 388 رقم 19452)

صحیح مسلم شریف کی حدیث پاک ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ یُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِی عَلَیْهِمْ۔

بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور میں ان پر نماز پڑھ کر ان کو روشن کر دیتا ہوں۔"

(صحیح مسلم باب الصلوۃ علی القبر جلد 1 ص 310 رقم الحدیث 956)

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ جنازہ جنرل ضیاء الحق کا ہو۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ (جو اپنے ملک میں فوت ہوا) کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی لہٰذا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نجاشی بادشاہ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے تو نجاشی کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر کر دیا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلّٰی کے اندر چار تکبیروں سے نجاشی کا جنازہ پڑھایا۔

اس کے علاوہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

کُشِفَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَرِیْرِ النَّجَاشِیِّ حَتّٰی رَاٰهُ وَصَلّٰی عَلَیْهِ

ترجمہ: ''نجاشی کا جنازہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔''

(شرح زرقانی علی المواهب جلد 8 ص 87 / فتاوی رضویہ جلد 9 ص 348)

خود صحابہ کرام کا یہی گمان تھا۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

"فَصَلَّیْنَا خَلْفَهٗ وَنَحْنُ لا نری الا ان الجنازة قدامنا"

ترجمہ: ''ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔''

(فتح الباری جلد 3 ص 432)

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہوئی بلکہ ان کی میت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھی۔ لہٰذا اس واقعہ سے غیر مقلدین (وہابیوں) کا دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔

اس حوالے سے ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں تھے تو معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں انتقال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر ہی معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھا۔

ایک جواب تو اس کا یہی ہے کہ اس صحابی کی میت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کر دی گئی تھی۔

جیسے کہ حدیث ابی امامہ میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں انتقال کیا۔ أَتُحِبُّ أَنْ أَطْوِیَ لَكَ الْأَرْضَ فَتُصَلِّیَ عَلَیْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَضَرَبَ بِجَنَاحِهٖ عَلَى الْأَرْضِ فَرَفَعَ لَهٗ سَرِیْرَهٗ. فَصَلّٰی عَلَیْهِ، وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِیْ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ" کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین لپیٹ دی جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو

گیا اس وقت حضور ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور ﷺ کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں 70 ہزار فرشتے تھے۔" (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد 4 ص 46)

پتا چلا کہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی حضور ﷺ کے سامنے کر دیا گیا۔ جب میت امام کے سامنے ہو تو نماز حاضر پر ہوئی ہے نہ کہ غائب پر۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس واقعہ سے بھی غیر مقلدین کا غائبانہ نمازِ جنازہ پر استدلال کرنا غلط و باطل ہے اور غائب پر نمازِ جنازہ جائز نہیں۔

دوسرا جواب:

اس واقعہ (معاویہ پر نماز غائب پڑھنے) کی اسناد میں بہت اضطراب ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی روایت کے ضعیف ہونے پر سب محدثین کا اجماع ہے۔ جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو اس سے استدلال کر کے غائبانہ نمازِ جنازہ کا جواز ثابت کرنا ہی غلط و باطل ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-5-2016

عورتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 93

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرف عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں اور کیا یہ مردوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہوں تو جائز ہے؟ سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَھَابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

اگر مرد موجود نہ ہوں تو عورتوں کا نمازِ جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ تنہا عورتوں کا نمازِ جنازہ کی جماعت کروانا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔"وَاعْلَمْ أَنَّ جَمَاعَتَهُنَّ لَا تُكْرَهُ فِي صَلَاةِ الْجِنَازَةِ لِأَنَّهَا فَرِيضَةٌ" جان کہ فقط عورتوں کا نمازِ جنازہ کی جماعت کروانا مکروہ نہیں ہے کہ نمازِ جنازہ فرض ہے۔

(درمختار مع ردالمحتار باب الامامۃ ج1ص565)

بلکہ تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ساقط ہوجاتا ہے۔جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔اگر عورت نے نماز جنازہ پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتدا کی تو لوٹائی نہ جائے کہ اگرچہ مردوں کی اقتدا صحیح نہ ہوئی مگر عورت کی نماز تو ہوگئی، وہی کافی ہے۔ (بہار شریعت ج1حصہ4ص826مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

مگر عورتوں کا مردوں کی جماعت میں حاضر ہو کر نماز جنازہ ادا کرنا مطلقاً مکروہ ہے: جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ مُطْلَقًا" عورتوں کا مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے۔ (تنویر الابصار مع درمختار باب الامامۃ ج1ص566)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-5-2016

میت پر دو جنازے پڑھنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 94

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کسی میت کو دوبار غسل دینا اور اس پر دو جنازے پڑھنا جائز ہے۔انگلینڈ میں یوں ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے تو وہاں اس کو غسل دے

کر جنازہ پڑھ دیا جاتا ہے اور پھر اسی میت کو پاکستان میں لا کر غسل دے کر جنازہ پڑھا جاتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے۔
سائل: نسارت فرام سٹوک۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

میت کو ایک ہی بار غسل دیا جائے گا کسی بھی حال میں میت کو دوبارہ غسل دینے کی حاجت نہیں اور حنفی مذہب کے مطابق میت پر نمازِ جنازہ کی تکرار [یعنی دوبارہ اس پر جنازہ پڑھنا] ناجائز ہے۔ مگر جب کسی اجنبی غیر احق نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کر سکتا ہے اور یہ صورت بہت نادر ہے۔ انگلینڈ میں دیکھا ہے کہ پہلی نمازِ جنازہ میں اولیاءِ میت خود شریک ہوتے ہیں یا نماز ان کی اجازت سے پڑھی جاتی ہے اور یہی لوگ بہانگ دہل پاکستان میں دوسری نمازِ جنازہ کرواتے اور جہالت کی بناء پر اپنے ہی مذہب کا خلاف کرتے ہیں اور ایک غیر مشروع کام کو ثواب جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

جہاں تک میت کو دوبار غسل دینے کا تعلق ہے اس کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا غسل ایک دیا جائے گا۔ اور ایک دوسرے سوال 2 کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو دھو دی جائے۔ [فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۹۷]

ایک میت پر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی حوالے سے امام اجل برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ ابوبکر اپنی کتاب ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحدٍ ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بھا غیر مشروع ولھذا رأینا الناس ترکوا من اٰخرھم الصلوۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو الیوم کما وضع"

اگرولی وحاکم اسلام کے سوااورلوگ نمازِ جنازہ پڑھ لیں توولی کواعادہ کااختیار ہے کہ حق اولیاء کاہےاوراگرولی پڑھ چکاتواب کسی کوجائزنہیں کہ فرض توپہلی نماز سے اداہوچکااوریہ نماز بطورنفل پڑھنی مشروع نہیں لہٰذاہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاراقدس پرنماز چھوڑدی حالانکہ حضورآج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبرمبارک میں رکھے گئے تھے۔ (الھدایہ فصل فی الصلوۃ علی المیت ۱/۱۶۰)

اس کی شرح میں امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "لو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقریب الیه علیه الصلوۃ والسلام بانواع الطرق عنه فھذا دلیل ظاھر علیه فوجب اعتبارہ" یعنی اگرنمازِ جنازہ کی تکرارمشروع ہوتی تو مزاراقدس پرنماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتاجس میں علماء وصلحاء اوروہ بندے ہیں جوطرح طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تویہ تکرارکی مشروعی پرکھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔ (فتح القدیر فصل فی الصلوۃ علی المیت مطبوعہ المکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴)

درمختارمیں ہے: "تکرارھا غیر مشروع" نمازجنازہ کی تکرارجائزنہیں۔

(درمختار باب صلوۃ الجنائز ۱/۱۲۳)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے: " تکرار الصلوۃ علی میّت واحد غیر مشروع" ایک میت پردوبارہ نماز ناجائزہے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز ص ۵۹)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن اپنے رسالہ النہی الحاجز میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرارہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تومطلقاً ناجائزونامشروع ہے، مگرجب کہ اجنبی غیراحق نے بلااذن و بلامتابعت ولی پڑھ لی ہوتوولی اعادہ کرسکتاہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۲۶۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صواب والمجیب مثاب
شمس الھدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-1-2016

کتابُ الصوم

روزے کا معنی کیا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 95

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزہ کا معنی رکنا ہے کیا یہ صحیح ہے اوراس کی تعریف کیا ہے۔ سائل: عبداللہ-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں! لغت میں صوم کا مطلب ہے اَلْاِمْسَاكُ وَالْكَفُّ عَنِ الشَّيْءِ کسی شے سے رک جانا اور کسے شے سے باز رہنا۔اوراصطلاحی تعریف "الامساكُ نَهَاراعَنِ الْمُفَطِّرَاتِ بِنِیَّةٍ مِنْ اَهْلِه مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْس" شریعت میں روزہ سے مراد یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے لے غروبِ شمس تک ایسی تمام چیزوں سے باز رہنا جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کی طرف سے جو روزہ کی نیت کا اہل ہو۔ایسی حیثیت کو روزہ کہا جاتا ہے۔ (اللباب 162)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

انجکشن اور ڈرپ سے روزے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 96

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انجکشن یا ڈرپ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ دلائل سے جواب دیا جائے کیونکہ مجھ سمیت بہت سے کئی لوگ اس بارے کنفیوز ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

روزے کی حالت میں انجکشن یا ڈرپ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ رگ میں لگایا جائے یا پٹھوں میں لگایا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں فقہِ حنفی کا مشہور ضابطہ یہ ہے کہ منفذ [Route] کے ذریعے کسی چیز کا معدے تک پہنچنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اگر کوئی چیز منفذ [Route] کے بجائے مسام کے ذریعے معدے یا جسم میں جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور انجکشن یا ڈرپ میں بھی دواء مساموں کے ذریعے ہی جسم میں داخل ہوتی ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر تین طرح کے دلائل پیشِ خدمت ہیں۔

[1]: سانپ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ سانپ کے کاٹنے پر بھی زہر جسم میں داخل ہوجاتا ہے مگر اس کے باوجود بھی فقہائے کرام نے اسے مفسد صوم نہیں کہا بلکہ اسے ان اعذار میں شمار فرمایا جن کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہوجاتا ہے۔

الدر المختار میں روزہ توڑنے کے اعذار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"فَصْلٌ فِي الْعَوَارِضِ الْمُبِيحَةِ لِعَدَمِ الصَّوْمِ وَقَدْ ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ مِنْهَا خَمْسَةً وَبَقِيَ

اَلْإِکْرَاہُ وَخَوْفُ هَلَاكٍ أَوْ نُقْصَانُ عَقْلٍ وَلَوْ بِعَطَشٍ أَوْ جُوعٍ شَدِيدٍ وَلَسْعَةِ حَيَّةٍ"

ترجمہ: اور مصنف نے روزہ توڑنے کے اعذار میں سے پانچ ذکر کیے ہیں اور باقی یہ ہیں اکراہ اور ہلاکت کا خوف یا عقل کے ضائع ہوجانے کا خوف اگرچہ پیاس یا شدید بھوک کی وجہ سے ہواور سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے۔

(الدو المختار مع حاشیہ الطحاوی جلد 1 صفحہ 438)

علامہ سید احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ لسعۃ حیہ کی شرح میں فرماتے ہیں "إِنَّ الرجل إِذَا لَدَغَتْهُ حَيَّةٌ فَأَفْطَرَ لِيَشْرَبَ الدَّوَاءَ" یعنی اگر کسی آدمی کو سانپ کاٹ لے تو دوا پینے کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے۔

(حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار جلد 1 صفحہ 438)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ سانپ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کے بعد دوا پینے سے روزہ ٹوٹا ہے کیونکہ سانپ کا زہر مساموں کے ذریعے جسم میں جاتا ہے نہ کہ منفذ کے ذریعے لہذا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

[2]: معدے میں انجکشن کے ذریعے دوا نہیں بلکہ اس کا اثر پہنچتا ہے اور معدے تک دواء کا اثر پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر ہم مان لیں کہ دوا ہی معدے تک جاتی ہے تو یہ دواء، رگوں یا پٹھوں کے ذریعے ہی مسام کے ذریعے پہنچتی ہے اور پہلے بیان ہو چکا کہ فقہ حنفی کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو چیز معدے تک مساموں کے ذریعے سے داخل ہو وہ روزے کو فاسد نہیں کرتی۔ جیسا کہ تیل لگانے اگرچہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ کیونکہ یہ کسی مَنفَذ [Route] کے ذریعے حلق تک نہیں بلکہ مساموں کے ذریعے حلق تک پہنچتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

"(أَوْ أَدْهَنَ أَوْ اكْتَحَلَ أَوْ احْتَجَمَ) وَإِنْ وَجَدَ طَعْمَهُ اى طَعْمَ الدُّهْنِ فِي حَلْقِهِ لِأَنَّ الْمَوْجُودَ فِي حَلْقِهِ أَثَرٌ دَاخِلٌ مِنَ الْمَسَامِّ الَّذِي هُوَ خَلَلُ الْبَدَنِ وَالْمُفْطِرُ إِنَّمَا هُوَ الدَّاخِلُ مِنَ الْمَنَافِذِ"

اگر کسی نے تیل یا سرمہ یا پچھنا لگایا اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر چہ تیل کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اور کیونکہ حلق میں اس کا اثر مسام کے ذریعے پہنچا ہے جب کہ روزہ تو اس وقت ٹوٹتا ہے جب کوئی چیز منافذ کے ذریعے اندر جائے۔ [ردالمختار باب مایفسد الصوم و مالا یفسدہ ج2 ص396]

[3]: ہماری فقہ کی کتابوں میں ہے کہ غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کی ٹھنڈک محسوس کرے۔ حالانکہ غسل کرنے سے پانی جسم کی جلد میں موجود باریک سوراخوں یعنی مساموں کے ذریعے جسم کے اندر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے کہ "لِلِاتِّفَاقِ عَلٰی أَنَّ مَنْ اغْتَسَلَ فِی مَاءٍ فَوَجَدَ بَرْدَہٗ فِی بَاطِنِہٖ أَنَّہٗ لَا یُفْطِرُ" اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی پانی میں غسل کرے اور وہ اس کی ٹھنڈک پیٹ میں محسوس کرے پھر بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ [ردالمحتار باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ ج2 ص396]

ان دلائل سے واضح ہوا کہ روزے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس موقف کے قائل کئی علماء کرام اور مفتیانِ عظام ہیں جیسا کہ فتاوی فقیہ ملت میں ہے روزے میں انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے گوشت میں لگوائے یا رگ میں اور تھوڑا آگے لکھا ہے کیونکہ اس کی دواء کسی منفذ کے ذریعے داخل نہیں ہوتی بلکہ مسامات کے ذریعے پورے بدن میں جاتی ہے۔ (فتاوی فقیہ ملت ج1 ص344)

اور اسی طرح ہی وین میں انجکشن لگانے سے دواء وینز سے آگے باریک وینز میں داخل ہو کر مساموں کے ذریعے ہی معدے تک پہنچتی ہے۔ لہذا وین میں انجکشن یا ڈرپ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ہاں روزے میں انجکشن لگانے سے احتراز بہتر ہے اور ضرورتِ شدیدہ کے بغیر انجکشن یا ڈرپ نہیں لگانی چاہیے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

روزے کی حالت میں خون کا نکالنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 97

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں بعض امراض کی تشخیص کے لیے مریض کے جسم سے خون نکالنا کیسا ہے؟

سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اس قسم کی ضرورت کے لیے روزہ دار کے جسم سے خون نکالنے کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں البتہ اتنی مقدار میں خون نکالنا جو کہ کمزوری کا باعث ہو مکروہ ہے۔ اس مسئلے کی مثال کتب فقہ میں سینگی لگوانے کا مسئلہ ہے جو کہ قدیم طبی طریقہ کار تھا۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ اِنْ اَمِنَ عَلٰی نَفْسِهِ الضُّعْفَ اَمَّا اِذَا خَافَ فَاِنَّهٗ يُكْرَهُ"

ترجمہ: اگر کمزوری کا خوف نہ ہو تو سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کمزوری کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری جلد 1 ص 200-199)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

افطاری کی دعا کب پڑھی جائے پہلے یا بعد میں

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 98

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا بعد میں پڑھے جائے یا پہلے۔　سائل: کبیر دین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا افطاری کرنے کے بعد پڑھی جائے نہ کہ پہلے جیسا کہ آج کل بعض حضرات افطاری سے پہلے دعا پڑھتے ہیں ایسا نہ کیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار فرماتے اور پھر دعا پڑھا کرتے۔

جیسا کہ امام طبرانی نے معجم کبیر اور دار قطنی نے سنن میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا افطر قال اللّٰھم لک صمنا وعلی رزقک افطرنا فتقبل منا انک انت السمیع العلیم"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرمالیتے تو یہ دُعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، ہماری طرف سے قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔

(کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول اذا افطر حدیث ۴۸۰ معارف نعمانیہ حیدر اباد دکن ص ۱۲۸)

اور سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں کہ مقتضائے دلیل یہ ہے کہ دُعا روزہ افطار کرکے پڑھے۔

(فتاوی رضویہ ج10 ص634)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 4-8-2017

دوا (Medicin) کے ذریعے حیض ونفاس بند کرلینا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 99

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت دوا کھا کر حیض و نفاس بند کرلے تو کیا اس کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے؟　سائل: ایک بھائی - پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اگر دوا کھانے سے یا کسی اور وجہ سے حیض ونفاس بند ہوجائیں تو روزہ رکھنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ اس طرح حیض ونفاس کو روکنا طبی نقطہ نظر سے سخت نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

دمہ کے مریض کے لیے ان ہیلر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 100

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو دمہ کی بیماری ہو کیا وہ ان

ہیلر استعمال کرسکتا ہے؟ روزے کے دوران اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

سائل: محمد کبیر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ان ہیلر کے ذریعے سے سانس لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ان ہیلر میں موجود دوائی جو مائع کی صورت میں ہوتی ہے وہ گیس کی شکل اختیار کر کے مریض کے پھیپھڑوں میں پہنچتی ہے اور اس کی نالیاں کھول دیتی ہے جس سے مریض آسانی سے سانس لینے لگتا ہے۔ لہٰذا ان ہیلر کی دوائی کے حلق سے نیچے اترنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ ایک دھوئیں کی شکل میں اندر جاتی ہے تو یہ مسئلہ قصداً دھواں لینے کی طرح ہے۔ جس طرح قصداً دھواں لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح ان ہیلر کے استعمال سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

درمختار میں ہے: "لَوْ أَدْخَلَ حَلْقَهُ الدُّخَانَ أَفْطَرَ أَيَّ دُخَانٍ كَانَ وَلَوْ عُودًا أَوْ عَنْبَرًا لَهُ ذَاكِرًا لِإِمْكَانِ التَّحَرُّزِ عَنْهُ" اگر کسی نے خود قصداً دھواں حلق میں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اگرچہ عود یا عنبر کا دھواں ہو جبکہ روزے دار ہونا یاد ہو کیونکہ قصداً دھواں اندر لے جانے سے بچا جا سکتا ہے۔

("الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۰)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 101

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ کیا اس کے ذرات پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ سائلہ: شبنم-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

لپ اسٹک مفسدِ صوم نہیں ہے یعنی اس کے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر ہونٹوں پر زبان پھیرنے کی عادت ہے اور اس سے لپ اسٹک کے ذرات پیٹ میں چلے جاتے ہیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-11-2016

Gums bleeding کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 102

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسوڑھوں (Gums)

سے خون نکلا اور حلق سے نیچے اترا تو روزہ ٹوٹ جائے گا؟ سائل: بلال-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَ الصَّوَابُ

اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا تو نہیں ٹوٹا۔

(بہار شریعت جلد 1 حصہ 5 صفحہ 59)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-11-2016

بچے کو روزہ رکھوایا جائے یا نہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 103

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں انگلینڈ میں 20 گھنٹے کا روزہ ہوتا ہے۔ کیا بچے کو روزہ رکھوایا جائے یا نہیں؟ اور اسے کس عمر سے روزے کا حکم دیا جائے؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بچے کی عمر دس 10 سال کی ہوجائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہوتو اس سے روزہ رکھوایا جائے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ وَيُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّوْمِ إِذَا أَطَاقَهُ وَيُضْرَبُ عَلَيْهِ ابْنُ عَشْرٍ كَالصَّلَاةِ "بچے کو روزے کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کے بچے کو نہ رکھنے پر مارا جائے گا جیسا کہ نماز کے بارے میں ہے۔

("درمختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۴۲)

مگر بچے پر روزہ بالغ ہونے پر ہی فرض ہے۔ وہ کسی علامتِ بلوغت سے بالغ ہوجائے یا اس کی عمر پندرہ 15 سال ہوجائے دونوں صورتوں میں وہ بالغ ہے اور اس پر روزہ فرض ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-8-2017

پچھلے رمضان کے کچھ روزوں کا فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 104

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پچھلے رمضان کے کچھ روزے رہتے ہیں کیونکہ میں حاملہ تھی اور میرے 20 روزے رہ گئے میں نے تین رکھے اور سترہ 17 رہتے ہیں تو کیا میں ان کا فدیہ دے سکتی ہوں کیونکہ اگلا رمضان آنے والا ہے میں اس سے پہلے یہ سترہ روزے نہیں رکھ سکتی؟

سائل: لبنیٰ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ کو پچھلے رمضان کے سترہ روزوں کی قضا اس رمضان کے بعد کرنی ہی ہوگی اور ان کے بدلے میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ فدیہ کا حکم شیخ فانی کے لیے ہے نہ کہ حمل والی کے لیے۔ حمل والی کو روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور اگر قضا کرتے کرتے دوسرا رمضان آجائے تو وہ دوسرے رمضان کے فرض روزے رکھے اور رمضان کے بعد پچھلے رمضان کے بقیہ روزوں کی قضا کرے۔

جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب الدر المختار میں ہے: "وَلَوْ جَاءَ رَمَضَانُ الثَّانِي قُدِّمَ الْأَدَاءُ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا فِدْيَةَ" اگر دوسرا رمضان آگیا تو رمضان کے روزوں کی ادا کو قضا روزے پر مقدم کرے اور قضا روزوں کے بدلے فدیہ نہیں ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۶۵)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

حمل یا دودھ پلانے والی عورت کو روزے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 105

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر روزہ رکھنا ضروری ہے؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اگر حمل والی یا دُودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچّہ کی جان جانے کا ظن غالب ہو تو اسے روزہ چھوڑنا جائز ہے مگر بعد میں اس کی قضا رکھنی پڑے گی۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے کہ "حَامِلٍ أَوْ مُرْضِعٍ خَافَتْ بِغَلَبَةِ الظَّنِّ عَلَى نَفْسِهَا أَوْ وَلَدِهَا" اگر حمل والی یا دُودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچّہ کی جان جانے کا ظن غالب ہو تو اسے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ (تنویر الابصار مع درمختار ج۳ ص ۴۰۳)

ظن غالب کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے

(۲) اس کا ذاتی تجربہ ہے

(۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو۔ کمافی بہار شریعت

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

وہ اعذار جن کی وجہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 106

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ نہ رکھنے کی معتبر شرعی اعذار کونسے ہیں؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بعض ایسے اعذار ہیں جن کے سبب رَمضانُ الْمُبارَک میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔مگر وہ عذر خَتم ہوجانے کے بعداس کی قضاء رکھنافرض ہے۔البتّہ قضاء کا گناہ نہیں ہوگا اوروہ شرعی معتبر اعذار درج ذیل ہیں۔

(1): سفر [Travelling]: مُسافرکوروزہ رکھنے یانہ رکھنے کا اختیار ہے۔اگرخوداُس مُسافرکواوراُس کے ساتھ والےکوروزہ رکھنے میں ضَرَر (یعنی نقصان) نہ پہنچےتوروزہ رکھنا سفرمیں بہتر ہےاوراگردونوں یااُن میں سے کسی ایک کونقصان ہورہاہوتوروزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (دُرِّمختار ج۳ ص ۴۰۳ تا ۴۰۵)

شَرْعاً سفرکی مِقْدار ساڑھے ستاون میل (یعنی تقریباً بانوے کلومیٹر) ہے جوکوئی اِتنی مِقدار کا فاصِلہ طے کرنے کی غَرَض سے اپنے شہر یاگاؤں کی آبادی سے باہَر نکل آیا، وہ اب شرعاً مُسافر ہے۔اُسے روزہ قضاء کرکے رکھنے کی اجازت ہے۔ (مُلَخَّصاًفتاوی رضویہ مخرجہ ج۸ص ۴۷۰)

(2): حَمل [PREGNANCY]: حَمل والی یادُودھ پلانے والی عورت کواگراپنی یابچّہ کی جان جانے کاصحیح اَندیشہ ہےتواجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔خواہ دُودھ پلانے والی بچّہ کی ماں ہو یادائی، اگرچہ رَمَضانُ الْمُبارَک میں دُودھ پلانے کی نوکری اختیار کی ہو۔ (دُرِّمختار، رَدُّالْمحتار ج۳ ص ۴۰۳)

(3-4): بھوک اور پیاس [Hunger and Thirst]: بُھوک اورپیاس ایسی ہوکہ ہلاک کاخوفِ صحیح ہو یاعَقْل میں کسی نقصان کااندیشہ ہوتوروزہ نہ رکھیں۔ (دُرِّمختار، رَدُّالْمحتار ج۳ ص ۴۰۲)

(5): مرض [Illness]: مریض کومرض بڑھ جانے یادیرمیں اچھا ہونے یاتَندُرُست کو بیمار ہوجانے کا گُمانِ غالب ہوتواِجازت ہے کہ اُس دِن روزہ نہ رکھے۔(بلکہ بعدمیں قضا کرلے) (دُرِّمختار ج۳ ص ۴۰۳)

(6): حَیض ونفاس [Menstruation]: حَیض یانفاس کی حالت میں نماز، روزہ حرام ہےاورایسی حالت میں نمازوروزہ صحیح ہوتے ہی نہیں۔ (بہارشریعت حصہ ۲ ص ۸۸، ۸۹)

(7-8): شیخِ فانی[OLDNESS]: "شیخِ فانی" یعنی وہ مُعمَّر بُزرگ جن کی عُمراتنی بڑھ چکی ہے کہ اب وہ بے چارے روز بروز کمزور ہی ہوں گے اور اب روزے کی طاقت آنے کی اُمید نہ رہی۔ انہیں اب روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لہٰذا ہر روزہ کے بدلہ میں بطورِ فِدیہ ایک صَدَقۂ فطر کی مقدار (دوکلو سے 80 گرام کم) گیہوں یا اُس کا آٹا یا اُن گیہوں کی رقم) مسکین کو دیدیں۔ (دُرِّمختار ج۳ص۴۱۰)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-8-2017

حیض ونفاس والی چھپ کر کھائے یا ظاہراً

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 107

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن عورتوں کو رمضان کے دوران حیض آجائے اور دوران حیض وہ روزہ نہیں رکھ سکتیں تو وہ چھپ کر کھائیں پیئیں یا سب کے سامنے بھی کھا پی سکتی ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّاب اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

حیض ونفاس والی عورت کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً کھائے پیئے، اس پر روزہ دار کی طرح رہنا ضروری نہیں مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔

جیسا کہ جوہرہ میں ہے کہ "وَهَلْ تَأْكُلُ سِرًّا أَوْ جَهْرًا قِيلَ سِرًّا وَقِيلَ جَهْرًا وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ التَّشَبُّهُ" حیض و نفاس والی چھپ کر کھائے یا ظاہرا تو کہا گیا ہے کہ چھپ کر کھائے اور کہا گیا ہے کہ ظاہرا کھائے پیئے اور اس پر روزہ دار کے ساتھ تشبہ واجب نہیں ہے۔ ("الجوهرة النيرة"، كتاب الصوم، ص ١٨٦)

اور بہار شریعت میں ہے کہ حیض و نفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہرا، روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔ مگر چھپ کر کھانا اولی ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔ (بہار شریعت ج 1 حصہ 5 ص 1004)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 3-7-2017

دعائے تراویح میں وَالْعَظَمَۃِ کا صحیح تلفظ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 108

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا تراویح میں لفظ وَالْعَظَمَۃِ صحیح ہے یا وَالْعَظْمَۃِ یعنی اس میں ظ ساکن ہے یا متحرک؟ سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اس میں صحیح تلفظ وَالْعَظَمَۃِ ہے یعنی ظ متحرک بالفتح ہے نہ ساکن۔ کیونکہ ظ کے سکون کے ساتھ "وَالْعَظْمَۃِ"

کا معنی ”ایک ہڈی“ ہے۔ دعائے تراویح میں یہ معنی لائق بارگاہِ خدا نہیں۔ لہذا تمام مسلمانوں کو اس کا تلفظ درست کرنا چاہیے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 20-8-2017

قد صح الجواب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

ذیابیطس کی بیماری اور روزہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 109

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں رہتا ہوں مجھے ذیابیطس کی بیماری ہے جس میں تھوڑی تھوڑی دیر میں انسولین کا انجکشن لگانا پڑتا ہے۔ کیا مجھ پر روزہ فرض ہے۔ یہاں کے ڈاکٹرز اس بیماری میں روزے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں شدید پیاس لگتی ہے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

رمضان مبارک کا روزہ فرضِ قطعی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ؕ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔

(البقرۃ:185)

اور احادیث میں روزہ رکھنے کی شدید تاکید وارد ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "أَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَمَنْ جَاءَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُغْنِينَ عَنْهُ شَيْئًا، حَتَّى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيعًا الصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ" اللہ عزوجل نے اسلام میں چار چیزوں کو فرض کیا جس نے تین پر عمل کیا تو یہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ جب تک وہ تمام پر عمل نہ کرے (1): نماز (2): زکوۃ (3): روزہ (4): حج

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث زیاد بن نعیم الحضرمی ج29 رقم 17789)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بلا عذر روزہ چھوڑے تو اس کے دیگر اعمال اکارت ہونے کا اندیشہ ہے اور خوفِ خدا رکھنے والا کوئی مسلمان بھی ایسی وعید سن کر بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔

اور یاد رکھیے کافر یا بدمذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے روزہ چھوڑا جاسکتا ہے اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے لہذا ایسی صورتِ حال میں خود تجربہ کیجئے کہ اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا ناقابل برداشت پیاس لگتی ہے تو روزہ نہ رکھیے بلکہ مرض ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کر لیجیے یا سردیوں کے موسم میں جب انگلینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہو جاتا ہے اور سردی کی وجہ سے زیادہ پیاس بھی نہیں لگتی تو ان ایام میں روزوں کی قضا کر لی جائے۔ کیونکہ اللہ عزوجل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ توجس قدر روزے چھوٹے ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرۃ:185)

اور اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو آپ پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا یعنی روزہ رکھو صحتیاب ہو جاؤ گے۔ (در منثور ج ۱ ص ۴۴۰)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ روزے کی حالت میں انسولین یا کسی اور دوائی کا انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

کما حققناہ فی فتاونا کیونکہ اس بارے میں فقہ حنفی کا مشہور ضابطہ یہ ہے کہ منفذ [Route] کے ذریعے کسی چیز کا معدے تک پہنچنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اگر کوئی چیز منفذ [Route] کی بجائے مسام کے ذریعے معدے یا جسم میں جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وَمَا يَدْخُلُ مِنْ مَسَامِّ الْبَدَنِ مِنَ الدُّهْنِ لَا يُفْطِرُ" اور جو چیز یا تیل وغیرہ بدن کے مسام کے ذریعے جسم میں ہو وہ روزہ نہیں توڑتا۔

[الفتاوی الھندیہ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد ج1 ص203]

اور انجکشن میں بھی دواء مساموں کے ذریعے ہی جسم میں داخل ہوتی ہے اور اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-9-2017

روزہ چھوڑنے میں کس ڈاکٹر کا قول معتبر ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 110

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جہاں کوئی سنی مسلمان ڈاکٹر موجود نہیں ہے تو بیماری کا ایسا عذر کیسے ثابت ہوگا جس میں روزہ معاف ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم ڈاکٹر میرے بیماری کی وجہ سے مجھے کہتا ہے کہ میں روزہ نہ رکھوں؟ تو کیا اس کا کہنا شریعت میں قبول ہے؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کافر یا بدمذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے رمضان کا فرض روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ شامی ہے: "أَمَّا الْكَافِرُ فَلَا يُعْتَمَدُ عَلَى قَوْلِهِ لِاحْتِمَالِ أَنَّ غَرَضَهُ إِفْسَادُ الْعِبَادَةِ" ("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۴)

اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے۔ لہذا ایسی صورتِ حال میں روزہ چھوڑنے کی رخصت کے عذر کے ثبوت کے لیے خود کا تجربہ بھی کافی ہے کیونکہ جس طرح ایک مسلمان غیر فاسق حاذق ڈاکٹر کے کہنے سے روزہ چھوڑنے کے عذر کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح اپنے ماضی کے تجربہ سے بھی عذر کا ثبوت ہوجاتا ہے یعنی ماضی میں اس بیماری میں روزہ رکھا تھا تو مرض بڑھ گیا تھا یا شدید تکلیف ہوگئی تھی اس بیماری کے دوبارا ہونے سے روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر ماضی کا کوئی تجربہ نہ ہو تو اب تجربہ کرلیجئے کہ اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا شدید ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہے تو نہ رکھیں۔

اور اگر مرض ایک ہی ہو تو کسی کے تجربہ سے بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہوجائے گی مثلاً زید کو ایک مرض ہوا اور اس نے اس مرض میں روزہ رکھا جس سے مرض بڑھ گیا اور اب بکر کو بھی وہی مرض ہوا لہذا زید کے تجربے سے بھی بکر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ثابت ہوجائے گی۔ جیسا کہ شامی میں ہے۔ "تَجْرِبَةٍ وَلَوْ كَانَتْ مِنْ غَيْرِ الْمَرِيضِ عِنْدَ اتِّحَادِ الْمَرَضِ" اس کا اپنا تجربہ ہو یا مرض کے ایک ہونے سے صورت میں کسی غیر کا تجربہ ہو

("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص۴۶۴)

اور مرض کے ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کرنا بھی ضروری ہے لہذا مرض ٹھیک ہونے پر ان کی قضا کرلیجیے یا سردیوں کے موسم میں جب انگلینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہوجاتا ہے اور سردی کی وجہ سے زیادہ بھوک یا پیاس بھی زیادہ محسوس نہیں ہوتی تو ان ایام میں روزوں کی قضا کرلی جائے۔ کیونکہ اللہ عزوجل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ تو جس قدر روزے چھوٹے ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرة:185)

اور اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو آپ پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا یعنی روزہ رکھو صحتیاب ہو جاؤ گے۔ (دُرِّ منثور ج ا ص ۴۴۰)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-8-2017

ماسٹربیشن کا حکم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 111

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے کے دوران ماسٹربیشن سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا یا نہیں۔ اور اگر کوئی اسے ایک سے زیادہ بار کرے تو کیا اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں۔ سائل: اویس فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

روزے کی حالت میں ماسٹربیشن یعنی ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسے شخص پر اس روزے

کی قضا واجب ہوگی یعنی رمضان کے بعد وہ روزہ دوبارا رکھنا پڑے گا مگر اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔جیسا کہ صاحبِ درمختار ان صورتوں کو بیان کرتے ہوئے جن میں روزہ ٹوٹنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں کہتے ہیں:"وَ کَذَا الِاسْتِمْنَاءُ بِالْکَفِّ"اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۱۔۴۲۹)

اور بہارِ شریعت میں ہے کہ ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہوگیا تو ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت ج1 حصہ5 ص989)

اور جو اس گندی عادت سے روزہ توڑنے کو معمول بنالے تو بعض علماء نے کہا کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ لہٰذا اس ناجائز گندی عادت سے اجتناب ضروری ہے۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-9-2016

روزے کے دوران آئی ڈراپس، نوزل اور ایئر ڈراپس کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 112

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی ڈراپس، نازل ڈراپس اور کان میں ڈالنے والے ڈراپس روزے میں ڈالنا جائز ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابُ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَّ النُّورَ وَالصَّوَابُ

آنکھ میں ڈالنے والے آئی ڈراپس اور ناک میں ڈالنے والے نوزل ڈراپس روزے میں ڈالنے کی اجازت نہیں کہ جدید تحقیق اور علم تشریح الاعضاء (Anatomy) کے مطابق آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ (Route) ہے لہذا آنکھ میں ڈراپس ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اسی طرح نوزل ڈراپس ناک میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے کہ ناک اور حلق کے درمیان منفذ (Route) ہے اور یہ بات تو واضح ہے۔ اور یہ فقہ حنفی کا مسلمہ اصول ہے کہ منافذ (Routes) کے ذریعے کسی چیز کے معدے تک پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جبکہ جدید تحقیق کے مطابق کان اور حلق کے درمیان منفذ (Route) نہیں ہے لہذا کان میں ڈراپس وغیرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ اس کے کان کا پردہ پھٹا نہ ہو۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

روزے کے دوران حلق سے خون کا مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 113

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ میرے حلق سے خون نکلتا ہے اور کبھی میں اس خون کا ٹیسٹ (ذائقہ) حلق میں محسوس کرتا ہوں۔ کیا میرا روزہ ہوجائے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

سائل: سفیان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر خون حلق سے نکل کر حلق سے نیچے اتر جائے خون تھوک سے زیادہ یا برابر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک سے کم ہو مگر اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا تو پھر بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک سے کم ہونے کی صورت میں حلق میں ذائقہ محسوس نہ ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "خَرَجَ الدَّمُ مِنْ بَيْنِ أَسْنَانِهِ وَدَخَلَ حَلْقَهُ يَعْنِي وَلَمْ يَصِلْ إِلَى جَوْفِهِ أَمَّا إِذَا وَصَلَ فَإِنْ غَلَبَ الدَّمُ أَوْ تَسَاوَيَا فَسَدَ وَإِلَّا لَا إِلَّا إِذَا وَجَدَ طَعْمَهُ" دانتوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہوا اور پیٹ تک نہیں پہنچا تو روزہ نہیں ٹوٹا اگر پیٹ تک پہنچ جائے تو اگر خون تھوک سے زیادہ یا برابر تھا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر تھوک سے کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر مزہ محسوس نہ ہوا، تو نہیں ٹوٹا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

روزے کے دوران عورت کو انٹرنل الٹرا ساؤنڈ کروانا کیسا؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 114

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے میں ایک عورت گائنا

کالوجسٹ کے پاس جاسکتی ہے۔ یہ ایسی ڈاکٹر ہوتی ہے جو انٹرنل الٹرا ساؤنڈ کرکے بچہ کی پیدائش کے معاملات کو دیکھتی ہے۔ انٹرنل الٹرا ساؤنڈ میں ڈاکٹر عورت کی شرمگاہ کے اندر کچھ آلات ڈال کر چیک کرتی ہے۔ ایسا کرنے سے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا۔

سائل: حارث فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر ڈاکٹر انٹرنل الٹرا ساؤنڈ کے دوران آلات پر کوئی دوائی یا کوئی مائع شی لگائے بغیر یعنی خشک آلات عورت کی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان خشک آلات کا ایک سرا باہر ہوتا ہے اور دوسرا اندر تو یہ مکمل طور پر اندر داخل ہونا نہیں ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور ہاں اگر کوئی آلہ غلطی سے مکمل طور پر شرمگاہ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اسی طرح اگر ان آلات پر کوئی دوائی یا کوئی مائع چیز لگا کر اندر داخل کیا گیا تو تری کے اندر پہنچتے ہیں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

درمختار میں ہے: "أَدْخَلَ عُودًا وَنَحْوَهُ فِي مَقْعَدَتِهِ وَطَرَفُهُ خَارِجٌ وَإِنْ غَيَّبَهُ فَسَدَ: اگر کسی نے پاخانے کے مقام کے اندر کوئی لکڑی یا اس جیسی کوئی چیز ڈالی اور اس کا ایک سرا باہر تھا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر وہ پوری اندر چلی گئی کہ دوسرا سرا بھی اندر غائب ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۲۳)

(و"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الصوم، الباب الرابع فیمایفسد وما لا یفسد، ج۱، ص۲۰۴)

اور درمختار میں ہی ہے: "أَوْ أَدْخَلَ أُصْبُعَهُ الْيَابِسَةَ فِيهِ أَيْ دُبُرِهِ أَوْ فَرْجِهَا وَلَوْ مُبْتَلَّةً فَسَدَ" خشک انگلی پاخانہ یا عورت کی اگلی شرمگاہ کے مقام میں رکھی تو روزہ نہ ٹوٹا اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۲۳)

اور بہار شریعت میں ہے کہ کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا

رہا لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا، یہی حکم شرمگاہ زن کا ہے، شرمگاہ سے مراد اس باب میں فرج داخل ہے۔ (بہار شریعت ج1 حصہ5 ص986)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 2-8-2017

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

روزے میں افضل اعمال

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 115

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں روزے کے دوران کونسے اعمال کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ ہم انگلینڈ میں رمضان کے مہینے میں کام پر ہوتے ہیں اور ہمارے پاس وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ لہذا مہربانی فرما کر ہمیں بتادیں کہ اس میں ہم کن اعمال کو زیادہ کثرت سے کریں؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

عبادت کے لیے رمضان میں وقت نکالیے کیونکہ یہ لمحات معلوم نہیں دوبارا نصیب ہوں یا نہ ہوں۔ میں آپ کو انہیں چار اعمال کی کثرت کرنے کی دعوت دوں گا جن کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ، خَصْلَتَانِ تُرْضُونَ بِهَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَانِ لَا غِنَى لَكُمْ عَنْهُمَا. فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَتَسْتَغْفِرُونَهُ،

وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَیٰ لَکُمْ عَنْهُمَا فَتَسْأَلُونَ اللهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ"

اِس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کوراضی کرو گے اور بقیہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔پس وہ دو باتیں جن کے ذریعے تم اپنے ربّ عَزَّ وَجَلَّ کوراضی کروگے وہ یہ ہیں۔

(۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دینا (۲) استغفار کرنا۔جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غنا (بے نیازی) نہیں وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالی سے جنّت طلب کرنا (۲) جہنّم سے اللہ عزوجلّ کی پناہ طلب کرنا۔"

(صحیح ابن خزیمہ ج۳ص ۱۸۸۷)

یعنی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اِستِغفَار کی کثرت کی جائے استغفار سے مراد اللہ عزوجل سے اپنی مغفرت کی کثرت سے دعا کی جائے اور اس کے علاوہ اللہ تعالی سے جنّت کو طلب کرنے اور جہنّم سے اللہ عزوجلّ کی پناہ مانگنے کی کثرت سے دعا کی جائے۔اوران چاروں چیزوں سے پہلے اور آخر میں سوسو بار درود شریف پڑھا جائے جو ان کے مقبول ہونے کا سبب بنے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

روزے میں ایر فریشنر کی خوشبو کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 116

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

[1]: روزے کی حالت میں ایر فریشنر کی خوشبو سونگھنے کا وہی حکم ہے جو اگر بتی کے دھواں سونگھنے کے بارے میں ہے

کہ اگر کوئی جان بوجھ کر دھواں سونگھے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا؟

[2]: فقہ کی کتابوں میں یہ قید موجود ہے کہ اگر کوئی یہ کام [دھواں اندر لے جانا] اپنے فعل سے خود کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زید اگربتی Sticks کو خود جلائے اور پھر بعد میں بلا قصد [Unintentionally] اس کا دھواں اس کے حلق میں چلا جائے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس نے خود اپنے فعل سے اگربتیوں کو جلایا تھا۔

سائل: آدم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھابِ اللھم ھدایۃ الحق والصواب

آج کل جو انگلینڈ کی مساجد میں نماز سے پہلے ایر فریشنر کے ذریعے خوشبو کو چھڑک دیا جاتا ہے۔ روزے کی حالت میں ایسی خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ ریحِ معطر کی مثل ہے۔

اسی طرح اگربتی [Incense stick] کی خوشبو ہوا میں شامل ہو کر آپ تک آرہی ہے تو قصداً [intentionally] یا بلا قصد [Unintentionally] اس کی خوشبو سونگھنے سے روزہ نہ جائے گا۔ لیکن روزہ یاد ہوتے ہوئے اس کے دھوئیں کو قصداً اندر لے جانے سے روزہ ضرور ٹوٹ جائے گا۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اگر کی بتی [Incense stick] وغیرہ خوشبو سُلگتی تھی، اُس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ [بہار شریعت ج ا حصہ ۴ ص ۹۸۲]

ایر فریشنر کی خوشبو نکل کر ہوا میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس کی خوشبو سونگھنے سے روزہ نہ ٹوٹے گا کیونکہ یہ خوشبو معطر ہوا کی مثل ہے جبکہ اگربتی [Incense stick] کا دھواں ایک مادے سے مرکب ہے جس کو قصداً کھینچنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ "وَلَا یُتَوَھَّمُ اَنَّہٗ کَشَمِّ الْوَرْدِ وَمَائِہٖ وَالْمِسْکِ لِوُضُوْحِ

اَلْفَرْقِ بَيْنَ هَوَاءٍ تَطَيَّبَ بِرِيحِ الْمِسْكِ وَشِبْهِهٖ وَبَيْنَ جَوْهَرِ دُخَانٍ وَصَلَ إِلٰى جَوْفِهٖ بِفِعْلِهٖ"

یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ گلاب یا اس کے پانی یا مشک کی خوشبو قصداً سونگھنے سے روزہ ٹوٹتا ہے کیونکہ مشک یا اس سے مشابہہ کسی چیز کی خوشبو سے معطر ہوا اور دھویں کے مادے میں فرق ہے۔ دھواں کھینچنے سے وہ مادہ اس کے اپنے فعل سے پیٹ میں گیا ہے [جس سے روزہ ٹوٹا ہے]

["الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۰]

پتا چلا کہ خوشبو سے معطر ہوا کو جان بوجھ کر سونگھنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ مثلِ ہوا ہے اسی طرح ہی ایر فریشنر کی خوشبو ہوا میں مل کر ناک تک آئے یا جان بوجھ کر اندر کھینچی جائے دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ ایسا کرنا مکروہ بھی نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سُرمہ لگانا مکروہ نہیں۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۴ ص ۹۹۷]

ہاں اگر کوئی ایر فریشنر کی بوتل کو اپنے ناک کے پاس کر کے اس سے نکلنے والے سفید سے دھویں کو سونگھتا ہے تو ضرور اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ دھواں مادے سے مرکب ہے ایسی صورت میں وہ مادہ اس کے اپنے فعل سے اندر میں جائے گا۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ "لَوْ أَدْخَلَ حَلْقَهُ الدُّخَانَ أَفْطَرَ أَيَّ دُخَانٍ كَانَ بِأَيِّ صُورَةٍ كَانَ الْإِدْخَالُ، حَتّٰى لَوْ تَبَخَّرَ بِبَخُورٍ وَآوَاهُ إِلٰى نَفْسِهٖ وَاشْتَمَّهُ ذَاكِرًا لِصَوْمِهٖ أَفْطَرَ" اگر خود قصداً دھواں حلق میں پہنچایا تو روزہ فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یاد تھا خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی بھی طرح پہنچایا ہو مثلاً وہ بخور کی طرح اڑ رہا تھا اور اس نے اسے اپنے پاس کر کے اس دھواں کو سونگھا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

["الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۰]

[2]: آپ نے فقہ کی کتب میں موجود اس "بِفِعْلِهٖ" کی قید سے غلط سمجھا جبکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود اپنے فعل سے اگربتی اپنے ناک کے پاس لا کر قصداً [intentionally] خوشبو سونگھے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی لیے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے **وَاشْتَمَّهٗ** کی قید لگائی جس کا معنی قصداً سونگھنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "**لَوْ تَبَخَّرَ بِبَخُوْرٍ وَآوَاهُ إِلَى نَفْسِهٖ وَاشْتَمَّهٗ ذَاكِرًا لِصَوْمِهٖ أَفْطَرَ**" اس نے بخور کو جلایا پھر اس نے اسے اپنے پاس کر کے اس کے دھویں کو قصداً سونگھا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-9-2016

روزے میں بیوی کو چھونے کے بارے میں فتویٰ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 117

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اور شوہر کے لیے روزے کے دوران کونسی بونڈریز ہیں؟ کیا چہرے پر بوسہ لینا، بدن کو چھونا، ہونٹوں پر (Kiss) کرنا اور چوسنا اور شرمگاہوں کو چھونا درست ہے؟

سائل: جے فرام یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر انزال ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو روزے کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، اور اگر انزال یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو چہرے پر بوسہ لینے، گلے لگانے اور بدن چھونے میں کوئی حرج نہیں مگر بچنا اولی ہے جبکہ قبلہ فاحشہ یعنی ہونٹ کو منہ سے دبانا اور چوسنا اور زبان چوسنا روزہ میں

مطلقاً مکروہ ہے اور یونہی مباشرت فاحشہ یعنی شرمگاہوں کا آپس میں ٹکرانا روزے میں مطلقاً مکروہ ہے۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ (وَ کُرِہَ قُبْلَۃٌ) وَمَسٌّ وَمُعَانَقَۃٌ وَمُبَاشَرَۃٌ فَاحِشَۃٌ إِنْ لَمْ یَأْمَنِ الْمُفْسِدَ وَإِنْ أَمِنَ لَا بَأْسَ ظَاهِرُهُ أَنَّ الْأَوْلَى عَدَمُهَا۔

["ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج3، ص 454]

ردالمحتار میں ہے کہ أَنَّ الْقُبْلَةَ الْفَاحِشَةَ بِأَنْ يَمْضُغَ شَفَتَيْهَا تُكْرَهُ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَيْ سَوَاءٌ أَمِنَ أَوْ لَا قَالَ فِي النَّهْرِ وَ كَذَا الْمُبَاشَرَةُ الْفَاحِشَةُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ۔

["ردالمحتار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، مطلب: فیما یکرہ للصائم، ج3، ص 455]

بہار شریعت میں ہے کہ عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً مکروہ ہے یوہیں مباشرت فاحشہ۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ ص ۹۹۷]

اگر روزے میں عورت کی شرمگاہوں کو ہاتھ سے کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑے کے موٹے ہونے کی وجہ سے بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بہار شریعت میں ہی ہے کہ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چُھوا اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔ [بہار شریعت ج ا حصہ ۵ ص ۹۸۸]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
مفتی شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء، کنز الایمان یو کے

کتبہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-8-2016

روزے میں سفر کے متعلق فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 118

سوال 1: بندہ کب سفر شروع کرے تو وہ اس پر روزہ رکھنا ضروری نہیں ہوگا؟

سوال 2: اگر کوئی یہ سمجھ کر روزہ چھوڑ دے کہ سفر یا کسی اور وجہ سے روزہ اس پر فرض نہیں مگر روزہ اس پر فرض تھا تو کیا اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے؟ سائل: اشفاق بلیک برن یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کوئی شخص ساڑھے ستاون میل 571/2 (تقریباً بانوے کلومیٹر) سفر کا ارادہ کرکے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل آیا، وہ شرعاً مسافر ہے ایسا مسافر اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر گناہ نہیں کیونکہ اسے خود اس کے رب ذوالجلال عزوجل نے رخصت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ [بقرۃ: ۱۸۴] مگر جتنے روزے سفر کی وجہ سے چھوٹے بعد میں اسے وہ تمام رکھنے پڑیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ فرما کر خود اس کا حکم ارشاد فرما دیا۔

آج کا روزہ چھوڑنے کیلئے مسافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے [یعنی سحری کے وقت] شروع کرے۔ اگر وہ طلوع فجر کے بعد شروع کرتا ہے تو آج کا روزہ اس پر فرض ہے اگر نہیں رکھے گا تو گناہگار ہوگا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ يَجِبُ عَلٰى مُقِيْمٍ اِتْمَامُ صَوْمِ رَمَضَانَ سَافَرَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ يعنی فَلَوْ سَافَرَ بَعْدَ الْفَجْرِ لَا يَحِلُّ الْفِطْرُ۔ مقیم پر آج کے رمضان کے روزے کو پورہ کرنا واجب ہے اگر اس نے آج سفر شروع کیا یعنی اگر اس نے طلوع فجر کے بعد سفر شروع کیا تو اسے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

[درمختار مع ردالمحتار باب مایفسد الصوم فصل فی العوارض ج ا ص ۱۵۴]

اور سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ شریف میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ مسافر کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کے روزہ کا ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۴۷]

صبح صادق حالتِ سفر میں اسی صورت میں آئے گی جب سفر صبح صادق سے پہلے یعنی سحری یا اس سے پہلے شروع کیا ہوگا۔

[2]: اگر کسی شخص کا سفر شرعی نہ تھا یا اس نے طلوعِ فجر کے بعد سفر شروع کیا اور رمضان کا روزہ چھوڑ دیا ایسا شخص گناہ گار اور اس پر توبہ واجب اور بعد میں ایک روزہ قضا کا رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے فرض روزہ چھوڑا ہے۔ مگر اس پر کفارہ نہیں کیونکہ تارکِ صوم پر کفارہ واجب نہیں ہوتا، کفارہ تو روزہ توڑنے والے پر واجب ہوتا ہے جب کفارے کی شرائط پائی جائیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-12-2016

روزے میں غیبت اور گالی سے روزہ ٹوٹتا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 119

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیبت اور گالی گلوچ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

غیبت، چغلی اور گالی دینا وغیرہ ناجائز وحرام ہیں اور روزہ میں اور زیادہ حرام مگر ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے۔جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "اِغْتَابَ مِنَ الْغِیبَةِ وَإِنْ كُرِهَ لَمْ یُفْطِرْ" غیبت کی تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ مکروہ ہوگیا۔

(الدر المختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۱، ۴۲۸)

حدیث میں غیبت کو تو زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ کہا گیا اور اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی طرح قرار دیا گیا بلکہ ایک حدیث میں تو روزے میں کی جانے والی غیبت کا بڑا عبرت ناک واقعہ بیان ہوا ہے۔

اس کو ملخصاً عرض کرتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:"جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں، تم میں سے کوئی بھی افطار نہ کرے۔"لوگوں نے روزہ رکھا۔شام کو لوگ افطاری کی اجازت طلب فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کی اجازت عطا فرماتے۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گھر والوں میں سے دو نوجوان لڑکیاں بھی ہیں جنھوں نے روزہ رکھا۔انہیں اجازت دیجئے تاکہ وہ بھی روزہ کھول لیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے رُخِ انور پھیرلیا، اُنہوں نے تین بار یہی عرض کی۔تو غیب دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

"مَا صَامَتَا. وَكَيْفَ صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لُحُومَ النَّاسِ. اذْهَبْ فَمُرْهُمَا أَنْ كَانَتَا صَائِمَتَيْنِ أَنْ يَسْتَقِيئَا « فَفَعَلَتَا. فَقَاءَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَقَةً"

اُن لڑکیوں نے روزہ نہیں رکھا وہ کیسی روزہ دار ہیں؟ وہ تو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں! جاؤ، ان دونوں کو حُکم دو کہ وہ اگر روزہ دار ہیں تو قَے کردیں۔"وہ صحابی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لائے اور انہیں فرمانِ شاہی صلی اللہ علیہ وسلم سنایا۔اِن دونوں نے قَے کی، تو قَے سے خُون اور گوشت کے چھیچھڑے نکلے۔

جب یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

"لَوْ مَاتَتَا وَهُمَا فِيهِمَا لَأَكَلَتْهُمَا النَّارُ" اگر یہ اُن کے پیٹوں میں باقی رہتا، تو اُن دونوں کو آگ کھاتی۔" (کیوں کہ انہوں نے غیبت کی تھی) (الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۹۵ الحدیث ۸)

غیبت سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کرنے سے پرہیز ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-8-2017

روزے میں کریم یا منجن کے ساتھ ٹوتھ برش استعمال کرنا کونسا مکروہ ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 120

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کے دوران ٹوتھ برش کرنے کا کیا حکم ہے۔ ایک فتوی میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے تو اگر یہ مکروہ ہے تو کونسا مکروہ ہے مکروہ تنزیہی یا مکروہِ تحریمی؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّاب اللهم هداية الحق والصواب

روزے کے دوران دانتوں پر کریم یا منجن کے بغیر خالی برش کرنا بلا کراہت جائز ہے اور کریم کے ساتھ بھی برش ناجائز نہیں جب یہ یقین ہو کہ برش پر لگائی جانے والی کریم یا منجن کا کوئی جز حلق سے نیچے نہیں اترے گا مگر بلا

ضرورت کریم یا منجن لگا کر ٹوتھ برش کرنا مکروہ ہے کیونکہ کریم یا منجن ذائقہ دار ہوتے ہیں اور روزے میں بلا ضرورت کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے اور یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے "وَكُرِهَ لَهُ ذَوْقُ شَيْءٍ وَكَذَا مَضْغُهُ بِلَا عُذْرٍ" ("الدر المختار" ورد المحتار کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ منجن (ٹوتھ برش پر لگایا جانے والا پاؤڈر) ناجائز و حرام نہیں بلکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جزو حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ (فتاوی رضویہ ج10 ص551)

اور علامہ شامی درمختار کے لفظ "كُرِهَ" کی شرح کرتے ہوئے ردالمحتار میں لکھتے ہیں کہ "الظَّاهِرُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ تَنْزِيهِيَّةٌ" ظاہر یہی ہے کہ ان اشیاء میں کراہتِ تنزیہی ہے۔

("الدر المختار" ورد المحتار کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج۳، ص۴۵۳)

لیکن کریم کے ساتھ ٹوتھ برش نہ ہی کیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر جائے گا۔ اگر کریم کی جھاگ یا اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 23-8-2017

روزے میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 121

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غسل فرض میں کلی کرنا اور

ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یعنی کلی میں حلق تک اور ناک میں اوپر تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر ایسا ہے تو روزے میں کیا کرنا ہوگا۔ اگر پانی پیٹ یا دماغ میں چلا گیا تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر ٹوٹے گا تو روزے کے دوران غسلِ فرض کیسے ادا کیا جائے۔ مہربانی فرما کر اس کا حل ارشاد فرما دیں۔　سائل: پرویز فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

روزے کے دوران شریعت کلی میں غرغرہ کر کے مبالغہ کرنے سے روکتی ہے کہ کہیں پانی اندر نہ چلا جائے۔ جبکہ غسل فرض کرتے ہوئے کلی میں حلق کے کنارے تک پانی بہانا فرض ہے اور یہ روزہ دار کے لیے بھی ضروری ہے اور یہاں تک پانی پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر حلق تک نہ پہنچایا تو غسل ادا نہ ہوگا۔ اور جس کا روزہ نہ ہو اسے کلی میں غرغرہ کر کے مبالغہ کرنا سنت ہے۔ اور جہاں تک ناک میں پانی ڈالنے کا تعلق ہے۔ روزے کی حالت میں یا روزہ نہ ہونے کی حالت میں یعنی دونوں حالتوں میں دونوں نتھنوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع ہونے تک پانی سے دھونا فرض ہے۔ ہاں روزہ دار اس سے اوپر تک نہ لے کر جائے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے اور روزہ نہ ہو تو سخت ہڈی سے اوپر تک لے جانا بھی سنت ہے۔

کلی کرنے کے حوالے سے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ آج کل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کُلّی کے سمجھتے ہیں، کچھ پانی منہ میں لے کر اُگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارہ تک نہیں پہنچتا، یوں غسل نہیں اُترتا، نہ اس غسل سے نماز ہو سکے نہ مسجد میں جانا جائز ہو بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہ میں دانتوں کی جڑ میں دانتوں کی کھڑکیوں میں حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اُسے جُدا کر کے کُلّی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا، بالجملہ غسل میں ان احتیاطوں سے روزہ دار کو بھی چارہ نہیں ہاں غرغرہ اسے نہ چاہئے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے۔ غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ سنت ہے۔ اور درمختار میں ہے: سنتہ

المبالغة بالغرغرة لغير الصائم لاحتمال الفساد۔ وضو وغسل میں غرغرہ کرکے مبالغہ سنت ہے اس کے لئے جو روزہ دار نہ ہو، روزہ دار کے لئے نہیں کیونکہ اس میں روزہ جانے کا احتمال ہے۔ (الدر المختار کتاب الطہارت ۱/ ۲۱)
[فتاوی رضویہ ج۲-۱ ص۵۹۷]

غسل فرض ادا کرنے کے لیے ناک میں پانی دونوں نتھنوں کی پوری نرم جگہ تک بہانا فرض ہے جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ غسل تو ہرگز اُترے ہی گا نہیں [کلی میں] جب تک سارا منہ حلق کی حد تک اور سارا نرم بانسہ سخت ہڈی کے کنارہ تک پورا نہ دھل جائے۔ اس احتیاط سے بھی روزہ دار کو مضر نہیں، ہاں اس سے اوپر تک اُسے نہ چاہئے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے غیر روزہ دار کے لئے یہ بھی سنت ہے۔ درمختار میں ہے: سنته المبالغة بمجاوزة المارن لغير الصائم غیر روزہ دار کے لئے نرمہ سے اوپر پانی پہنچا کر مبالغہ سنت ہے۔ [الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱/ فتاوی رضویہ ج۱-۲ ص۵۹۷]

اور ردالمحتار میں بحرالرائق سے نقل کیا گیا ہے: الاستنشاق اصطلاحا ايصال الماء الى المارن، ولغة من النشق وهو جذب الماء ونحوه بريح الانف الى داخله۔ اصطلاح میں استنشاق کا معنی ناک کے نرم حصہ تک پانی پہنچانا۔ اور لغت میں یہ لفظ نشق سے لیا گیا ہے جس کا معنی پانی اور اس جیسی چیز کو سانس کے ذریعہ ناک کے اندر کھینچنا۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۸ و ۷۹)

اگر غسل کے دوران کلی کرتے یا ناک میں پانی ڈالتے وقت پانی پیٹ یا دماغ میں چلا گیا تو روزہ ضرور ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اُتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصداً ہو۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ مسئلہ ۱۱ ص ۹۸۷]

اور پرویز نام اچھا نہیں اسے بدل لیں

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــه
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 1-6-2016

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 122

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر کس پر واجب اور کس عمر سے شروع ہوجاتا ہے؟

سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

صدقہ فطر ہر مالکِ نصاب آزاد مسلمان پر واجب ہے اور اس میں زکوۃ کی طرح بالغ ہونا شرط نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "تجب عَلٰی کُلِّ حُرٍّ مُسْلِمٍ ذِی نِصَابٍ فَاضِلٍ عَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ" صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کا نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔

["الدر المختار"، كتاب الزكاة،باب صدقة الفطر، ج ٣، ص ٣٦٥٣٦٢.]

اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں کہ "وَأَمَّا الْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ فَلَيْسَا مِنْ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، حَتَّى تَجِبَ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ إِذَا كَانَ لَهُمَا مَالٌ وَيُخْرِجُهَا الْوَلِيُّ مِنْ مَالِهِمَا"

شیخین کے قول کے مطابق اس میں عاقل و بالغ ہونا ضروری نہیں۔ صدقہ فطر بچے اور پاگل پر بھی واجب ہوتا ہے جب ان کی ملکیت میں مال ہو ان کا ولی ان کے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرے گا۔

["الدر المختار مع رد المحتار"، كتاب الزكاة،باب صدقة الفطر، ج ٣، ص ٣٦٥]

معلوم ہوا کہ اگر بچے یا پاگل کی ملکیت میں مال ہے تو ان کا ولی ان کے مال سے صدقہ فطر ادا کرے گا اور اگر بچے یا پاگل کی ملکیت میں مال نہیں تو صدقہ فطر اس کے ولی [والد یا اور وہ نہیں تو دادا] پر واجب ہوگا۔ جیسا کہ ردالمحتار

میں ہے کہ "فَلَوْ کَانَا فَقِیْرَیْنِ لَمْ تَجِبْ عَلَیْهِمَا بَلْ عَلٰی مَنْ یَمُوْنُهُمَا"

["الدر المختار مع رد المحتار"، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵]

ایسا ہی بہار شریعت میں ہے کہ مرد مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچہ کی طرف سے واجب ہے، جبکہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا یا بعد کو عارض ہوا دونوں کا ایک حکم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ صدقہ فطر کا بیان مسئلہ نمبر ۷ ص ۹۳۶]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

قے آنے کے بعد کھالیا تو کیا کفارہ واجب؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 123

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے رمضان کا روزہ رکھا اور اسے اُلٹی آ گئی تو اس نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اس نے کھانا کھالیا تو اب اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں اور کیا قے سے روزہ ٹوٹے گا؟

سائل: عثمان عطاری فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کسی کو قے ہوئی اور اس نے یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو اس پر صرف اس روزے کی قضا فرض ہے یعنی ایک روزہ قضاء کی نیت سے رکھے۔

ردالمحتار میں ہے کہ لَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَظَنَّ أَنَّهُ يُفَطِّرُهُ فَأَفْطَرَ فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِوُجُودِ شُبْهَةِ الِاشْتِبَاهِ بِالنَّظِيرِ۔ قے ہوئی اور اس نے گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو اس پر کفارہ نہیں صرف قضا فرض ہے کیونکہ اسے اس کی نظیر استقاء [جان بوجھ کر قے کرنا] سے شبہ ہوگیا۔

{ردالمحتار کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج۳، ص ۴۳۱}

بلا اختیار قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر قصداً منہ بھر قے کی تو روزہ یاد ہونے کی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر منہ بھر نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ قصداً کی ہو۔

بہار شریعت میں ہے کہ قصداً منہ بھر قے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہوگئی تو منہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اُس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا۔ {بہار شریعت ج ا حصہ ۵ ص ۹۸۸}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 1-9-2017

انگلینڈ کے ٹیکسی ڈرائیورز اور روزہ

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 124

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ٹیکسی ڈرائیورز کو روزہ رکھنا ضروری ہے اگر انہوں نے لمبے سفر پر جانا ہو۔ اگر ڈرائیونگ کے دوران روزہ رکھنے سے اسے اپنی اور دوسروں کی جان کا خطرہ ہوتو کیا وہ پھر بھی روزہ رکھیں۔ یہ سوتھ ویلز انگلینڈ کے ٹیکسی ڈرائیورز کے سوالات ہیں۔　سائل: عنایت فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَاب

اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور ساڑھے ستاون میل 1/2-57 (تقریباً بانوے 92 کلومیٹر) یا اس سے زیادہ دور کسی شہر کے سفر کا ارادہ کرکے اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل آیا، وہ شرعاً مسافر ہے ایسا مسافر اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر گناہ نہیں کیونکہ اسے خود اس کے رب ذوالجلال عزوجل نے رخصت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی خود قرآن میں فرماتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے وہ دوسرے دنوں میں رکھ لے۔　[بقرۃ:۱۸۴]

مگر جتنے روزے سفر کی وجہ سے چھوٹے اسے بعد میں وہ تمام رکھنے پڑیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فرما کر خود اس کا حکم ارشاد فرما دیا۔

آج کا روزہ چھوڑنے کے لیے مسافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے [یعنی سحری کے وقت] شروع کرے۔ اگر وہ طلوع فجر کے بعد شروع کرتا ہے تو آج کا روزہ اس پر فرض ہے اگر نہیں رکھے گا تو گناہگار ہوگا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ يَجِبُ عَلَى مُقِيمٍ إتْمَامُ صَوْمِ رَمَضَانَ سَافَرَ فِي ذَلِكَ

اَلْیَوْمِ یعنی فَلَوْ سَافَرَ بَعْدَ الْفَجْرِ لَا یَحِلُّ الْفِطْرُ۔ مقیم پر آج کے رمضان کے روزے کو پورہ کرنا واجب ہے اگر اس نے آج سفر شروع کیا یعنی اگر اس نے طلوع فجر کے بعد سفر شروع کیا تو اسے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

[درمختار مع ردالمحتار باب مایفسد الصوم فصل فی العوارض ج ۱ ص ۱۵۴]

اگر ٹیکسی ڈرائیورز کسی دوسرے شہر جانے کے لیے اتنا لمبا سفر نہیں کرتے یا اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے شروع نہیں کرتے تو رمضان کے اس دن کا روزہ رکھنا ان پر فرض ہے۔نہیں رکھیں گے تو گناہگار رہوں گے اور چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا بھی ان پر واجب ہوگی۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک ہی شہر میں گھومتے رہے اور ٹیکسی کے میٹر پر ساڑھے ستاون مائلز سفر ہوگیا تو بھی شرعی مسافر نہیں اگر چہ میٹر پر ستاون ہزار مائلز بن جائیں۔ کیونکہ شریعت نے صرف ایک شہر سے دوسرے شہر تک درمیان فاصلے کے ساڑھے ستاون مائلز کا اعتبار کیا ہے۔

اور باقی رہا ٹیکسی ڈرائیورز کا یہ عذر کہ روزے کی حالت میں ڈرائیونگ کے دوران انہیں اپنی اور دوسروں کی جان کا خطرہ ہے تو ایسے لوگوں کے لیے عرض ہے کہ وہ اپنے کام کو تھوڑا کردیں مگر روزہ نہ چھوڑیں اور رمضان میں ایسا کام جائز ہی نہیں ہے کہ جس سے ایسی کمزوری آجائے کہ روزہ نہ رکھنے یا توڑنے کا ظن غالب ہوجائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے:"لَا یَجُوْزُ أَنْ یَعْمَلَ عَمَلًا یَصِلُ بِهٖ إِلَی الضَّعْفِ فَیَخْبِزُ نِصْفَ النَّهَارِ وَیَسْتَرِیْحُ الْبَاقِیْ" رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ضعف آجائے۔اور روزہ نہ رکھ سکنے کا ظن غالب ہو۔لہذا نانبائی کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔

("الدر المختار"، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہ، ج ۳، ص ۴۶۰)

یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو مشقت کا کام کرتے ہیں جس سے زیادہ کمزوری کا اندیشہ رہتا ہے لہذا وہ لوگ کام میں کمی کردیں تاکہ روزے ادا کرسکیں۔

اور یاد رکھیں جس طرح مال کی زکوۃ سے مال پاک اور ہلاکت سے محفوظ ہوجاتا ہے اسی طرح روزے سے جسم بیماریوں سے بچ کر ہلاکت وتباہی سے محفوظ ہوجاتا کیونکہ روزہ بھی جسم کی زکوۃ ہے۔لہذا روزے میں اپنی جان کی

حفاظت ہے نہ کہ جان جانے کا خطرہ۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-6-2016

کیا گرمیوں کے رمضان کے روزے بعد میں رکھے جاسکتے ہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 125

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی اپنی صحت کے خراب ہونے کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے کیونکہ رمضان گرمیوں میں آتا ہے گرمی کی وجہ سے اسے اپنی بیماری کے بڑھنے کا خطرہ ہے اور ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر وہ مریض روزہ رکھے گا تو اس کی بیماری بڑھ جائے گی یا پرمانیٹ صورت اختیار کر جائے گی تو کیا ایسا مریض سردیوں میں روزہ رکھ سکتا ہے؟ سائل: عمر فرام ہولینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کافر یا بدمذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے رمضان کا فرض روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ شامی ہے: "أَمَّا الْكَافِرُ فَلَا يُعْتَمَدُ عَلَى قَوْلِهِ لِاحْتِمَالِ أَنَّ غَرَضَهُ إِفْسَادُ الْعِبَادَةِ" ("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل في العوارض، ج۳، ص ۴۶۴)

اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے۔ لہذا ایسی صورتِ حال میں وہ مریض خود تجربہ کرے اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا شدید ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہے یا روزے رکھنے سے مرض

پر مانینٹ صورت اختیار کر سکتا ہے اور اس کی کوئی واضح علامت موجود ہے تو ایسا مریض روزہ نہ رکھے اور مرض کے ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کرنا بھی ضروری ہے لہٰذا مرض ٹھیک ہونے پر ان کی قضا کر لیجیے۔

اسی طرح سردیوں کے موسم میں جب ہولینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہو جاتا ہے اور سردی کی وجہ سے بھوک یا پیاس بھی زیادہ محسوس نہیں ہوتی تو ایسا مریض ان ایام میں روزوں کی قضا کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مریض مرض کی وجہ سے گرمیوں کے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتا لہٰذا اس پر قضا واجب ہے۔ قضا کا حکم یہ ہے جب مرض ٹھیک ہونے کی وجہ سے مریض روزوں پر قادر ہو وہ روزوں کی قضا کرے اور اگر کوئی سردیوں میں قضا پر قادر ہوتا ہے تو وہ سردیوں میں اپنے روزوں کی قضا کر لے۔

کیونکہ اللہ عزوجل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ''تو جس قدر روزے چھوٹے ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرۃ:185)

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ اَمَّا لَوْ لَمْ یَقْدِرْ عَلَیْہِ لِشِدَّۃِ الْحَرِّ کَانَ لَہٗ اَنْ یُفْطِرَ وَیَقْضِیَہٗ فِی الشِّتَاءِ ("ردالمحتار"، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج۳، ص ۴۷۲)

اور اگر رمضان میں روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو ایسے شخص پر گرمیوں کے رمضان کا روزہ رمضان میں ہی رکھنا فرض ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ تھوڑی بہت بیماری سے نہ گھبرائے بلکہ روزوں کے لیے تیار ہو جائے اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صُوْمُوْا تَصِحُّوْا یعنی روزہ رکھو صحت یاب ہو جاؤ گے۔ (در منثور ج ۱ ص ۴۴۰)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-8-2017

کتاب الزکوٰۃ

پچھلے سالوں کی زکوۃ کی ادائیگی کا آسان طریقہ

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 126

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلوغت کے بعد میں نے اپنے مال سے چند سالوں کی زکوۃ ادا نہیں کی۔اب اس زکوۃ کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہوگا۔　　سائل: عدنان یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

آپ پر ضروری ہے کہ فوراً سے پہلے جس قدر زکوۃ آپ کے ذمہ ہے،اس کو ادا کریں۔اب تک جو تاخیر کی ہے اس سے سچے دل سے اس سے توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں۔

پچھلے سالوں کی زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پہلے سال کی آپ نے زکوۃ نہیں دی اُس سال جتنا مال آپ کے پاس تھا،اس سارے مال یعنی مال تجارت،سونا چاندی کی اُس وقت کی قیمت کو یا روپے پیسوں کو 40 پر تقسیم کردیں جو جواب آئے وہ اُس سال کی زکوۃ ہوگی۔پھر جس قدر زکوۃ پہلے سال میں ادا کردی ہے دوسرے سال کی زکوۃ ادا کرتے وقت اس رقم کو منہا کریں گے یعنی اسے نکال کر اگر وہ صاحب نصاب ہے تو جتنا مال باقی بچے اگر وہ روپے پیسوں کی شکل میں ہے تو بنفسہ اس کو اور اگر سونا چاندی کی شکل میں ہے تو اس کی قیمت کو 40 پر تقسیم کریں گے جو جواب آئے وہ اس دوسرے سال کی زکوۃ ہوگی۔اسی طرح دیگر سالوں کی زکوۃ ادا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ذمہ کچھ بھی زکوۃ باقی نہ رہے۔ہر سال کی زکوۃ ادا کرتے وقت نصاب مکمل ہونے کے بعد جو مال نصاب سے زائد ہوجائے تو اگر وہ خُمس یعنی پانچویں حصہ سے کم ہے تو معاف ہے یعنی اس کی زکوۃ دینا لازم نہیں۔چالیس پر تقسیم کا اس لیے کہا کیونکہ مال

کا چالیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر فرض ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے: "فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ" جب دوسو درہم ہوجائیں تو ان میں زکوۃ پانچ درہم ہیں۔ [سنن الترمذی باب ما جاء فی زکاۃ الذھب و الورق حدیث نمبر 620] پانچ درہم دوسو کا چالیسواں حصہ ہی ہوتے ہیں۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر سال زکوۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے، یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کرکے باقی پر زکوۃ ہوگی، تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوۃ اس پر دین ہے تو مجموع کم کرکے باقی پر ہوگی، یوں اگلے سب برسوں کی زکوۃ منہا کرکے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۴۴] اور فتح القدیر میں ہے کہ

يلزم بتاخيره من غير ضرورة الاثم كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في المنتقى، وهو عين ما ذكره الفقية ابو جعفر عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه يكره ان يؤخرها من غير عذر فان كراهة التحريم هي المحمل عند اطلاق اسمها عنهم و كذا عن ابي يوسف وعن محمد ترد شهادته بتاخير الزكوة حق الفقراء فقد ثبت عن الثلث وجوب فورية الزكوة مخلصا۔

بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنتقی میں تصریح کی ہے۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادائیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے، امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیرِ زکوۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہوجائیگی کیونکہ زکوۃ فقراء کا حق ہے، تو تینوں بزرگوں سے یہ ثابت ہوا کہ زکوۃ کی ادائیگی فی الفور لازم ہوتی ہے۔ [فتح القدیر کتاب الزکوۃ ج ۲ ص ۱۱۳] اور سیدی اعلی

حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی مذہب کو صحیح فرماتے ہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے کہ

مذہب صحیح ومعتمد پر زکوۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال گزر جائے گنہگار رہے، یونہی قول اصح وارجح پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا۔

[فتاوی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۵۹]

اور یہ بھی یاد رہے کہ نصاب کے پہلے سال تاریخ مہینے اور دن ووقت کا تعین کر کے پھر اسلامی سال کے اعتبار سے زکوۃ کا سارا حساب کریں۔ کیونکہ زکوۃ میں اسلامی سال معتبر ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 30-9-2016

حج کے لیے بچائے گئے پیسوں پر بھی زکوۃ ہوگی یا نہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 127

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اس سال حج کرنے کی نیت کی ہے اور میں نے اپنا پاسپورٹ ٹریول ایجنٹ کو بھیج دیا ہے۔ مگر کوئی پیپر ورک نہیں ہوا صرف ویزہ کی اپلیکیشن کے لیے پاسپورٹ دیا ہے۔ اب میں اپنی زکوۃ نکالنے لگا ہوں کیا میں حج کے اخراجات تقریباً 5200 پاونڈ منہا کر کے بقیہ پر زکوۃ دوں گا یا سارے مال پر زکوۃ دینا ہوگی اور اگر رقم ادا کر دی ہو تو کیا حکم ہے۔

سائل: عمر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر نصاب پر سال گزر چکا ہے تو آپ پر پورے مال کی زکوۃ دینا ضروری ہوگی حج کے اخراجات کو زکوۃ سے منہا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ابھی تک آپ کا ٹریول ایجنٹ سے کوئی ایسا کنٹریکٹ نہیں ہوا جس میں آپ نے پورے پیکج کی قیمت بطور اجرت ان کو ادا کر دی ہو۔ اور اگر آپ نے رقم پیشتر ادا کر بھی دی ہو پھر بھی وہ رقم اس کے پاس قرض اور آپ پر اس کی زکوۃ فرض ہوگی کہ جب تک آپ کا جانا ویزہ لگ کر یا کسی اور حتمی کنٹریکٹ کے ذریعے یقینی نہیں ہو جاتا تو آپ کی رقم ان کے پاس قرض کی حیثیت سے ہوگی اور جب آپ کا جانا کسی حتمی کنٹریکٹ کے ذریعے یقینی ہو جائے گا اس وقت وہ جمع کردہ رقم آپ کی ملکیت سے نکل کر پیکج کی اجرت قرار پائے گی اور اس رقم پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

جیسا کہ فتاوی اہلسنت کتاب الزکوۃ میں ہے: جب تک حتمی طور پر آپ کا نام منتخب نہیں ہو جاتا آپ کی جمع کردہ رقم حج منتظمین کے پاس قرض کے حکم میں ہے ایسی حالت میں اگر نصاب کا سال پورا ہو کر زکوۃ نکالنے کی تاریخ آجاتی ہے تو آپ کو اس جمع شدہ رقم کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔ (فتاوی اہلسنت کتاب الزکوۃ ص 170)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2017

رینٹ پر زکوۃ کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 128

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پاکستان میں دو دکانوں

کو خریدا ہے ان کا مجھے رینٹ ملتا ہے کیا ان کی فل ویلیو پر مجھے زکوۃ دینا ہوگی یا صرف رینٹ پر زکوۃ واجب ہوگی؟

سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

صورت مسؤلہ میں جبکہ ان دکانوں کو رینٹ پر دیا گیا ہے۔ لہذا ان دکانوں کی اصل قیمت (Value) پر زکوۃ نہیں ہوگی بلکہ ان کے کرائے پر زکوۃ واجب ہوگی جبکہ دیگر شرائط زکوۃ بھی پائی جائیں۔ کیونکہ زکوۃ مال نامی پر ہوتی ہے اور دکانیں مال نامی نہیں ہیں مگر جب انہیں تجارت کی غرض سے خریدا ہو یعنی بیچنے کے لیے تو پھر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسا کہ مبسوط سرخسی میں ہے۔

"لِأَنَّ نِصَابَ الزَّكَاةِ الْمَالُ النَّامِي وَمَعْنَى النَّمَاءِ فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ لَا يَكُونُ بِدُونِ نِيَّةِ التِّجَارَةِ" کیونکہ زکوۃ کا نصاب مال نامی ہے اور نمو کا معنی ان اشیاء میں تجارت کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

(کتاب المبسوط ج2ص264مطبوعہ کوئٹہ)

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں مفتی محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو مکان بیچنے کی غرض سے تعمیر نہیں کیا گیا بلکہ اپنے استعمال کے لیے بنایا گیا ہے اس کے کرائے پر زکوۃ ہوگی مکان کی مالیت پر نہیں۔

(وقار الفتاوی ج2ص391)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

کیا زکوۃ کی رقم ویڈنگ سرمنی پر خرچ کی جاسکتی ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 129

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اپنی زکوۃ کی رقم کزن کی ویڈنگ سرمنی پر خرچ کرسکتا ہوں۔ سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

زکوۃ کی رقم کزن کی ویڈنگ سرمنی (شادی کی تقریب) پرنہیں خرچ کی جاسکتی کیونکہ زکوۃ میں کسی فقیرِ شرعی کو مالک بنانا شرط ہے۔بغیر تملیک کے زکوۃ ادانہیں ہوگی جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُوْنَ الصَّرْفُ تَمْلِيكًا لَا إِبَاحَةً ترجمہ: زکوۃ ادا کرنے میں شرط یہ ہے کہ یہ بطورِ تملیک ادا کی جائے نہ کہ بطورِ اباحت۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ج3 ص341)

اگر کزن فقیرِ شرعی ہوتو اس کو زکوۃ کی رقم کا مالک بنانے سے زکوۃ ادا ہوجائے گی کہ اس صورت میں زکوۃ کی شرط تملیک پائی جائے گی۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-2-2016

کیا گھر خریدنے کے لیے رکھی ہوئی رقم پر زکوۃ ہوگی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 130

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنا گھر سیل کر دیا ہے اور نیا خریدنے کی کوشش میں ہوں اس کی رقم کو میرے پاس پڑے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے جو میری ملک میں ہے کیا اس ساری رقم کی زکوۃ مجھے دینا ہوگی اور میں آج کل رینٹ پر رہ رہا ہوں؟　سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں! آپ کو اس ساری رقم کی زکوۃ نکالنا ہوگی کیونکہ انگلینڈ میں گھر اچھی خاصی رقم سے خریدا جاتا ہے اور وہ نصابِ زکوۃ سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتی ہے جبکہ صاحب نصاب پر زکوۃ فرض ہے اور وہ شخص بھی صاحب نصاب ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی (grams15.612 تقریباً) یا اس کی قیمت ہو۔ جو آج کے ریٹ کے مطابق 86Ponds.244 تقریباً ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ چاندی کا نصاب دوسو200 درہم یعنی ساڑھے باون تولے ہے۔　(بہار شریعت ج1 حصہ5 ص902)

اور مکان کے لیے جمع رقم حاجتِ اصلیہ میں شمار نہیں ہوگی اس سے زکوۃ نکالنا ضروری ہے کما فی فتاوی اہلسنت۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــه

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-8-2017

کتاب الحج والعمرۃ

اگر کسی نے احرام کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس بارے میں کیا حکم ہے

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 131

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے احرام باندھتے وقت تلبیہ نہیں پڑھا اب اس نے عمرہ مکمل کرکے تقصیر کرلی اب تلبیہ نہ پڑھنے پر اس پر کیا جرمانہ پڑتا ہے جواب دلائل کی روشنی میں عطا کیا جائے ؟　سائل: حافظ عبدالرحمن سلطانی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر اس عورت نے احرام کی نیت کرکے تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کلمہ جو ذکرالٰہی ہوسکتا ہو مثلاً سبحان اللہ یا الحمدللہ یا لا الہ الا اللہ یا اردو زبان میں اے اللہ پاک، اے پروردگار وغیرہ کہا تو اس کا احرام شروع ہوگیا اور اس کا عمرہ صحیح ہے۔اور اگر اس نے نیتِ احرام کے بعد نہ تلبیہ پڑھا اور نہ ہی اردو، عربی یا کسی اور زبان میں کوئی ایسا کلمہ کہا جو ذکرِالٰہی ہوسکے تو اس کا احرام شروع نہیں ہوگا جس کی وجہ سے اس کا عمرہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

"وَلَایَصِیرُ شَارِعًا بِمُجَرَّدِ النِّیَّۃِ مَالَمْ یَأْتِ بِالتَّلْبِیَۃِ أَوْ مَا یَقُومُ مَقَامَھَا مِنَ الذِّکْرِ"

محض نیت سے ہی وہ احرام کو شروع کرنے والا نہیں ہوگا جب تک تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر نہ لائے۔

(الفتاوی الھندیہ الباب الثالث فی الاحرام ج1 ص222)

اب اگر وہ اس حالت میں میقات سے گزر کر عمرہ کرنے آئی تھی تو اس پر دم واجب ہوا اور گنہگار بھی ہوئی کیونکہ اس نے میقات کے احترام کو ترک کیا ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ فَإِنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْمِيقَاتِ، فَعَلَيْهِ دَمٌ لِتَرْكِ حَقِّ الْمِيقَاتِ"

(الفتاوی الھندیہ الباب العاشر فی مجاوزۃ المیقات بغیر الاحرام ج1 ص253)

اب وہ توبہ کرے اور کسی قریبی میقات میں جا کر احرام باندھے اور عمرہ کرے تو اس طرح کرنے سے دم بھی ساقط ہو جائے گا۔

لیکن اگر وہ ایسے احرام میں میقات سے گزر کر نہیں آئی بلکہ اس نے حل سے احرام باندھا تھا یعنی مسجدِ عائشہ یا جعرانہ سے تو بھی صرف احرام کی نیت کافی نہیں بلکہ نیت کے ساتھ ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر الٰہی کسی زبان میں کرنا ضروری ہے اور اس نے نہیں کیا لہذا اس کا احرام شروع ہی نہیں ہوا اس وجہ سے اس کا عمرہ بھی صحیح نہیں ہوا۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔ "وَلَا يَصِيرُ شَارِعًا بِمُجَرَّدِ النِّيَّةِ مَا لَمْ يَأْتِ بِالتَّلْبِيَةِ أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَهَا مِنَ الذِّكْرِ" محض نیت سے ہی وہ احرام کو شروع کرنے والا نہیں ہوگا جب تک تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر نہ لائے۔ (الفتاوی الھندیہ الباب الثالث فی الاحرام ج1 ص222)

مگر اس صورت اس پر دم واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کسی واجب کا ترک نہیں کیا اور صرف حل تک جانا آنا اور مطاف و مسعی میں چلنا پھرنا پایا گیا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date:12-12-2016

پہلے مدینہ منورہ جانا اور بعد میں حج کرنا کیسا؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 132

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ حج پیکجز والے پہلے مدینہ منورہ لے کر جاتے ہیں اور بعد میں حج کے لیے مکہ مکرمہ لے کر جاتے ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا حج کے بعد مدینہ منورہ میں جانا ضروری تو نہیں۔ سائل: علی محمود فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

ایسا کرنا جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کیا جائے اور پھر زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضری دی جائے کہ یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا۔ حدیث میں بھی اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مَنْ حَجَّ إِلٰى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي مَسْجِدِي كُتِبَتْ لَهُ حِجَّتَانِ مَبْرُورَتَانِ" (نیل الاوطار ج5 ص114)

لہذا جس نے حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضری دی تھی اگر اسے کوئی مجبوری نہ ہو تو وہ حج کے بعد بھی خاک بوسی آستانِ عرشِ نشان (روضہ رسول کی حاضری) کے لیے حاضر ہو۔

اور ادب بھی یہی ہے کہ پہلے حج کے ذریعے اپنے آپ کو پاک کیا جائے پھر نبی اکرم ﷺ کے پاک بارگاہ میں حاضر ہوا جائے۔ کیونکہ حج بندے کے گناہ کو دھو کر ایسے پاک کر دیتا ہے جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" جس

نے حج کیا اور فحش بات نہ کہی اور گناہ نہ کیا تو وہ اس طرح لوٹا جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(الصحیح البخاری باب فضل الحج المبرور رقم 1521)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

سٹڈی لون والا سٹوڈنٹ حج کرسکتا ہے؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 133

اگر سٹوڈنٹ پر سٹڈی لون study loan [قرضہ] ہو تو کیا وہ حج پر جا سکتا ہے اگر وہ حج کرے تو اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا؟ وہ حج پر اس قرض سے کچھ بھی خرچ نہیں کر رہا اور دوسرا یہ کہ اس قرض کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ جب سٹوڈنٹ ایک خاص مقدار میں [earning] کرے گا تو ہی اس پر قرض دینا ضروری ہوگا۔

سائل: حمزہ احمد یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر ایسا سٹوڈنٹ حج کرے گا تو اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ اس پر قرض ہونا اس کے حج کے صحیح ہونے کے لیے مانع نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی قرض حسنہ لے کر بھی حج کرے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مال حرام سے حج مردود ہے، تو چارہ کار سوا اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعہ سے حلال مال حاصل کر کے حج کو جائے اور فرض ادا کرے، قرض بھی ذریعہ حلال ہے، بہر حال اس سے فرض تو ادا ہو گیا۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔ [ملتقطا فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۰]

جب قرض لے کر حج کو جانے میں حرج نہیں تو جس مقروض کے پاس اپنا مال حلال ہے اور قرض خواہ کی طرف سے بھی اجازت ہے تو اس کا حج کرنا بطریق اولی جائز ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 21-6-2016

عمرہ کے بعد ایک دوسرے کے بال کاٹنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 134

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمرہ مکمل کرنے کے بعد ایک دوسرے کے بال کاٹنا کیسا؟

سائل: مومن فرام عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جائز ہے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے کہ جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آگیا تو اب مُحرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے، اگرچہ یہ دوسرا بھی مُحرم ہو۔

["لباب المناسک"، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق والتقصیر ص ۲۳۰ بہار شریعت ج ا حصہ 6 ص 1142]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہذا ھو الجواب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 6-12-2016

عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا کیسا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 135

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عرب میں کام کر رہا ہوں اور میں اپنی والدہ کو عمرہ کے لیے یہاں لانا چاہتا ہوں۔ میرے والد اور والدہ اکٹھے نہیں ہیں۔ کیا دوسرے ملک سے یہاں تک آنے کے لیے میری والدہ کو محرم کی حاجت ہوگی؟ اور کیا یہ ہوسکتا ہے کہ وہ یہاں اکیلی آجائیں اور میں ان کو مکہ میں لے آوں اور بعد میں بطور محرم ان کو عمرہ کرادوں؟

سائل: مومن فرام عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ کی والدہ بغیر محرم کے اکیلی عرب شریف کا سفر نہیں کرسکتی۔ کیونکہ عورت کے لیے بغیر محرم کے تین دن کی مسافت [92 کلومیٹر] کا سفر کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے، احناف کا یہی مذہب ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَۃُ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت کا سفر نہیں کرسکتی مگر اپنے کسی محرم کے ساتھ۔ [الصحیح البخاری باب فی کم یقصر الصلوۃ رقم الحدیث 1086]

بلکہ عورت بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت [730 کلومیٹر] کے سفر کرنے سے بھی بچے کیونکہ فُقھاءِ مُتَاَخِّرین نے ایک دن کی مسافت پر عورت کے بے محرم جانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بہارِ شریعت جلد اوّل صفحہ 752 پر ہے کہ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچّہ یا

معتوہ کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ہمراہی میں بالغ محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔

(بہار شریعت ج 1 ص 752، عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲)

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی۔ [فتاوی رضویہ مخرَّج ج ۱۰ ص ۶۵۷]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد صح الجواب | کتبــــــــہ
شمس الہدی عفی عنہ | ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے | Date: 3-6-2016

کتاب النکاح

لڑکا خود لڑکی کو نکاح کا پروپوزل دے سکتا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 136

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی لڑکی کو نکاح کا پروپوزل دینے کا اسلامک وے کیا ہے۔ کیا میں کسی لڑکی کو ڈائریکلی اپنے سے نکاح کی تجویز دے سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے نکاح کرے یا میں اپنے والدین کو ان کے حوالے سے رابطہ کرنے کا کہوں کیا جس سے نکاح کرنا ہو اسے دیکھنے کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔ آج کل کیا غلطیاں ہو رہی ہیں ان کو بھی بیان کر دیں۔　سائل: عبد اللہ فرام مانچسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بہتر یہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے والدین کو لڑکی کے والدین سے رابطہ کرنے کا کہے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو لڑکا خود اس لڑکی کو اپنے سے شادی کرنے کی تجویز کسی معتبر بندے یا میسج کے ذریعے دے سکتا ہے۔ عربی میں اسے خطبہ کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ کسی لڑکی کو پیغامِ نکاح دینا۔

اور جس سے شادی کا ارادہ ہو اسے ایک نظر دیکھنے کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: " اُنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم اسے دیکھ لو کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

[سنن الترمذي"، كتاب النكاح، باب ماجاء في النظر إلى المخطوبة، الحديث: ١٠٨٧، ج ٢، ص ٣٤٦]

لیکن اس کے لیے لڑکا اور لڑکی کا ہوٹل بک کرنا اور کمرہ خاص میں اپنے اپنے خیالات شیر کرنا اور ایک ہی کار میں گھومنا اور کافی پینے کے بہانے لمبی لمبی سیٹنگ اور کئی کئی ماہ تک ایک ساتھ ڈنر میٹنگ اور کبھی ٹی سیٹنگ۔ اس طرح کی سیٹنگ اور میٹنگ کر کے ہوائے نفس کو پورا کرنے کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

مسلم لڑکی کا غیر مسلم سے شادی کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 137

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلم عورت کا غیر مسلم کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے۔ میری سسٹر نے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کی ہے وہ جانتی بھی ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر وہ ابھی تک اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ اگر میں اپنے بچوں کو اس کے گھر لے کر جاؤں تو شاید وہ سمجھے کہ غیر مسلم سے شادی کرنا صحیح ہے اور ان کی تربیت غلط ہوگی لہذا اب ہمیں ان کی مختلف تقریبات میں ان کے گھر جانا چاہیے یا ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی دین والے سے نہیں ہو سکتا نہ عیسائی سے اور نہ ہی یہودی سے اگرچہ وہ اہل کتاب ہوں۔ اگر مسلم عورت نے کسی کافر سے نکاح کر لیا تو ایسا نکاح باطل اور حرام حرام حرام جہنم میں لے جانے والا کام ہے اور زنائے خالص کا موجب ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ

اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ (البقرۃ:221)

اس آیت کریمہ میں عورت کے اولیاء کو خطاب ہے کہ تم اپنی عورتوں کو کافر کے نکاح میں مت دینا کہ مسلمان عورت کا نکاح مشرک و کافر کے ساتھ باطل و حرام ہے۔ کمافی تفسیر خزائن العرفان

اے مسلم بہن! تو اس بات سے نہیں ڈرتی کہ تو نے صرف اپنے بیس سے تیس سال مزے میں گزارنے کے لیے کیسا بھیانک قدم اٹھایا اور کس کافر سے منہ لگایا ہے۔ جب تو پینتالیس سال سے زائد کی ہو جاؤ گی کہ جیسا ہی تیرا جمال ڈھلے گا ادھر اس کی وفا کا سورج بھی غروب ہو جائے گا۔ پھر یہ تمہیں ایسا رلائے گا کہ تجھے چھوڑ کر کسی اور سے رنگ رنگیلیاں منائے اور وفا کے وعدے نبھائے گا۔

اولاد ہوئی بھی تو وہ بھی ایسی نافرمان ہوگی کہ زندگی میں عذاب کے لیے کافی ہوگی۔ بڑھاپہ اولڈ ہوس میں گزرے گا یا ہوسپٹل میں۔ زندگی کی آخری آہوں کو کوئی سننے والا بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ جب ہم خالقِ حقیقی سے وفاداری نہ کر سکے تو یہ اولاد جس کی صرف ظاہری خلقت میں ماں کا کام ہے وہ کیسے وفادار ہوگی۔ میرے سامنے ایسے بیسیوں واقعات ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی حدوں کو توڑا اور اتنی جرات سے قرآن و اسلام سے منہ موڑا وہ ایسی بھیانک بیماریوں میں مبتلا ہوئے کہ زمانے کے لیے عبرت بن گئے۔

اے مسلم بہن! تونے کیسے غفور و رحیم رب کے فرمان کو ٹالا اور شریعت کے دائرے سے خود کا نکالا ہے۔ وہ رب کریم جس نے عورت پر رحم و کرم کرنے اور اس سے حسنِ سلوک سے پیش آنے کا بار بار قرآن میں حکم دیا۔ عورت پر آنے والی تینوں سٹیجز میں اس کے حقوق کو بیان کیا۔ یعنی جب عورت بچپن میں تھی تو اسے قتل کرنے سے روکا۔ قتل تو کجا بلکہ اسے بوجھ سمجھنے سے منع کیا۔ بچی کی اچھی تربیت پر جنت کا وعدہ کیا اور جب یہ کسی کی بیوی بنی تو اس سے حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا اور اس کے اپنے شوہر کو تنگ کرنے کے باوجود بھی رب کریم نے اسے گلے لگانے ساری زندگی اس کا وفادار رہنے کا ارشاد کیا۔ تیرا رب کریم فرماتا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور ان (یعنی اپنی بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو (کھلانے پہنانے میں بات چیت میں اور زوجیت کے امور میں) پھر (اے شوہرو!) اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں (یعنی وہ تمہارے ساتھ بداخلاقی کریں جس کی وجہ سے تمہیں پسند نہ آئیں یا کسی اور وجہ سے) تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (النساء:16)

اے عورتو! دیکھو تمہارا رب کریم کس طریقے سے شوہروں کے دل میں تمہاری اہمیت کو اجاگر کر رہا ہے کہ تمہاری بدخُلقی کے باوجود بھی مردوں کو صبر کرنے اور تم سے وفادار رہنے، تم سے اچھا سلوک کرنے کا حکم استحبابی فرما رہا ہے۔

اور وہ بھی ایسے پیارے جملوں میں کہ شوہرو! قریب ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہارے لیے اس بیوی میں خیر کثیر (کثیر بھلائی) رکھی ہو۔ لہذا تمہارا کام ہے صبر کے ساتھ انہیں گلے سے لگانا، ان کے روکھے لہجے کو بھی محبت کی تراوٹ سے بدلنا، یہ توڑیں تم ان سے جوڑنا یہ غلطی کریں تو تم انہیں معاف کرنا پھر دیکھنا کہ اللہ عزوجل کی خیر کثیر کس طرح پہنچتی ہے وہ نیک اور صالح اولاد کی شکل میں ہوگی جو تمہاری ساری مشقتیں دور کر دے گی۔

جب عورت پر آخری سٹیج آتی ہے یعنی بڑھاپہ کہ بڑھاپہ آنے پر جیسے ہی اپنے اور بیگانے دور ہٹنے لگے اسلام

عورت کا سہارا بنا ایسے وقت میں بھی اللہ عزوجل نے اولاد کو اس عورت کی خدمت کرنے اور ہر وقت اس کا فرمانبردار نوکر وغلام بن کر رہنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کبھی بھی ان کو اذیت دینے والا کام تو کجا بلکہ ایسا کوئی لفظ بھی نہ بولنا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہُوں نہ کہنا (یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کی طرف سے طبیعت پر کچھ گرانی ہے) اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (بنی اسرائیل:23)

اے مسلم بہنو! دیکھو اللہ عزوجل کس طرح عورت کے حقوق کو بیان فرما رہا ہے اور اس نے ہر حالت میں مردوں کو تمہارا خدمتگار بنایا، ہر حالت میں تمہارے احترام کو ان پر لازم کیا، تمہیں شوہروں کی وراثت کا حقدار کیا اور اب تمہیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ اس رب کریم کی ہر حالت میں فرمانبردار رہو اور اس کے فرامین کے مطابق زندگی گزارو۔ یہ تمہارے لیے دنیا میں بہتر اور آخرت میں بہتر سے بھی بہتر ہے۔

اگر مسئول عنہا عورت سمجھانے پر سمجھ جائے اور اس غیر مسلم سے ہر طرح کا رشتہ وناطہ توڑ لے تو فبہا اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جو دوسرے بہن بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔ اور اگر سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو اس سے ہر قسم کی قطع تعلقی ضروری ہے۔ جیسا کہ ایسی عورت کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ زید اور شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کریں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾

جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ　(انعام:68)

(فتاوی رضویہ ج11 ص316)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح　　　　کتبــــــــــــــــہ

شمس الہدی عفی عنہ　　　　ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے　　　　Date 8-6-2017

منگنی کے متعلق فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 138

سوال 1: حنفی فقہ میں منگنی کا حکم کیا ہے اور اس موقع پر انگوٹھیوں وغیرہ کا تبادلہ کرنا جائز ہے؟

سوال 2: کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منگنی ہوئی تو جنت سے انگوٹھیوں کے تحائف آئے تھے۔ یہ کہانی مجھے میرے دادی نے بتائی تھی۔ اور کوئی کتاب مجھے ایسی بتائے جو شادی وغیرہ کے مسائل پر لکھی گئی ہو۔　　سائلہ: ماریہ قاضی یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

[1] منگنی دراصل نکاح کا وعدہ ہے۔ اگر یہ رسم شرعی تقاضوں کے مطابق کی جائے تو جائز ہے اور اس میں لڑکے والوں کا لڑکی کے لیے سونے کی انگوٹھی یا دیگر تحائف یا لڑکی والوں کا لڑکے کے لیے کپڑے یا چاندی کی انگوٹھی وہ بھی ایک نگینہ والی اور ساڑھے چار ماشہ سے کم دینا جائز ہے مگر ضروری نہیں۔ اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ لڑکا خود لڑکی کو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی وغیرہ نہ پہنائے۔ کیونکہ منگنی سے وہ میاں بیوی نہیں بن جاتے بلکہ ان کا آپس میں شرعی پردہ کرنا ضروری ہے۔

اگر نکاح میں منگنی نہ بھی ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔لوگوں نے اسے نکاح کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔حالانکہ ایسا نہیں ہے نہ یہ نکاح کا حصہ ہے اور نہ ہی نکاح کے لیے ضروری۔مروجہ منگنی کی رسم سب سے پہلے ہندوستان میں ہی شروع ہوئی اور ہندوؤں سے ہی مسلمانوں میں آئی۔کما قال المفتی احمد یار خان فی کتابہ اسلامی زندگی۔

آج کل دیکھا یہ گیا ہے منگنی جیسی رسم بہت سی غیر شرعی رسموں کا مجموعہ ہے۔مثلا میوزک بجانا،لڑکوں لڑکیوں کا بے پردہ ایک گھر میں جمع ہونا،آپس میں ہنسی مذاق کرنا یہ سب کچھ حرام ہے اور اس میں لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے حالانکہ مرد پر سونا پہننا حرام ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا پھر یہ فرمایا کہ "یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

[سنن أبي داود كتاب اللباس، باب في الحرير للنساء الحديث: ۴۰۵۷، ج ۴، ص ۷۱]

اور سونے کی انگوٹھی مرد کو پہنانا بھی گناہ کیونکہ یہ گناہ پر مدد کرنا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی نے اس سے منع فرمایا۔اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے۔وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

[2] مولا مشکل کشا حضرت علی شیر خدا اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہما کی منگنی کی رسم پر جنت سے تحائف وغیرہ کا آنا یہ سب من گھڑت ہے۔ہاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد رخصت ہو کر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کاشانہ اقدس میں تشریف لے آئیں تو شبِ زفاف جنت سے طعام اور دیگر تحائف کے آنے کی روایات ملتی ہیں مگر وہ بھی بہت ضعیف ہیں۔معاملاتِ نکاح پر سنی علماء کی بہت سے کتابیں موجود ہیں۔آپ بہار شریعت کا ساتواں حصہ یا قانون شریعت یا سنی بہشتی زیور خرید ان میں موجود باب النکاح پڑھیں۔قانون

شریعت انگلش میں بھی دستیاب ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہذا ہوالجواب والمجیب مثاب　　کتبـــــــــــــہ

شمس الہدیٰ عفی عنہ　　ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنزالایمان یوکے　　Date: 8-6-2017

اگر بیوی کو [Veganism's] کی بیماری ہو تو مرد کیا کرے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 139

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ مجھے ہمبستری نہیں کرنے دیتی وہ کہتی ہے کہ اسے [Veganism's] کی بیماری ہے جس میں عورت سے ہمبستری کرنا ناممکن یا عورت کے لیے کافی تکلیف دے ہوتا ہے۔ میں اس کو طلاق دے کر دونوں فیملیوں کو توڑنا بھی نہیں چاہتا اور مرد ہونے کے ناطے میں بہت سی ڈزائرز ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کسی جگہ خواہش نفس پوری کروں تو حرام ہے۔ میری بیوی کہتی ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور سے شادی کرلو۔ مفتی صاحب اب میں کیا کروں؟　　سائل: عبداللہ فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اس بیماری کا علاج کروایا جائے کیونکہ [Veganism's] ایک نفسیاتی بیماری ہے اور اتنی عام نہیں اور اس کا علاج بھی ممکن ہے۔ اس علاج میں عورت کا ڈر اور خوف ختم کیا جاتا ہے۔ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کے بقول اس کے پاس اس بیماری میں مبتلا ایک ایسا جوڑا بھی آیا کہ جو سات سال سے آپس میں وطی نہ کر سکے تھا۔

اگر علاج کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اور اسلام میں پہلی بیوی کو رکھتے ہوئے آپ کا دوسری شادی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً: نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں [پسند آئیں] دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ [سورۃ النساء:3]

دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت سے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اور پہلی بیوی کو بلا کراہت طلاق دینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ مقصدِ نکاح پورا نہیں ہو رہا اور یہ ایک وجہ ہے۔ لہٰذا یہ طلاق بلا وجہ نہیں ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے کہ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع [منع] ہے اور وجہِ شرعی ہو تو مباح [جائز ہے]

[بہارِ شریعت ج2 حصہ8 ص110]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

غیر سید کا سیدہ سے شادی کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 140

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سیدہ لڑکی کسی غیر سید شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ جواب تفصیلاً ارشاد فرمائیے۔ اور کیا اس کا الٹ کرنا (یعنی سید لڑکے کا کسی غیر سیدہ سے شادی کرنا) جائز ہے۔

سائل: طلحہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید لڑکے سے سیدہ کے ولی یعنی والد کی اجازت سے ہوا یا والد کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کی اجازت سے ہوا تو یہ نکاح بالکل درست ہے۔ اگر چہ غیر سید لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو نہیں مگر کفاءت ولی کا حق ہے لہذا جب ولی خود غیر کفو خاندان میں اپنی لڑکی کا نکاح کرنے پر راضی ہے تو ایسے نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔
جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَالْكَفَاءَةُ هِيَ حَقُّ الْوَلِيِّ لَا حَقُّهَا" (الدر المختار ج3 ص93)

اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ لڑکی نے اپنا نکاح کسی غیر سید شخص سے کیا مگر وہ سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل ہے تو یہ نکاح بھی درست اور شرعاً جائز و منعقد ہے کیونکہ عالم لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو ہے کہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ جیسا کہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب" ہاں، جب عجمی عالم دیندار عامل ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (المجادلہ:11)

وقال اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ (الزمر:9)

فی وجیز الامام الکردری، "العجمی العالم کفو للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع، وکذا العالم الفقیر لغنی الجاھل، وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاھل القرشی والعلوی"

امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقوی وارفع ہے، اور یوں ہی عالم فقیر ہوتو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا۔

(وجیز الامام الکردری علی ہامش فتاوی ہندیہ الخامس فی الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۶)

وفی الفتح والنہر وغیرہما عن جامع الامام قاضی خان العالم العجمی یکون کفوا لجاہل العربی والعلویۃ لان شرف العلم فوق شرف النسب" فتح اور نہر وغیرہما میں جامع الامام قاضی خان سے منقول ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی اور جاہل علوی کا کفو ہے کیونکہ علمی شرافت نسبی پر غالب ہے۔

(فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۰)

"وفی النہر والدر جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر" نہر اور در میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔

(درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دھلی ۱/۱۹۸)

وفی ردالمحتار عن الخیر الرملی عن مجمع الفتاوی عن المحیط العالم یکون کفو اللعلویۃ لان شرف الحسب اقوی اور ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے انھوں نے مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ محیط میں ہے کہ عالم، علوی لڑکی کا کفو ہے کیونکہ عہدہ کی شرافت اقوی ہے۔

(ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۳) (فتاوی رضویہ ج 11 ص 714)

اور عالم کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی انتہائی حقیر قوم سے نہ ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی فتوے میں فرماتے ہیں۔

قلت وانما قید نابکونہ دینا متدینا لانہ ہوالعالم حقیقۃ واما اصحاب الضلال فشر من الجہال فان الجہل المرکب اشنع واخنع وصاحبہ فی الدارین احقر واوضع، صغارہم کالانعام بل ہم اضل و کبارہم کالکلاب لابل اذل" قلت (میں کہتا ہوں) ہم عالم کو

دین کا عالم اور دین دار عالم سے مقید کریں گے کیونکہ حقیقۃً عالم یہی ہے جبکہ گمراہ علماء تو جاہلوں سے بدتر ہیں کیونکہ جاہل مرکب، انتہائی برا، رسوا، اور دونوں جہاں میں وہ حقیر اور ذلیل ہیں، ان کے چھوٹے چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی گئے گزرے، اور ان کے بڑے، کتے بلکہ ذلیل ترین ہیں۔

ثم اقول يجب التقييد ايضا بما اذا لم يكن من المتناهين في الدنائة المعروفين بها كالحائك و الدباغ والخصاف والحلاق ونظرائهم. فأن المدار على وجود العار في عرف الامصار كما صرح به العلماء الكبار. قال المحق على الاطلاق في فتح القدير الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه"

ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں کہ) وہ عالم اس قید سے بھی مقید ہونا ضروری ہے کہ وہ انتہائی حقیر اور مشہور کمتر نہ ہو، جیسا کہ جولاہا، نائی، موچی، چمڑا رنگنے والا اور ان کی مثل نہ ہو کیونکہ دارومدار اس بات پر ہے کہ علاقے کے عرف میں وہ حقیر شمار نہ ہو، جیسا کہ اکابر علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا کہ اہل عرف کا ناقص سمجھنا سبب ہے لہذا حکم کا دارومدار اس پر ہی ہوگا۔

(فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۳)(فتاوی رضویہ ج11 ص716)

سید لڑکے کا کسی غیر سیدہ لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر کفو عورت سے کرسکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفاءت معتبر نہیں۔

(بہار شریعت ج2 حصہ7 ص53)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-12-2017

اگر کافر میاں بیوی مسلمان ہوں تو ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 141

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کافر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہوجائے تو پھر ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور اگر شوہر مسلمان ہوجائے اور اس کی بیوی کافرہ ہی ہو تو کیا اس شوہر کو وہ بیوی چھوڑنی ہوگی؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر میاں بیوی دونوں مسلمان ہوئے تو وہی نکاح سابق باقی ہے جدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر صرف مرد مسلمان ہوا تو عورت پر اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی رہے گی اگر مسلمان نہ ہوئی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کردے گا۔ یوہیں اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں، اگر تین حیض آنے سے پہلے شوہر مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ تین حیض کے بعد عورت جس مسلمان سے چاہے نکاح کرلے۔ جیسا کہ قدوری میں ہے۔

"وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ عَرَضَ عَلَيْهِ الْقَاضِي الْإِسْلَامَ فَإِنْ أَسْلَمَ فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ أَبَى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَإِنْ أَسْلَمَ الزَّوْجُ وَتَحْتَهُ مَجُوسِيَّةٌ عَرَضَ عَلَيْهَا الْإِسْلَامَ فَإِنْ أَسْلَمَتْ فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ أَبَتْ فَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا"

اگر بیوی مسلمان ہوئی اور مرد کافر تھا تو مرد پر اسلام پیش کریں اگر اس نے قبول کرلیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر مرد نے انکار کیا تو قاضی ان کے درمیان تفریق کردے گا اگر صرف مرد مسلمان ہوا اور عورت مجوسیہ ہے تو عورت پر

اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی ہی رہے گی اگر مسلمان نہ ہوئی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ (مختصر القدوری کتاب النکاح ص589)

ایسا ہی بہار شریعت میں ہے۔

اگر صرف مرد مسلمان ہوا تو عورت پر اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی فبہا ورنہ تفریق کر دیں۔ یوہیں اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں، اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ بعد میں جس سے چاہے نکاح کرلے کوئی اسے منع نہیں کرسکتا۔ (بہار شریعت ج2 حصہ 7 ص32)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

امریکہ اور انگلینڈ میں کی جانے والی شادی معتبر ہے یا نہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 142

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امریکہ یا یو کے جیسے ممالک میں کورٹس میں کی جانے والی شادی یا طلاق معتبر ہوگی یا ہمیں علیحدہ سے اسلامک شادی یا اسلامک طلاق لینی پڑے گی اور اگر کورٹ کی طلاق کا کیا حکم ہے؟ سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

کسی اسلامک کنٹری (Country) کا کورٹ ہو یا انگلینڈ کا، شرعی طریقہ کے مطابق کی جانی والی شادی یا

طلاق معتبر (Valid) ہوگی۔یعنی اگر دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں بالغ مرد بالغہ عورت کے ساتھ نکاح کا ایجاب وقبول کرتا ہے تو نکاح ہوجائے گا بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔اور اسی طرح جب کوئی بالغ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق ہوجائے گی اگرچہ وہ پاکستان میں طلاق دے یا انگلینڈ کے کورٹ میں جا کر طلاق دے۔لیکن طلاق کے واقع ہونے کے لیے شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری ہے اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کورٹ کی طلاق طلاق نہیں اگرچہ وہ پاکستان کا کورٹ ہو یا انگلینڈ کا۔کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق دینے کا کنٹرول صرف شوہر کو دیا ہے۔جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اور حدیث میں ہے "إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ "طلاق تو اسی کا حق ہے جو عورت کی پنڈلی پکڑے (جو اس سے صحبت کرتا ہے) یعنی طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ (سنن ابن ماجہ باب الطلاق رقم 2081 ص ۱۵۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ اگر زید کی بیوی ہندہ نے گواہ پیش کر کے کچہری سے طلاق لے لی ہو تو کیا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہوگا۔ (فتاوی رضویہ ج12 ص476)

معلوم ہوا کہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی ہو تو کچہری یا کورٹ کی طلاق کوئی معنی نہیں رکھتی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-10-2017

قرآن کی آیت کا صحیح مفہوم ومعنی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 143

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ نور میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ متقی عورتیں متقیوں کے لیے ہیں اور متقی مرد متقی عورتوں کے لیے ہیں۔ حالانکہ فرعون متقی نہ تھا مگر اس کی بیوی متقیہ تھی اور اسی طرح کچھ انبیاء کرام کی بیویاں متقی نہ تھیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کہ وہ کافرہ تھی۔ ایسا کیونکر تھا۔

سائل: زاہد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ نے قرآن کی اس آیت کریمہ کے مفہوم ومعنی کو صحیح سمجھا نہیں بلکہ اس کا مفہوم ومعنی کچھ اور ہے۔

اولاً:

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب منافقین نے سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔ اللہ عزوجل خبیث منافقوں کی بات کو خبیث (برا) قرار دیا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کو بیان کرنے کے لیے کئی آیات کو نازل فرمایا ان میں سے یہ آیت بھی ہے۔

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

خبیث باتیں (تہمت لگانا) خبیث منافقوں کے اور خبیث منافق خبیث باتوں کے لائق ہیں اور ستھری باتیں ستھروں کے لئے اور ستھرے لوگ ستھری باتوں کے لائق ہیں۔ (النور:26)

جیسا کہ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اعْلَمْ أَنَّ الْخَبِيثَاتِ يَقَعُ عَلَى الْكَلِمَاتِ الَّتِي هِيَ الْقَذْفُ الْوَاقِعُ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ فَإِنْ حَمَلْنَاهَا عَلَى الْقَذْفِ الْوَاقِعِ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ. كَانَ الْمَعْنَى الْخَبِيثَاتُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ لِلْخَبِيثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَبِالْعَكْسِ وَالطَّيِّبَاتُ مِنْ قَوْلِ مُنْكِرِي الْإِفْكِ لِلطَّيِّبِينَ مِنَ الرِّجَالِ وبالعكس" (تفسیر کبیر ج23ص355)

ثانیاً:

اگر خبیثات وطیبات سے مراد عورتیں اور خبیثوں اور طیبون سے مراد مرد بھی ہوں جیسا کہ ایک تفسیر یہ بھی ہے تو بھی اس آیت کی وہ مراد نہیں جو سوال میں بیان کی گئی کیونکہ یہاں خبث سے مراد صرف زنا ہے نہ کہ خبث باطنی کفر وگناہ اور طیب چیز سے مراد پارسائی و پاک دامن ہونا ہے نہ کہ ایمان وتقویٰ لہٰذا اب اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ زنا کرنے والے زانیوں کے اور زنا کرنے والے زنا کرنے والیوں کے لائق ہیں اور پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں اور پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لائق ہیں۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

وَإِنْ حَمَلْنَاهُ عَلَى الزَّوَانِي فَالْمَعْنَى الْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلْخَبِيثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَبِالْعَكْسِ" (تفسیر کبیر ج23ص355)

لہذا پاک دامن عورت ہونے کے لیے اس کا ایمان وتقویٰ والی ہونا ضروری نہیں بلکہ پارسا ہونا ضروری ہے اور یہ حق ہے کہ تمام انبیاء کرام کی تمام بیویاں پاک دامن تھیں حتی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی۔

اگر آیت کا یہی مفہوم ہے کہ متقی عورتیں متقی مردوں کے لیے حلال ہیں اور متقی مرد متقی عورتوں کے لیے تو مسلمانوں کے لیے اللہ عزوجل نے یہود ونصاریٰ یعنی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا کیوں حلال قرار دیا یہ نکاح تو حرام ہونا چاہیے تھا کہ مسلمان ایمان کی وجہ سے صاحب تقویٰ ہے اور عیسائی عورت یا یہودن متقیہ تو کجا ایمان والی بھی نہیں بلکہ کافرہ خالصہ ہے۔ جبکہ ایسا نہیں بلکہ قرآن نے کتابی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ: ان کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب ملی تمہارے لیے حلال ہیں۔ (المائدہ:5)

ثالثا:

اگر آیت کا یہی معنی ہو کہ متقی مرد تقوی والیوں کے لائق ہے تو اس آیت سے ہماری شریعت کا ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ طیبات یعنی تقوی والی عورتوں کا کفو متقی ہی ہے اور گناہگار وغیر متقیہ عورتوں کا کفو غیر متقی بھی بن سکتا ہے اور یہ حکم ہماری شریعت کا ہے نہ کہ شرائع سابقہ کا لہٰذا ہم یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا کفو فرعون کیسے ہوا اور حضرت لوط علیہ السلام کا نکاح کافرہ عورت سے کیونکر ہوا کیونکہ یہ دونوں معاملات سابقہ شرائع میں پیش آئے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 21-10-2016

خاوند اور بیوی کا پبلک میں ہاتھ پکڑنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 144

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا خاوند اور بیوی ایک دوسرے کا پبلک میں ہاتھ پکڑ سکتے ہیں؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پبلک میں شوہر اگر بیوی کا ہاتھ کسی وجہ سے پکڑتا ہے مثلاً اسے سہارا دینے کے لیے جیسے بس وغیرہ پر چڑھانے

اور پھسلن سے بچانے کے لیے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسی کوئی وجہ نہیں تو میاں بیوی کو سرعام پبلک میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے سے احتراز کرنا چاہیے کہ اسلام نے حیا کو بڑی اہمیت دی ہے اور دوسرا اسے مسلم معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ ایک شوہر اپنے بیوی کا پبلک میں ہاتھ پکڑے اور جسے مسلمان قبیح (برا) سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

"عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہُ قَالَ مَا رَآہُ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ. وَمَا رَآہُ الْمُسْلِمُونَ قَبِیحًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ قَبِیحٌ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا جانیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی برا ہے۔

(موطا امام محمد باب قیام شهر رمضان وما فیه من الفضل ج 1 ص 91 رقم 241)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح		کتبـــــــــــــــــــــہ

شمس الہدیٰ عفی عنہ		ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے		Date: 3-12-2017

اپنی بیوی کے ساتھ Sex Anal کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 145

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی کے ساتھ Anal Sex کرنا جائز ہے؟

سائل: عمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

عورت کی (Back) میں وطی (Intercourse) کرنا (Anal sex) کہلاتا ہے اور یہ حرام قطعی ہے کہ اس کا مرتکب فاسق و فاجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں فرج یعنی عورت کے آگے والے مقام سے منع فرمانے کے بعد فرمایا۔

فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ پھر جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ [سورۃ البقرۃ: ۲۲۲]

یعنی عورتوں کے اس مقام میں دخول کرو جہاں سے تمہیں اللہ عزوجل نے حکم دیا وہ فرج ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا کہ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ "مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ" صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حیض والی عورت سے جماع کرے یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے یا کاہن (نجومی وغیرہ) کے پاس جائے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔

(سنن الترمذی، أبواب الطھارۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان، الحدیث: ۱۳۵، ج ۱، ص ۱۸۵)

علامہ عبدالمصطفی اعظمی فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کاموں کو حلال جان کر کیا تو وہ یقیناً کافر ہو گیا کیونکہ اللہ عزوجل کے حرام کو حلال جاننا کفر ہے اور اگر ان کاموں کو حرام مانتے ہوئے کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اور مسلمان ہوتے ہوئے کفر کا کام کیا۔ [جھنم کے خطرات ص ۱۲۲]

جوہرہ میں ہے کہ وَأَمَّا الْوَطْءُ فِي الدُّبُرِ فَحَرَامٌ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ وَالطُّهْرِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ} أَيْ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِتَجَنُّبِهِ فِي الْحَيْضِ وَهُوَ الْفَرْجُ؛ وَقَالَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ إِتْیَانُ النِّسَاءِ فِي أَعْجَازِهِنَّ حَرَامٌ } عورت کی Back میں جماع کرنا حالت حیض اور طہر دنوں میں حرام کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کے پاس وہاں سے آو جہاں سے اللہ تعالی نے تمہیں حکم دیا یعنی جہاں سے حالت حیض میں منع کرنے کے بعد حکم دیا ہے اور وہ فرج ہے۔ {جوھرۃ نیرہ ج1 ص86}

بدائع الصنائع میں اسے لوطیت صغری کہا گیا۔

وَلَا يَحِلُّ إِتْيَانُ الزَّوْجَةِ فِي دُبُرِهَا ... وَعَلَى ذَلِكَ جَاءَتِ الْآثَارُ مِنَ الصَّحَابَةِ الْكِرَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهَا سُمِّيَتِ اللُّوطِيَّةَ الصُّغْرَى" {بدائع الصنائع ج۵ص۲۵۰}

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر {یعنی اسے حلال جاننے والا} کافر ہے اس کا مرتکب فاسق وفاجر۔ {مراۃ المناجیح ج۵ ص۱۰۴}

مزید یہ کہ حدیث مبارکہ میں اس فعل شنیع سے سختی سے منع کیا گیا۔

عَنْ خذیمہ بن ثابت قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ"

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے۔ تم لوگ عورتوں سے اُن کے پیچھے کے مقام میں جماع نہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النھی عن اتیان النساء الحدیث ۱۹۲۴، ج۲، ص۴۵۰)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-4-2016

بیوی سے (Masturbation) کروانا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 146

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوہر کا اپنی بیوی سے مشت زنی کروانا جائز ہے؟

سائل: حسین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اپنی بیوی کے ہاتھ سے خود پر غسل واجب کروانا یعنی Masturbation کروانا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے فعل سے بچنا چاہیے۔ ایسا ہی درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

"وَلَوْ مَکَّنَ امْرَأَتَہُ أَوْ أَمَتَہُ مِنَ الْعَبَثِ بِذَ کَرِہِ فَأَنْزَلَ کُرِہَ وَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ (قَوْلُہُ کُرِہَ) الظَّاھِرُ أَنَّھَا کَرَاھَۃُ تَنْزِیہٍ؛ لِأَنَّ ذٰلِکَ بِمَنْزِلَۃِ مَا لَوْ أَنْزَلَ بِتَفْخِیذٍ أَوْ تَبْطِینٍ تَأَمَّلْ وَفِی الْمِعْرَاجِ یَجُوزُ أَنْ یَسْتَمْنِیَ بِیَدِ زَوْجَتِہِ أَوْ خَادِمَتِہِ (قَوْلُہُ وَلَا شَیْءَ عَلَیْہِ) أَیْ مِنْ حَدٍّ وَتَعْزِیرٍ، وَ کَذَا مِنْ إِثْمٍ عَلَی مَا قُلْنَاہُ"

درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اپنے آلہ تناسل سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اس سے اس کو انزال ہو جاتا ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے یہ ایسے ہی جیسے کہ اس کی ران یا پیٹ پر جماع کیا اور معراج میں ہے کہ اگر کوئی اپنی زوجہ یا لونڈی کے ہاتھ سے مشت زنی کروائے تو جائز ہے۔ اور اس شخص پر نہ کچھ حد، اور نہ ہی گناہ وتعذیر۔ {درمختار مع ردالمحتار فرع الاستمناء، ج ۱۵ ص ۷۵}

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہُ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-4-2016

پیدائش میں آسانی کا وظیفہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 147

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بچہ کو جنم دیتے وقت نعت سننا جائز ہے اور کوئی ایسا وظیفہ بھی بتادیا جائے کہ بچہ کو جنم دیتے ہوئے کم تکلیف ہو اور بچہ آسانی سے پیدا ہو؟

سائلہ: سائرہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَلْ لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

اس دوران نعت سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ آیت

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ○ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ وَ اَلْقَتْ مَا فِیْهَا وَ تَخَلَّتْ ○ (پ30، الانشقاق:1۔4)

ایک پرچے پر لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ران میں باندھیں یا سات مرتبہ پانی پر پڑھ کر پلائیں اور دونوں عمل بھی کر سکتے ہیں اس سے بچہ آسانی کے ساتھ پیدا ہوگا۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-4-2016

چھپ کرنا نکاح کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 148

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ منگنی ہونے کے بعد کیا چھپ کر نکاح کرنے سے نکاح ہوجائے گا یعنی ابھی ہر ایک کو نہ بتایا جائے چھپ کر نکاح کرلیا جائے پھر جب گھر والے شادی کی ڈیٹ معین کریں گے تب سب کو بلا کر برات وولیمے کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیا جائے؟ سائل: احمد اور عثمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

دولہا اور دلہن کا کسی اور کو بتائے بغیر دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح ہوجائے گا اور ایک نکاح کے بعد اسی عورت سے پھر اعلانیہ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ اور آج کل جو حالات ہیں کہ منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کے درمیان پردہ ختم ہوجاتا ہے وہ لڑکی کو مختلف پارٹیز میں لے کر جاتا ہے اور ان کے درمیان ملاقاتوں کا طویل سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور دونوں بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتے ہیں لہذا ان حالات کے پیشِ نظر بہتر یہ ہے کہ منگنی کے ساتھ ہی دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کروادیا جائے۔ بعد میں مقررہ ڈیٹ پر فضول خرچی سے بچتے ہوئے شادی کا سلسلہ کرلیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-7-2016

حالتِ حیض میں شوہر اور بیوی کونسا فزیکل انٹریکشن کر سکتے ہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 149

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض کے دوران میاں اور بیوی کے دوران کونسی پابندیاں ہیں اور وہ کون کون سا فزیکل انٹریکشن قائم کر سکتے ہیں؟ سائلہ: ماریہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

حیض کی حالت میں ہم بستری یعنی جماع حرام ہے۔ ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور قبول توبہ کے لیے کچھ نہ کچھ صدقہ کرے۔ حیض کی حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے ننگے بدن کو مرد کا اپنے کسی عُضْو سے شہوت اور بلا شہوت کسی طرح بھی چھونا جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا کپڑا وغیرہ حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو چھونے میں حرج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یونہی بوس وکنار بھی جائز ہے۔ اپنے ساتھ کھلانا یا ایک جگہ سونا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔ اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

حیض والیوں سے جماع حرام ہے جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ۔

اے محبوب! تم سے حیض کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرما دو وہ گندی چیز ہے تو حیض میں عورتوں سے بچو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔ [البقرۃ: ۲۲۲]

حالتِ حیض میں جماع جائز جاننا کفر ہے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے۔ ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرلیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مُستحَب۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۸۲]

حیض کے دوران مرد کا عورت کے ناف سے گھٹنوں تک ننگے بدن کو چھونا ناجائز ہے جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ "وَقُرْبَانُ مَا تَحْتَ إِزَارٍ يَعْنِي مَا بَيْنَ سُرَّةٍ وَرُكْبَةٍ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ وَحَلَّ مَا عَدَاهُ مُطْلَقًا فَيَجُوزُ الِاسْتِمْتَاعُ بِالسُّرَّةِ وَمَا فَوْقَهَا وَالرُّكْبَةِ وَمَا تَحْتَهَا وَلَوْ بِلَا حَائِلٍ"

عورت کے ناف سے گھٹنوں تک ننگے بدن کو چھونا ناجائز ہے اگرچہ بلا شہوت ہو اور ناف اور ناف کے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے پورے بدن سے استمتاع یا چھونا جائز ہے اگرچہ درمیان میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔

["الدر المختار" و"رد المحتار"، کتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة ج ۱، ص ۵۳۴]

حیض کی وجہ سے عورت سے الگ سونا مکروہ ہے جیسا کہ علامہ شامی ولوالجیہ اور سراج کے حوالے سے فرماتے لکھتے ہیں۔

"وَفِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْزِلَ عَنْ فِرَاشِهَا، لِأَنَّ ذَلِكَ يُشْبِهُ فِعْلَ الْيَهُودِ بَحْرٌ وَفِي السِّرَاجِ يُكْرَهُ أَنْ يَعْزِلَهَا فِي مَوْضِعٍ لَا يُخَالِطُهَا فِيهِ"

["رد المحتار"، کتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة ج ۱، ص ۵۳۴]

حالتِ حیض میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ

"هِيَ لَهَا أَنْ تَلْمِسَ بِجَمِيعِ بَدَنِهَا إِلَّا مَا تَحْتَ الْإِزَارِ جَمِيعَ بَدَنِهِ حَتَّى ذَكَرَهُ" عورت اپنے ناف سے گھٹنوں تک جگہ کے علاوہ تمام بدن کو مرد کے تمام بدن کے ساتھ مس کرسکتی ہے یہاں تک اس کے عضو تناسل کو

بھی چھو سکتی ہے۔

["ردالمحتار"، کتاب الطھارۃ، باب الحیض، مطلب: لو أفتی مفت بشيء من ھذہ الأقوال في مواضع الضرورۃ ج ۱، ص ۵۳۴]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

کتبــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 15-9-2016

دوسری شادی کی شرط

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 150

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوسری شادی کے لیے کیا شرائط ہیں اور کیا ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ دونوں بیویوں کے ساتھ برابر جماع کریں؟

سائل: ساجد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

دوسری شادی کی ایک بڑی شرط عدل ہے یعنی جس کی دو یا تین بیویاں ہوں اس پر عدل فرض ہے، جو چیزیں بندے کے اختیار میں ہو اُن میں سب عورتوں کو اس کا پورا حق ادا کرے۔ پہننے کے لیے کپڑے اور نان نفقہ اور رہنے سہنے میں سب کے حقوق پورے ادا کرے اور جو بات اس کے اختیار میں نہیں اس میں مجبور ومعذور ہے، مثلاً ایک کی زیادہ محبت ہے، دوسری کی کم ہے۔ محبت میں برابری ضروری نہیں ہے۔ اور اسی طرح ہی جماع میں بھی برابری ضروری نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر وہ ایک بیوی کے ساتھ ایک دو بار جماع کرے تو دوسری سے بھی دو ہی بار

کرے بلکہ اس سے ایک بار بھی کر سکتا ہے اور دو سے زیادہ بھی۔

عدل بہت ضروری ہے اگر عدل قائم نہ رکھنے کا خوف ہو تو دوسری شادی ہی نہ کی جائے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اگر تمھیں خوف ہو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی سے نکاح کرو۔

[پ ۴، النساء: ۳]

دو بیویوں کے درمیان عدل کو قائم رکھنے کے بارے میں اللہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر دونوں میں عدل نہ کریگا تو وہ قیامت کے دن اس طرح حاضر ہوگا کہ آدھا دھڑ بیکار ہوگا۔

[جامع الترمذی''، أبواب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، الحدیث: ۱۱۴۴، ج ۲، ص ۳۷۵]

اور درمختار میں ہے کہ

''وَظَاھِرُ الْاٰیَۃِ اَنَّہٗ فَرْضٌ اَنْ یَعْدِلَ فِیْہِ فِی الْقَسْمِ بِالتَّسْوِیَۃِ فِی الْبَیْتُوْتَۃِ (وَفِی الْمَلْبُوْسِ وَالْمَأْکُوْلِ) وَالصُّحْبَۃِ (لَا فِی الْمُجَامَعَۃِ) کَالْمَحَبَّۃِ بَلْ یُسْتَحَبُّ ای وَالْمُسْتَحَبُّ اَنْ یُسَوِّیَ بَیْنَھُنَّ فِیْ جَمِیْعِ الْاِسْتِمْتَاعَاتِ مِنَ الْوَطْءِ وَالْقُبْلَۃِ''

ترجمہ:

آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ رہنے کے لیے مکان اور پہننے کے لیے کپڑے اور نان ونفقہ اور صحبت جیسے کاموں میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا فرض ہے لیکن جماع کرنے میں برابری ضروری نہیں جیسے کہ محبت کرنے میں ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے کہ تمام کاموں یعنی جماع یا بوسہ لینے میں بھی بیویوں کے درمیان برابری کرے۔

[''الدر المختار''، کتاب النکاح، باب القسم، ج ۴، ص ۳۷۵]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-12-2016

ساس کے اپنے داماد کو چومنے اور چھونے کا حکم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 151

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ساس اپنے داماد (سن ان لا) کی پیشانی یا رخسار کو چومے تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور اگر ساس اپنے داماد کے سر کے بالوں کو چھوے تو کیا حکم ہے جیسا کہ ہماری کمیونٹی میں ہوتا ہے۔ سائل: بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر ساس نے داماد کی پیشانی یا رخسار پر شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو مصاہرت ثابت ہو گی تو اس مرد کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی اگر بغیر شہوت کے ایسا کیا ہے تو حرمت نہ ہو گی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو چھوا یا بوسہ لیا یا اس کے آلہ کی طرف نظر کی تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی۔ (بہار شریعت ج2 حصہ 7 ص 24 مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ)

سر کے بالوں کو چھونے کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ اگر ساس نے شہوت کے ساتھ اس کے بالوں کو چھوا تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ یہاں تک کہ سر پر جو بال ہوں اُنھیں چھونے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے۔ (بہار شریعت ج2 حصہ 7 ص 23 مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ)

اور شہوت کی حد یہ ہے کہ مرد کا آلہ متحرک ہو جائے اور اگر پہلے ہی تنا ہوا تھا تو چھونے سے تناؤ زیادہ ہو جائے اور عورت میں شہوت کا اندازہ اس سے لگایا جائے گا کہ اس کی اگلی شرمگاہ متحرک ہو جائے جیسا کہ درمختار میں ہے

"وَحَدُّھَا فِیھِمَا تَحَرُّکُ آلَتِہِ أَوْ زِیَادَتُہُ بِہِ یُفْتٰی وَفِی امْرَأَۃٍ وَنَحْوِ شَیْخٍ کَبِیرٍ تَحَرُّکُ قُبُلِہِ أَوْ زِیَادَتُہُ"

شہوت کی حد یہ ہے کہ مرد کا آلہ متحرک ہو یا اس کا متحرک ہونا زیادہ ہو جائے اور اسی کے ساتھ فتوی دیا گیا اور عورت یا بوڑھے میں اس کی قبل کا متحرک ہونا یا زیادہ ہونا ہے۔ (در مختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات ج3 ص33)

ساس اور داماد کے آپس میں شہوت کے ساتھ کِسنگ (Kissing) کرنے کے بہت کم واقعات ہیں لہذا ہر ایک پر یہ حکم نہ لگایا جائے بلکہ بہر صورت علماء سے رجوع کیا جائے اور مشورہ یہی ہے کہ بغیر شہوت کے بھی ساس کو اپنے داماد کو چومنے سے بچنا چاہیے اور یہی دونوں کے لیے بہتر ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-9-2016

شوہر کی موت کی خبر پر عورت کا دوسرے سے شادی کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 152

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی بیوی کو کوئی شخص خبر دے کہ تمہارا شوہر فوت ہو گیا ہے تو کیا اب وہ عورت دوسری شادی کر سکتی ہے اور ایک شخص کی اس خبر پر عمل کر سکتی ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ دوسری شادی کر لے اور اس کا پہلا شوہر واپس آ جائے تو اب یہ کس شوہر کی بیوی ہوگی پہلے کی یا دوسرے کی؟ سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر شوہر کی موت کی خبر دینے والا ثقہ (قابل اعتماد) اور عادل ہے تو عورت کے لیے اس کی خبر پر عمل کرنا جائز

ہے یعنی وہ عورت شوہر کی موت کی عدت پوری کرنے کے بعد وہ دوسری شادی کرسکتی ہے۔ اور اگر وہ خبر دینے والا ثقہ عادل نہیں ہے تو عورت تحری (غور) کرے اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو وہ اس کی خبر پر عمل کرسکتی ہے اور عدت پوری کرنے کے بعد دوسری شادی کرسکتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں کہ نہ مخبر ثقہ ہے اور نہ ہی عورت کے دل میں اس مخبر کا صدق آتا ہے تو عورت کے لیے ایسی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ محیط برھانی میں ہے۔ "وإذا غاب الرجل عن امرأة، فأتاها مسلم عدل، وأخبرها أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا أَوْ مَاتَ عَنْهَا، فلها أن تَعْتَدَّ وَتَتَزَوَّجَ بزوج آخر... وإن كان المخبر فاسقاً تتحرى... ثم إذا أخبرها عدل مسلم أنه مات زوجها إنما تعتمد على خبره إذا قال: عاينه ميتاً، وقال: شهدت جنازته. أما إذا قال: أخبرني مخبر، لا يعتمد على خبره"

جب شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور کوئی عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی ہیں یا وہ وفات پا گیا ہے تو اس عورت کے لئے جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی کرلے اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر آدمی ہو تو غور و خوض کرے (اگر دل تصدیق کرے تو عدت گزار کر نکاح کرلے ورنہ نہیں) مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں اس کی خبر نا قابل اعتماد خیال کی جائے۔　　(محیط برھانی ج5 ص300 دار الکتب العلمیہ)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض و منکر ظاہر نہ ہو تو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحب معاملہ جسے خبر دی گئی تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے۔　　(فتاوی رضویہ ج23 ص184)

اور اگر خبر دینے والے ثقہ آدمی کی خبر پر عمل کرکے عورت نے دوسرا نکاح کرلیا ہو تو پہلے شوہر کے واپس آنے پر وہ عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی۔ وہ اس طرح کہ دوسرا شوہر اس سے متارکہ کرے گا اور متارکہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کرلے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے۔ طلاق سے بھی متارکہ ہو جائے گا۔

جیسا کہ در مختار میں ہے کہ "غَابَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَتَزَوَّجَتْ بِآخَرَ وَوَلَدَتْ أَوْلَادًا) ثُمَّ جَاءَ الزَّوْجُ الْأَوَّلُ" اس کے حاشیہ میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ جو اولاد پیدا ہوئی ہے اس میں اختلافِ علماء ہے کہ وہ پہلے کے لیے ہوگی یا دوسرے کے لیے مگر عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی اس پر سب کا اتفاق ہے۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ وَإِنَّمَا وَضْعُ الْمَسْأَلَةِ فِي الْوَلَدِ إِذِ الْمَرْأَةُ تُرَدُّ إِلَى الْأَوَّلِ إِجْمَاعًا" اختلاف تو اولاد کے بارے میں ہے جبکہ عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی۔ (رد المحتار فصل فی ثبوت النسب ج2 ص631)

اسی طرح فتاوی رضویہ میں ہے کہ ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہو گئی پھر پہلا خاوند واپس آ گیا تو عورت پہلے خاوند کو بالاجماع واپس کی جائیگی۔ (فتاوی رضویہ ج13 ص343)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 2-12-2017

صفر المظفر میں نکاح کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 153

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیٹی کی صفر کے مہینے میں

شادی ہونے والی ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ آفتوں و بلاؤں کا مہینہ ہے اور اس میں شادی کرنا صحیح نہیں۔ کیا یہ درست ہے اور شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے۔

سائل: ایک بھائی فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں ہے اور نہ ہی کسی مہینہ میں نکاح کرنا بلا و آفت کا سبب بنتا ہے اور صفر المظفر کے بارے میں یہ غلط مشہور ہے کہ یہ آفتوں کا مہینہ ہے اس کی نفی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وَلَا صَفَرَ" صفر کے مہینہ کی نحوست کچھ نہیں ہے۔

(الصحیح البخاری باب لا ھامہ رقم الحدیث 5757)

لہذا آپ بلا خوف و خطر صفر المظفر میں اپنی بیٹی کی شادی کریں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-12-2016

کوٹ میرج Marriage Court یا عورت کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 154

ایک مسلمان عورت نے اپنے والدین، بھائی اور چچا کی موجودگی کے بغیر دو مرد گواہوں کی موجودگی میں نکاح

کیا۔نکاح کے وقت چار لوگ موجود تھے دو گواہ اور دولہا اور دلہن۔ایک گواہ نے ہی نکاح پڑھا اور وہ کچھ کہا جو ضروری تھا اور دولہا نے مہر بھی ادا کیا۔کیا یہ شادی صحیح ہے یا امام کا موجود ہونا ضروری تھا؟　سائلہ: مریم یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ایسا نکاح عموماً والد یا ولی کی اجازت کے بغیر کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہے تو بالغہ عاقلہ لڑکی کا والد یا ولی کی اجازت کے بغیر کیا جانے والا نکاح صحیح و نافذ ہے۔اگر چہ دولہا دلہن کی موجودگی میں یہ نکاح دو گواہوں میں سے کسی ایک نے پڑھایا ہو یعنی ایجاب و قبول کروایا ہو نکاح ہو جائے گا۔امام کا موجود ہونا بھی ضروری نہیں۔کیونکہ اس میں دولہا دلہن عاقدین قرار پائیں گے اور وکیل جو نکاح پڑھوا رہا ہے وہ گواہ ہوگا اور دوسرا گواہ بھی موجود ہے۔لہذا نکاح کی شرط [دو گواہوں کا ہونا] پوری ہوگی جس سے نکاح صحیح ہو گیا۔

دولہے کا دلہن کا کفو ہونا ضروری ہے اور شرعی کفو یہ ہے کہ لڑکا نسب [قوم] یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس لڑکے سے نکاح ہونا عورت کے باپ دادا وغیرہ کے لئے عُرفاً شرمندگی و بدنامی کا سبب ہو اور لڑکے کی ایسی حالت بھی نہ ہو کہ محتاجی ناداری بے حرفگی و بے سامانی میں ہو [یعنی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو] جس سے عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے، یا جس قدر مہر شرعاً یا عرفاً پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ شریف میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ

پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذن دختر ہوا [بیٹی کی اجازت سے نکاح ہوا] تو بلاشبہ صحیح و تام و نافذ ہو گیا جس میں ناموجودی و ناراضی پدر کچھ خلل انداز نہیں [یعنی والد کا موجود نہ ہونا یا ناراض ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا]۔نہ اس [لڑکے] کا نوکر [صاحب نوکری] نہ ہونا مخل ہو سکتا ہے جبکہ وہ [لڑکا] اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پینے کے قابل ہو سکتا ہے یا حسب عادت بلد اس [لڑکے] کے ماں باپ، بہو بیٹے کی کافی خبر گیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اس کے ادا پر بھی قادر ہو۔(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۵) پتا چلا کہ

کفو ہونے میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے: (1) نَسب (سلسلہ خاندان) (2) اسلام (3) حِرفہ (پیشہ) (4) حُریت (آزاد ہو کسی کا غلام نہ ہو) (5) دِیانت (دینداری) (6) مال۔

دولہا دلہن کی موجودگی میں نکاح کروانے والے وکیل کی حیثیت صرف معبر کی ہوتی ہے لہذا وہ گواہ بن سکتا ہے۔ لہذا ایک صرف ایک اور گواہ کی موجودگی میں نکاح صحیح ہوجائے گا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ

ھوَلَوْ زَوَّجَ بِنْتَهُ الْبَالِغَةَ الْعَاقِلَةَ بِمَحْضَرِ شَاهِدٍ وَاحِدٍ جَازَ إِنْ كَانَتْ ابْنَتُهُ حَاضِرَةً لِأَنَّهَا تُجْعَلُ عَاقِدَةً وَإِلَّا لَا الْأَصْلُ أَنَّ الْآمِرَ مَتَى حَضَرَ جُعِلَ مُبَاشِرًا۔ اگر بالغہ کا نکاح اُس کی اجازت سے باپ نے ایک گواہ کے سامنے پڑھایا، اگر لڑکی وقت عقد موجود تھی تو نکاح ہوگیا کیونکہ اسے عاقدہ قرار دیا جائے گا اور اگر لڑکی موجود نہیں تھی تو نکاح نہیں ہوا۔ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ جب موکل موجود ہو تو وہ مباشر یعنی عقد کرنے والا ہوتا ہے۔ [الدر المختار "کتاب النکاح، ج ۴، ص ۱۰۲]

اور اسی طرح ہندیہ میں ہے کہ امْرَأَةٌ وَكَّلَتْ رَجُلًا بِأَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلًا فَزَوَّجَهَا بِحَضْرَةِ امْرَأَتَيْنِ وَالْمُوَكِّلَةُ حَاضِرَةٌ قَالَ الْإِمَامُ نَجْمُ الدِّينِ يَجُوزُ النِّكَاحُ هَكَذَا فِي الذَّخِيرَةِ

[الفتاوی الھندیہ ج ۱ کتاب النکاح الباب الاول ص 428]

اور ایسا ہی بہار شریعت میں ہے کہ اگر عورت نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا، اُس نے ایک شخص کے سامنے پڑھا دیا تو اگر موکلہ موجود ہے ہوگیا ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ موکل اگر بوقت عقد موجود ہے تو اگرچہ وکیل عقد کر رہا ہے مگر موکل عاقد قرار پائے گا اور وکیل گواہ۔

ان دلائل سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ مذکورہ صورت میں اگر دولہا دلہن کا کفو ہے اور دو گواہ موجود ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ مسلمان ہوں بطور احتیاط اس شرط کا اضافہ کیا کیونکہ ملک غیر میں کچھ بعید نہیں، نکاح تو صحیح ہوگیا۔ لیکن نکاح جیسی عظیم سنت اگر والدین کی رضا کے ساتھ ہو تو بہت بہتر اور برکات کا سبب ہوتی ہے۔ وگرنہ بے برکتی بہت جلد طلاق کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔

اور اگر ایسا نہیں یعنی لڑکا لڑکی کا کفو نہیں ہے اور والد نے اس نکاح کے بارے میں جاننے کے بعد رضا کا اظہار بھی نہیں کیا تو یہ نکاح سرے سے باطل اور مرد و عورت کی فوراً جدائی واجب۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ البتہ اگر امور مذکورہ سے کسی امر میں ایسا ہے جس کے باعث وہ شرعاً کفو نہ ٹھہرے، اور باپ نے اس پر مطلع ہو کر اپنی رضامندی ظاہر نہ کردی تھی تو بیشک، یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا، اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد عورت فوراً جدا ہو جائیں اور اس نکاح کو ترک کر دیں، پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سر نو نکاح کر لیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۵)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-3-2016

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کسی بد عقیدہ فیملی سے تعلق رکھنے والی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 155

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا دوست ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے جو کسی بد عقیدہ فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن وہ لڑکی کسی طرح کی بد عقیدگی میں مبتلا نہیں ہے۔ وہ عام مسلمانوں کی طرح مسلمان ہے جیسا کہ آج کل کے اکثر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ عقیدے کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتے اور یہی حال اس لڑکی اور اس کی فیملی کا ہے تو کیا اس لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے۔ سائل: شاہد فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابُ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابُ

اگراس لڑکی کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو حدِ کفر تک پہنچتا ہوتو وہ مسلمان ہے اوراس سے نکاح جائز ہے اوراسی طرح اگراس کی فیملی کسی بدعقیدگی میں مبتلانہیں توان کے ساتھ تعلقات رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

کیا فون پر نکاح کیا جاسکتا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 156

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فون یا اسکائپ پر نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں جب دولہا کسی اور ملک میں ہواور دولہن کسی اور ملک یعنی پاکستان وغیرہ میں ہو اگر کیا جاسکتا ہے تو کیسے؟ سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابُ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابُ

فون یا اسکائپ پر نکاح نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نکاح میں ایجاب وقبول رکن ہیں اور دونوں کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے: "أَنْ يَكُونَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ. إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا غَائِبًا لَمْ يَنْعَقِدْ حَتَّى لَوْ قَالَتْ امْرَأَةٌ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ زَوَّجْتُ نَفْسِي مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ فَبَلَغَهُ الْخَبَرُ فَقَالَ: قَبِلْتُ، أَوْ قَالَ رَجُلٌ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ: تَزَوَّجْتُ فُلَانَةَ وَهِيَ غَائِبَةٌ فَبَلَغَهَا الْخَبَرُ فَقَالَتْ زَوَّجْتُ نَفْسِي مِنْهُ لَمْ يَجُزْ"

ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا شرط ہے جب دولہا دلہن میں سے کوئی غائب ہو تو نکاح نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا میں نے اپنا نکاح فلاں سے کر دیا اور وہ غائب ہے اور اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلانہ عورت سے کر دیا اور وہ غائب ہے اور اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا میں نے اپنا نکاح اس سے کر دیا تو جائز نہیں ہے۔

("الفتاوی الهندية"، کتاب النکاح، الباب الأول في تفسيره شرعا وصفة...الخ، ج ۱، ص ۲۶۹)

فون یا اسکائپ میں ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ممکن نہیں ہے کہ ایجاب کسی اور ملک میں ہوگا اور قبول کسی اور ملک میں۔ اس وجہ سے ایسا نکاح جائز نہیں ہے۔

اور فتاوی فیض الرسول میں ہے: ٹیلی فون کے ذریعے نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں۔ (فتاوی فیض الرسول ج1 ص560)

اگر کوئی بیرونِ ملک رہتے ہوئے اپنا نکاح پاکستان یا کسی اور ملک میں کرنا چاہتا ہے تو وہ فون یا اسکائپ کے ذریعے پاکستان میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل کر دے اور وہ وکیل اس کا نکاح اس لڑکی سے دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھا دے اور وکیل کا ایجاب یا قبول اپنے موکل کی جانب سے ہوگا اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود یہ عمل ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا وہ اس وقت حبشہ میں تھیں تو حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پیام دیں اور نکاح کریں، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا، نجاشی نے خطبہ پڑھا، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور وہ تمام مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے شریک محفل

ہوئے، پھر نجاشی نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو دینار سپرد کئے لوگ جب روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے تو نجاشی نے کہا: بیٹھ جاؤ کہ مجلس نکاح میں کھانا کھلانا انبیا علیہم السلام کی سنت ہے، نجاشی نے کھانے کا انتظام کیا، سب نے کھانا کھایا پھر رخصت ہوگئے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۱)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-1-2016

کیا داماد کو بیوی کی فیملی کو خلاف شرع کاموں سے روکنے کا حق ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 157

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی شادی سارہ سے ہوئی ہے اور سارہ کی فیملی میں کچھ عرصہ بعد کچھ خلاف شرع کام ہونا شروع ہوگئے۔ کیا زید کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خود سارہ کی فیملی کے لوگوں کو ایسے کام کرنے سے روکے یا وہ سارہ کے ذریعے کہلوا کر روکے۔ اور کیا شرعی معاملے کے علاوہ زید کو حق حاصل ہے کہ سارہ کی فیملی کے بقیہ معاملات پر گفتگو کرے۔ سائل: زاہد فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر آپ کی بات سنی جائے گی تو آپ پر واجب ہے کہ انہیں گناہ سے روکنے کی کوشش کریں اور امر بالمعروف کا فریضہ ادا کریں کیونکہ خلاف شرع کام کو روکنا ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کی بات سنی جاتی ہو جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔ "اِنَّمَا یَجِبُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ اِذَا عَلِمَ اَنَّھُمْ یَسْتَمِعُوْنَ کَذَا فِیْ فَتَاوٰی قَاضِیْ خَان" نیکی

کا حکم کرنا اس پر واجب ہے جب وہ جانتا ہو کہ وہ لوگ اس کی بات مان لیں گے ایسے ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔

("الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب السابع عشر فی الغناء...إلخ، ج۵، ص ۳۵۲)

اور ایسے ہی بہار شریعت میں ہے کہ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ (ج3 حصہ16 ص615)

اگر آپ کی بات نہیں مانی جائے گی مگر سارہ کی بات سنی جاتی ہے تو سارہ کے ذریعے فیملی کو سمجھانے کی کوشش کی جائے بلکہ اس صورت میں سارہ پر واجب ہے کہ وہ فیملی کو گناہ کے کام سے روکے۔

اور شرعی معاملات کے علاوہ دنیاوی معاملات میں زید سارہ کی فیملی کو مشورے دے سکتا ہے اور اچھی نیت کے ساتھ ان کے فائدہ کی بات کہہ سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن سارہ کی فیملی کا دنیاوی معاملات سے متعلق اس کی بات ماننا واجب نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــــه

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 31-10-2017

کیا دولہے کے جسم پر ہلدی ملنا جائز ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 158

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایشیاء کے کچھ علاقوں یا قوموں میں یہ رسم ہے کہ دولہے کو مہندی کی رات ہلدی ملی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابُ اَللّٰهُمَّ اجعَلْ لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

اگر دولہا خود کسی طبی فائدے کے تحت اپنے جسم پر ہلدی ملتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یا مرد حضرات گھٹنے سے لے کر ناف تک کے حصہ کے علاوہ دولہے کے جسم پر ہلدی لگاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر غیر محرم عورتیں دولہے کے جسم پر ہلدی ملتی ہیں تو بلاشبہ ناجائز وگناہ بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں غیر محرم عورتوں کو دیکھنا، ان سے باتیں کرنا اور عورتوں کا دولہے کے جسم کو چھونا پایا جاتا ہے جسے حدیث میں زنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں آیا: فَالْعَیْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ " آنکھوں کا زنا (حرام) دیکھنا کانوں کا زنا حرام سننا اور زبان کا زنا حرام بولنا اور ہاتھ کا زنا حرام چھونا، پکڑنا ہے۔ (الصحیح المسلم باب قدر علی ابن آدم حظہ من الزنا وغیرہ رقم 2657)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-09-2017

کیا سرنیم میں والد کا نام ہونا ضروری ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 159

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمارے سرنیم (Surname) میں ہمارے والد کا نام ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ریحان افضل۔

سائل: ریحان - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

نہیں بطورِ سرنیم (Surname) والد کا نام ہونا ضروری نہیں ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

کیا شوہر بیوی کے ساتھ لیبر میں جا سکتا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 160

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لیبر میں جا سکتا ہے یعنی ہوسپٹل میں جہاں بچہ کو جنم دیا جاتا ہے جب اس کی بیوی کا کیس ہو؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اگر ضرورت ہو تو جانے میں حرج نہیں ہے کہ اس مشکل گھڑی میں جو شوہر تسلی دے سکتا ہے دوسروں سے ممکن نہیں ہے لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو بلا ضرورت شوہر کو وہاں نہیں جانا چاہیے کہ اسے وہاں موجود غیر محرم لیڈی ڈاکٹرز سے اپنی نظر بچانا مشکل ہو جائے گا اور بدنگاہی میں مبتلا ہونے اندیشہ ہے خصوصاً آج کے دور میں اور

بالخصوص یو کے جیسے ملک میں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-11-2016

کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کو ملنے جا سکتی ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 161

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اپنی بیوی کو اس کے والدین کو ملنے سے روک سکتا ہوں؟ کیونکہ ہر وقت میں اسے اجازت نہیں دے سکتا اور کیا میں اسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے والدین سے ملنے کے لیے مجھ سے اجازت لے۔ کیا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کو مل سکتی ہے؟

سائل: صدام فرام برمنگھم۔انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شوہر اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملنے کے لیے نہیں روک سکتا اور عورت دن بھر کے لیے ہفتہ میں ایک بار اپنے ماں باپ کو ملنے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جا سکتی ہے۔ اگرچہ مرد منع کرے مگر رات اپنے شوہر کے گھر میں ہی گزارے گی۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ "فَإِنْ قَبَضَتْہُ فَلَا تَخْرُجُ اِلَّا لِحَقٍّ لَهَا أَوْ عَلَيْهَا أَوْ لِزِيَارَةِ أَبَوَيْهَا كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً أَوِ الْمَحَارِمِ كُلَّ سَنَةٍ اى فتخرج بِلَا إِذْنِهِ. لَا فِيمَا عَدَا ذٰلِكَ. وَإِنْ أَذِنَ كَانَا عَاصِيَيْنِ"

اگراس نے مہر پر قبضہ کرلیا تو اب بلا اجازت نہیں جاسکتی مگر صرف ماں باپ کی ملاقات کو ہر جمعہ میں ایک بار دن بھر کے لیے جاسکتی ہے اور محارم کے یہاں سال بھر میں ایک بار ملنے بغیر اجازت کے بھی جاسکتی ہے اور محارم کے علاوہ اور رشتہ داروں میں نہیں جاسکتی اور اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوئے۔

["الدر المختار"، کتاب النکاح، باب المهر، ج ۴، ص ۲۸۶]

اور بہار شریعت میں ہے کہ اور جب مہر وصول کرلیا تو اب بلا اجازت نہیں جاسکتی مگر صرف ماں باپ کی ملاقات کو ہر ہفتہ میں ایک بار دن بھر کے لیے جاسکتی ہے۔ [بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 77]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-10-2016

مہر کی کم از کم مقدار

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 162

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کی کم از کم مقدار کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا؟ سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

مہر کی کم سے کم مقدار دس 10 درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.618 گرام) چاندی یا اُس کی

قیمت ہے۔ اس سے کم مہر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ عَلِیٌّ: "لَا مَهْرَ بِأَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ" دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ماقالوا فی مہر النساء واختلافھم فی ذالک ج 3 ص 493/ السنن الکبری للبیہقی رقم 14387)

اور تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: (أَقَلُّهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ) لِحَدِيثِ الْبَيْهَقِيِّ وَغَيْرِهِ «لَا مَهْرَ أَقَلَّ مِنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ» مہر کی کم از کم مقدار دس درہم بیہقی اور اس کے علاوہ کتب کی احادیث کی وجہ سے کہ دس سے کم مہر نہیں ہے۔ (الدرالمختار" و" ردالمحتار"، کتاب النکاح، باب المھر، ج ۴، ص ۲۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی 9.1530 گرام چاندی تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشًّا قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ؟" قَالَ: قُلْتُ: لَا. قَالَتْ: "نِصْفُ أُوقِيَّةٍ، فَتِلْكَ خَمْسُمِائَةِ دِرْهَمٍ، فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهِ"

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مہر ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ اوقیہ تھا اور نش تھا کیا آپ جانتے ہیں کہ نش کیا ہے پھر فرمایا نصف اوقیہ کل ساڑھے بارہ اوقیہ تھا یعنی پانسو ۵۰۰ درہم چاندی۔

(صحیح مسلم"، کتاب النکاح، باب الصداق... إلخ، الحدیث: (۱۴۲۶)، ص ۷۳۰)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-10-2016

ہونٹوں Lips پر بوسہ Kiss کرنے سے مصاہرت کے ثبوت پر فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 163

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیانِ شرع متین اس مسلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی باپ اپنی جوان خوبصورت بیٹی کے ہونٹوں پر بوسہ لیتا ہے، ایسا کرنے سے کیا حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی؟ اور ایسے ہی اگر وہ جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ لیتا ہے تو کیا حکم ہوگا؟ کیا باپ کو اپنی بیٹی کو بوسہ دینا جائز ہے؟ حرمت مصاہرت کی تھوڑی تفصیل بھی بیان کردی جائے۔ سائل: قاسم یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جوان مشتہاۃ خوبصورت بیٹی کے ہونٹوں کو چومنے کی صورت میں حرمت مصاہرت کا ثبوت ہوجائے گا۔

کیونکہ ہونٹ چومنے میں امرِ غالب شہوت اور بیٹی کے جوان ہونے اور خوبصورت ہونے سے وجودِ شہوت اظہر ہے اور مزید کہ ملک غیر جہاں فحاشی وعریانی آسمان کو چھورہی ہو وہاں بیٹی جیسا مقدس رشتہ کیونکر نظرِ شہوت سے مامون ومحفوظ ہوگا۔ اب اس لڑکی کی ماں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس مرد پر حرام ہوگئی۔ مرد پر اپنی عورت سے وطی کرنا حرام اور متارکہ [اسے کہے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا طلاق دے] واجب ہے۔

بعض علماء کے نزدیک یہی معاملہ رخسار کے چومنے کے بارے میں ہے مگر رخسار کو چومنے کی صورت میں اگر چومنے والا شہوت کا انکار کرے تو اس کی اس بات کو مان لیا جائے گا اور حرمت مصاہرت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہی مذہب راجح اور معتمد ہے۔ اور باپ کو محبت وشفقت میں اپنی بیٹی کے رخسار و پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے یہ

بوسہ شفقت ہے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کی تائید میں کئی احادیث وآثار موجود ہیں۔

ردالمحتار میں ہے کہ ہونٹوں پر بوسہ لینے سے حرمت ثابت ہوگی۔جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ

"وَمِنْهُمْ مَنْ فَصَّلَ فِي الْقُبْلَةِ فَقَالَ إِنْ كَانَتْ عَلَى الْفَمِ يُفْتَى بِالْحُرْمَةِ. وَلَا يُصَدَّقُ أَنَّهُ بِلَا شَهْوَةٍ"

اور جس نے ہونٹوں اور جسم کے دیگر حصوں پر بوسہ دینے میں فرق کو بیان کیا ہے ہر اس عالم نے فرمایا کہ اگر کوئی ہونٹوں پر بوسہ دے تو حرمت کے ثبوت پر فتوی دیا جائے گا، اگر چہ وہ شہوت کا انکار کرے، اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ [ردالمحتار"، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۸]

اور آگے علامہ شامی جسم کے کسی بھی حصہ پر بوسہ لینے کے بارے میں اختلاف علماء کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مطلق جسم کے کسی بھی حصہ کو چومنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنے سے بھی حرمت ثابت ہوگی اور اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ مطلق تقبیل بھی اکثر شہوت کی وجہ سے ہوتی ہے۔مگر ایک قول یہ ہے کہ اس کے عدم شہوت کے قول کو مان لیا جائے گا۔اور آگے فرماتے ہیں کہ

"وَقِيلَ بِالتَّفْصِيلِ بَيْنَ كَوْنِهِ عَلَى الرَّأْسِ وَالْجَبْهَةِ وَالْخَدِّ فَيُصَدَّقُ أَوْ عَلَى الْفَمِ فَلَا وَالْأَرْجَحُ هَذَا"

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سر، پیشانی یا رخسار پر بوسہ دے اور شہوت کا انکار کرے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وہ ہونٹوں پر بوسہ دے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور یہی راجح قول ہے۔

[ردالمحتار"، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۹]

اور آگے ایک اور مقام پر فیض کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

"وَلَوْ قَبَّلَ وَلَمْ تَنْتَشِرْ آلَتُهُ وَقَالَ كَانَ عَنْ غَيْرِ شَهْوَةٍ يُصَدَّقُ وَقِيلَ لَا يُصَدَّقُ لَوْ قَبَّلَهَا عَلَى الْفَمِ وَبِهِ يُفْتَى"

اگر کسی کا عضوِ تناسل منتشر نہیں تھا اور اس نے عورت کو بوسہ دیا اور کہا کہ یہ بغیر شہوت کے تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے ہونٹوں پر بوسہ دیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔

[ردالمحتار"، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۹]

بہار شریعت میں ہے کہ موتھ [ہونٹوں] کا بوسہ لیا تو مطلقاً حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی اگرچہ کہتا ہو کہ شہوت سے نہ تھا۔ یوہیں اگر انتشار آلہ تھا تو مطلقاً کسی جگہ کا بوسہ لیا حرمت ہوجائے گی۔

[بہار شریعت حصہ ۷ ج ۲ ص ۲۵]

پتا چلا کہ جسم کے کسی اور حصہ پر بوسہ دینے پر فاعل کی بات کو مان لیا جائے گا مگر ہونٹوں کو چومنے کی صورت میں اگرچہ وہ شہوت کا انکار کرے نہیں مانا جائے گا۔

اور ہاں ہونٹوں پر بوسہ دینے کی صورت میں اگر کوئی ایسا واضح قرینہ موجود ہو جو شہوت کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہو مثلاً بوسہ لینے والا مرد بوڑھا ہو اور جس عورت کے ہونٹوں پر بوسہ دیا گیا ہے وہ عورت ان اقارب میں سے ہو جہاں شہوت معدوم اور شفقت ومحبت غالب ہوتی ہے یعنی بیٹی، پوتی یا ماں اور اوپر تک وغیرہ اور بوسہ فاحشہ نہ ہو بوسہ فاحشہ یہ ہے کہ اس کے دونوں ہونٹ اپنے منہ میں لے کر دبانا تو ایسی صورت میں فاعل اگر شہوت کا انکار کرے تو اس کے اس قول کو مان لینا چاہیے۔ مفتیانِ کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ وہ اس مسئلہ پر مزید غور فرمالیں کیونکہ ان شرائط کا پایا جانا عدمِ شہوت پر قرینہ واضحہ ہے۔

ردالمحتار میں بھی ہے کہ "حَرُمَتْ عَلَیْہِ امْرَأَتُہُ أَیْ یُفْتَی بِالْحُرْمَۃِ إِذَا سُئِلَ عَنْھَا وَلَا یُصَدَّقُ إِذَا ادَّعَی عَدَمَ الشَّھْوَۃِ إِلَّا إِذَا ظَھَرَ عَدَمُھَا بِقَرِینَۃِ الْحَالِ"

اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی جب سوال کرنے پر وہ شہوت نہ ہونے کا دعوی کرے گا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے۔ مگر جب کوئی واضح قرینہ شہوت کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

[ردالمحتار" کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷]

اور در مختار میں ہے کہ "أَمَّا إِذَا ظَهَرَ عَدَمُ الشَّهْوَةِ فَلَا تَحْرُمُ وَلَوْ كَانَتِ الْقُبْلَةُ عَلَى الْفَمِ "اور اگر اس بوسہ کا شہوت کے بغیر ہونا ظاہر ہو جائے تو بیوی حرام نہ ہوگی یعنی حرمت ثابت نہ ہوگی اگر چہ بوسہ ہونٹوں پر لیا گیا ہو۔ [در مختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷]

اس سے بھی پتا چلا کہ اگر کسی واضح قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ باپ کا مشتہاۃ بیٹی کو چومنا بلا شہوت تھا تو ضرور باپ کی تصدیق کی جائے گی اور حرمت کا ثبوت نہ ہوگا اگر چہ بوسہ ہونٹوں پر لیا گیا ہو۔ مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی واضح قرینہ ہو۔

ماں یا جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ کا حکم

باقی رہا رخسار یا پیشانی پر بوسہ لینا تو اس میں یہ ہے کہ اگر وہ شہوت کے ساتھ ہو تو ضرور حرمت کو ثابت کرے گا بلا شہوت نہیں۔ اگر کسی باپ نے جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ لیا یا بیٹے نے ماں کے رخسار پر بوسہ دیا پوچھنے پر اگر وہ کہے کہ یہ بلا شہوت تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

جیسا کہ المحیط البرہانی میں ہے کہ "وَإِذَا كَانَ عَلَى الرَّأْسِ أَوْ عَلَى الذَّقَنِ أَوْ عَلَى الْخَدِّ لَا يُفْتَى بِالْحُرْمَةِ، إِلَّا إِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ فَعَلَ بِشَهْوَةٍ وَيُصَدَّقُ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِشَهْوَةٍ" اگر بوسہ سر یا ٹھوڑی یا رخسار پر تھا تو حرمت کے ثبوت کا حکم نہ دیں گے مگر یہ کہ ثابت ہو جائے کہ وہ بطور شہوت تھا اگر وہ شہوت کا انکار کرے تو تصدیق کی جائے گی۔

[المحیط البرھانی الفصل الثالث عشر ج3 ص 66]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے سوال ہوا کہ ایک شخص عورت کے رخسار پر بوسہ لیا ہے تو کیا حرمت ثابت ہوگی؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا: صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اس پر عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہو گئی، کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

[فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۲]

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ رخسار پر بوسہ شہوت کی قید سے مقید ہے۔ اگر چہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آگے صاحب فتح کا قول بھی لیا، مگر اعلیٰ حضرت نے فتویٰ میں مقدم اسی چیز کو کیا۔ اس سے

ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا مختار موقف یہی ہے کہ بوسہ رخسار کی صورت میں شہوت کا ہونا ثابت ہوگا تو حرمت کا ثبوت ہوگا۔

اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر انتشار نہ تھا اور رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا منہ [ہونٹوں] کے علاوہ کسی اور جگہ کا بوسہ لیا اور کہتا ہے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا۔ [بہار شریعت حصہ ۷ ج ۲ ص ۲۵]

اور بلا شہوت بیٹی اور ماں کے رخسار یا پیشانی پر بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جائز و مستحسن ہے اور یہ بوسہ شفقت ہے۔

بیٹی کے رخسار پر بوسہ دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل مبارک سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا "فَرَأَيْتُ أَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ" تو میں نے ان کے والد [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کو دیکھا کہ انہوں نے ان کے رخسار پر بوسہ دیا اور دریافت کیا اور کہا کہ بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟

[الصحیح البخاری باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه إلی المدینۃ حدیث نمبر ۳۹۱۸]

اس کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے خود فرمایا کہ "ای للرحمة والمودة او مراعاة للسنة" یہ بوسہ شفقت و محبت یا سنت کی رعایت کرتے ہوئے تھا۔ [مرقاۃ ج ۸ ص ۴۶۹]

اور اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ باپ اپنی جوان بچی کا رخسار چوم سکتا ہے یہ چومنا رحمت کا ہے سنت سے ثابت ہے، حضور انور نے اولاد کے رخسار چومے ہیں۔

[مرات المناجیح ج ٦ ص ۳۸٦]

اور بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دینا خود سنت سے ثابت ہے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا" جب

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھ کر ان کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اٹھ کر آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

[سنن الترمذی باب فضل فاطمة بنت محمد صلی الله علیهما و سلم حدیث نمبر 3872]

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ **بین عینها و راسها** یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا کرتے۔ [مرقاۃ ج ۸ ص ۳۶۹]

اور والدہ کی پیشانی چومنے کا حکم حدیث مبارکہ میں آیا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "**مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ**" جس نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہو جائے گا۔ [شعب الایمان ج5 ص187 حدیث نمبر 7861 وکذا اخرجہ کنز الاعمال وفیض القدیر الجامع الصغیر]

ان احادیث مبارکہ سے بیٹی اور ماں کی پیشانی یا رخسار پر بوسہ شفقت کا کم از کم جواز تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔

حرمتِ مصاہرت کی تفصیل یہ ہے کہ جس عورت سے کسی شخص نے حلال (نکاح) یا حرام (زنا) طریقہ سے جماع کیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس عورت کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو جائیں گے یعنی اس عورت کی ماں اور بیٹی سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ جماع کرنے والے مرد کے اصول و فروع اس عورت پر حرام ہو جائیں گے یعنی اس مرد کے باپ اور بیٹے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور جس طرح مصاہرت جماع سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح دواعی جماع یعنی شہوت سے بوسہ لینا، شہوت سے چھونا یا شہوت سے اس کی فرج داخل یعنی اندرونی شرم گاہ کو دیکھنے سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن دواعی جماع کی صورت میں یہ شرط ہے کہ ان کے اپنانے کے بعد اسے انزال نہ ہوا ہو۔ اگر دواعی جماع یعنی بشہوت بوسہ لینے، چھونے وغیرہ سے مرد کی منی خارج ہو گئی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب یہ چیز دواعی جماع نہ رہیں۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حرمت مصاہرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ زنا یا دواعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر و اکراہ سے بہر حال زوجہ کو حرام

ابدی اور نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہو جاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احد الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں) اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے اصح روایت میں) اور حضرت ام المومنین صدیقہ وابی بن کعب وجابر بن عبداللہ وعمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری وامام ابراہیم نخعی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سعید بن المسیب وامام سلیمٰن بن یسار وامام حماد بن ابی سلیمن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۷۱]

یہ بھی یاد رہے کہ 9 سال کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے درمختار میں ہے کہ **وقدر بتسع وبہ یفتی مشتہاۃ** لڑکی کی عمر اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوی دیا جائے گا۔ سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ سے مشتہاۃ لڑکی کی عمر کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا کہ نو برس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۳]

اور بہار شریعت میں ہے کہ حرمت مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو، نیز یہ کہ زندہ ہو تو اگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی یا مردہ عورت کو بشہوت چھوا یا بوسہ لیا تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۲۴]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
مفتی شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-12-2016

والدین کا اولاد کو شادی کے لیے فورس کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 164

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ہمارے والدین ہمیں کسی اور شادی کرنے پر فورس کرتے ہوں لیکن اس میں ہم راضی نہ ہوں تو کیا وہ ہمارا نکاح مجبور کر کے کر سکتے ہیں اور کیا ہمیں اس بات کی اجازت ہے ہم اپنی مرضی سے شادی کریں اگرچہ یہ فیصلہ والدین کے فیصلے کے خلاف ہو۔

سائل: جبار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

والدین بالغ مرد وعورت کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے اگر والدین ان کی اجازت کے بغیر نکاح کریں تو نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر جائز کر دیں تو ہو جائے گا اور رد کر دیں تو نکاح باطل ہو جائے گا۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "لَا یَجُوْزُ نِكَاحُ أَحَدٍ عَلَى بَالِغَةٍ صَحِیحَةِ الْعَقْلِ مِنْ أَبٍ أَوْ سُلْطَانٍ بِغَیْرِ إِذْنِهَا بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَیِّبًا فَإِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ عَلَى إِجَازَتِهَا فَإِنْ أَجَازَتْهُ، جَازَ، وَإِنْ رَدَّتْهُ بَطَلَ"

عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، کنواری ہو یا ثیب اگر وہ ایسا کریں تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر یہ جائز کر دے تو ہو جائے گا اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ [''الفتاوی الهندیة''، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۷]

اور بہار شریعت میں مرد وعورت دونوں کے بارے میں جزیہ ہے۔

عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہِ اسلام، کنواری ہو

یا ثیب اور یونہی مرد بالغ آزاد اور مکاتب و مکاتبہ کا عقدِ نکاح بلا ان کی مرضی کے کوئی نہیں کر سکتا۔

[بہار شریعت ج2 حصہ 7 ص 47]

اور بالغ مرد و عورت کو اجازت ہے کہ وہ جس سے چاہیں نکاح کریں مگر یہ نکاح والدین کے رضامندی سے ہو تو برکتوں و رحمتوں والا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں والدین کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2017

عدت وفات کتنی ہے اور اس کی کیا پابندیاں ہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 165

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے اور اس کے لیے کیا پابندیاں ہیں اور کیا وہ اپنے فیملی ممبرز کو مل سکتی ہے؟

سائل: شاہد اور حلیمہ فرام لیڈز - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر جائے تو عورت عدت سے فارغ ہو جائے گی جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا: اور تم

میں جو مریں (مر جائیں) اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (البقرۃ:234)

اور ایسی عورت پر پابندیوں کے حوالے سے عرض ہے کہ اس پر سوگ واجب ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ زینت (بننے، سنورنے) کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور اور ہر قسم کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور بدن یا کپڑوں میں خوشبو استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اس میں خوشبو نہ ہو اور کنگھی نہ کرے اور سیاہ سرمہ اور مہندی نہ لگائے اور سرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔ الغرض ہر وہ کام جو زینت کے تحت آتا ہے اس کا ترک واجب ہے۔

جیسا کہ در مختار مع رد المحتار میں ہے:

(تَحُدُّ أَیْ وُجُوبًا مُکَلَّفَةٌ مُسْلِمَةٌ وَلَوْ أَمَةً مَنْکُوحَةٌ بِتَرْكِ الزِّينَةِ) بِحُلِيٍّ أَوْ حَرِيرٍ، أَوْ امْتِشَاطٍ بِضَيِّقِ الْأَسْنَانِ (وَالطِّيبِ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا كَسْبٌ إلَّا فِيهِ (وَالدُّهْنِ) وَلَوْ بِلَا طِيبٍ كَزَيْتٍ خَالِصٍ (وَالْكُحْلِ وَالْحِنَّاءِ وَلُبْسِ الْمُعَصْفَرِ وَالْمُزَعْفَرِ) وَمَصْبُوغٍ بِمَغْرَةٍ أَوْ وَرْسٍ"

("الدر المختار"، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج۵، ص ۲۲۱)

اور شوہر کی موت کے وقت جس گھر میں عورت کی رہائش تھی اس گھر سے اسے نکلنے کی اجازت نہیں نہ دن میں نہ رات میں جبکہ مسلمان، آزاد، عاقلہ، بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے اُسے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہو۔ جیسا کہ در مختار میں ہے۔

"وَلَا تَخْرُجُ مُعْتَدَّةُ رَجْعِيٍّ وَبَائِنٍ لَوْ حُرَّةً مُكَلَّفَةً مِنْ بَيْتِهَا أَصْلًا لَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا" اور اسی میں ہے "وَتَعْتَدَّانِ أَيْ مُعْتَدَّةُ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ (فِي بَيْتٍ وَجَبَتْ فِيهِ) وَلَا يَخْرُجَانِ مِنْهُ"

("الدر المختار"، کتاب الطلاق، فصل فی الحداد، ج۵، ص ۲۲۵)

لہٰذا وہ عورت عدت کے دوران اس گھر سے باہر نکل کر کسی کو ملنے نہیں جا سکتی۔ ہاں کسی محرم رشتے دار سے اسی گھر میں رہتے ہوئے ملنے میں حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2017

کتاب الطلاق

دوستوں کو بتانے سے کہ وہ بیوی کو طلاق دے چکا ہے طلاق ہوجاتی ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 166

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والدین میری شادی پاکستان کرنا چاہتے تھے مگر میں راضی نہ تھا۔ پھر میں نے ان کے کہنے پر شادی کرلی اور جب میں انگلینڈ واپس آیا تو میں نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ میں نے کئی مرتبہ یعنی تین سے زائد بار اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے حالانکہ طلاق نہیں دی تھی۔ اور پھر جب میں پاکستان گیا تو میری بیوی سوئی ہوئی تھی تو میں نے آہستہ سے اپنے ذہن میں کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ کیا طلاق ہوگئی اگر ہاں تو کتنی؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اقرار سے طلاق ہوجاتی ہے اگرچہ جھوٹا اقرار ہو۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں تین طلاقوں کا اقرار ہے لہذا تین طلاقیں ہوچکیں اب بغیر حلالہ کے یہ عورت اس پر حلال نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ (اقرار سے) طلاق ہوجانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ نہ ہو، جبکہ جھوٹ کہا ہو۔ کما فی الخیریۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبا" جیسا کہ خیریہ میں طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔ (فتاوی رضویہ ج12 ص383)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

طلاق کی عدت کے بارے میں ایک فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 167

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تم کل گھر میں نہ آئی تو (we are finished) اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی بلکہ اس کو گھر لانے کی تھی یعنی وہ گھر آجائے۔ اور ایک ماہ بعد میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو اس وقت وہ حاملہ تھی تو اس کی عدت کتنی ہوگی۔ اگر ایک طلاق دی ہو تو عدت کتنی ہوگی اور اگر دو دی ہوں تو کتنی ہوگی۔　سائل: ایک بھائی　فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

انگلش زبان کا یہ جملہ کہ (we are finished) کنایہ ہے۔ اس جملے سے طلاق اس وقت ہوگی جب طلاق کی نیت سے یہ کہا ہو اور آپ نے صراحت کردی کہ اس وقت میری نیت طلاق کی نہیں تھی لہذا اس سے تو طلاق نہیں ہوگی اور جو طلاق آپ نے ایک ماہ بعد دی وہ ایک طلاق مانی جائے گی۔ ایسی صورت میں حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ:

اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔　(سورۃ الطلاق: 4)

اور تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔ وَفِی حَقِّ الْحَامِلِ مُطْلَقًا وَضْعُ جَمِیْعِ حَمْلِھَا" حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے۔　("الدر المختار"، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۵، ص ۱۹۲)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

طلاق مغلظہ کے بارے میں حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 168

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر کے درمیان علیحد گی ایک سال پہلے ہوئی۔ میرے تین بچے ہیں۔ اس رمضان کی ۲۷ کو میرے شوہر نے مجھے کہا کہ میں آپ کو طلاق دیتا ہوں اور کل اس نے مجھے دوبار کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ وہ طلاق دینے کے بعد شرمندہ تھا۔ میں جانتی ہوں کے اس نے غصے میں طلاق دی ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے اس کا حکم بیان کیا جائے۔　　سائلہ: فرزانہ فرام لنڈن۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

آپ کا شوہر ایک بار پہلے اور دوبار بعد میں سوال میں مذکور جملہ کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں بول چکا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوگئی اور عورت مرد پر حرام ہوگئی بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہوسکتی۔ آپ کے اس بیان کی تصدیق میرے پوچھنے پر آپ کے شوہر فراز نے بھی کردی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔

غصہ مانع طلاق نہیں بلکہ غصہ میں ہی طلاق دی جاتی ہے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے کبھی خوشی میں طلاق دی ہو۔

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا [شخص] اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس

میں مل جائیں [شادی کرلیں] اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ عزوجل کی حدیں نباہیں [پوری کریں] گے۔ [البقرۃ:۲۳۰]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالتِ غضب ہی ہوتی ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۶۶]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 23-3-2017

میسج کے ذریعے طلاق دینے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 169

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی اپنی بیوی کو ٹکس میسج کے ذریعے طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کیسے دے اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر ٹکس میسج کر دیا تو کیا عورت کا اس میسج کو پڑھنا طلاق کے لیے ضروری ہے یا نہیں۔ اور اگر کوئی بندہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بعد میں پتا چلے کہ وہ حیض کے ایام میں تھی تو وہ اب کیا کرے۔ سائل: اعظم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر کوئی اپنی عورت کو لکھ کر سنت طلاق دینا چاہتا ہے خواہ وہ خط پر لکھ کر ہو یا میسج میں لکھ کر تو وہ اس طہر میں جس

میں اس نے عورت سے ہمبستری نہ کی ہو یوں لکھ کر طلاق دے۔ جب میری یہ تحریر تجھے پہنچے تو تجھے طلاق ہے۔

اور اگر شوہر نے اپنی بیوی کو میسج میں لکھ کر طلاق دی تو طلاق ہو جائے گی اگر چہ وہ میسج بیوی نے پڑھا ہو یا نہ پڑھا۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وَإِنْ كَتَبَ إِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا فَأَنْتِ طَالِقٌ فَكَتَبَ بَعْدَ ذَلِكَ حَوَائِجَ فَجَاءَهَا الْكِتَابُ فَقَرَأَتِ الْكِتَابَ أَوْ لَمْ تَقْرَأْ يَقَعُ الطَّلَاقُ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ"

اگر کسی نے یوں لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اُس وقت طلاق ہوگی عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ [الفتاوی الھندیہ الفصل السادس الطلاق بالکتابۃ ج1 ص378]

اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر یوں لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اُس وقت طلاق ہوگی عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ [بہار شریعت ج2 حصہ8 ص114]

ایام حیض میں طلاق دینا گناہ ہے اگر حیض کا علم نہیں تھا تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ گناہ نہیں ہوگا۔ حیض میں اگر ایک طلاق دی ہے تو رجوع کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ حیض میں طلاق دی تو رجعت واجب ہے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس حیض کے بعد طہر [میں طلاق دے]۔ [بہار شریعت ج2 حصہ8 ص111]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

کتاب البیوع

مورگج (Mortgage) پر گھر کی خرید وفروخت پر فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 170

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں گھر خریدنا چاہتا ہوں کیونکہ میں یہاں رہتا ہوں۔ افسوس کہ میرے لیے یہاں بغیر مورگج کے گھر خریدنا ناممکن ہے۔ میں سود سے بچنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ حرام ہے۔ کیا یہاں کے کافروں سے بھی ایسے عقد کے ذریعے مال لینا حرام ہے؟ اگر ہے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ ہمیں کیا حل ارشاد فرماتی ہے؟

سائل: زبیر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے سودی معاملہ کرتا ہے تو یہ حرام ہے بلا شبہ ایسا کرنے والا فاسق۔ لیکن کسی مسلمان کا کسی حربی کافر کے ساتھ ایسا کوئی عقد جو مسلمان کا مسلمان کے ساتھ حرام تھا کر کے مال لینا سود نہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس میں مسلمان کا نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو۔ حدیث میں آیا کہ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ۔ [شرح وقایۃ ج ۲ ص ۱۶۴]

اگرچہ اس حدیث پاک کی سند پر کلام ہے مگر حربی کافر اور مسلمان کے درمیان ہونے والے عقد فاسد کے ذریعے مسلمان کا فائدہ حاصل کرنا ایک مضبوط اور قوی علت سے ثابت ہے۔ وہ علت یہ ہے کہ دار الحرب میں کافر کا مال وجان دونوں مامون ومحفوظ نہیں۔ لہذا مسلمان جھوٹ اور دھوکہ دہی کے بغیر جیسے بھی حربی کافر کا مال لے لے جائز ہے۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مباح ہے اگرچہ کفار نے اس کا نام سود رکھ دیا ہے۔ لیکن اس عقد فاسد میں مسلمان فائدہ لینے والا ہو نہ کہ کافر کو فائدہ دینے والا۔ کیونکہ کافر کو سود دینا ناجائز ہے۔

وقار الفتاوی میں ہے کہ حربی کافر کا مال مباح الاصل ہونے کی وجہ سے اس طرح [عقد فاسد کے ذریعے] لینا جائز ہے کہ دھوکہ دہی، وعدہ خلافی اور جبر نہ ہو۔ [اسے سود] دینے کے متعلق کسی امام یا فقیہ نے لکھا۔ ہمارے نزدیک بھی کافر حربی سے مسلمان [مال مباح جانتے ہوئے] سود لے تو سکتا ہے دے نہیں سکتا۔ [وقار الفتاوی ج ۱ ص ۲۴۶]

اور بہار شریعت میں ہے کہ عقد فاسد کے ذریعہ سے کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۱ مسئلہ نمبر ۲۹ ص ۷۷۵]

مگر انگلینڈ، امریکہ و کینیڈا جیسے ممالک میں نقد گھر خریدنا بہت مشکل ہے۔ ان ممالک میں اگر گھر خریدنا ضرورت یا حاجت کے زمرے میں آتا ہے تو ایسی صورت میں کافر کو نفع دے کر بھی اپنی حاجت کو پورا کیا جا سکتا ہے ہے۔ لیکن اس کے لیے ضرورت اور حاجت کا متحقق ہونا ضروری ہے۔

ضرورت ایک ایسا کام جو اس قدر ضروری ہو کہ اگر نہ کیا جائے تو ان پانچ یعنی دین و عقل و نسب و نفس و مال میں سے کوئی ایک چیز ضائع ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الہیہ ہے دین و عقل و نسب و نفس و مال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

ایسی ضرورت ضرور ممنوعات کو مباح کرے گی۔ جیسا کہ اشباہ میں ہے کہ **الضرورات تبیح المحظورات**: مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔ (الاشباہ و النظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ج ۱ ص ۱۱۸)

حاجت ایسا اہم فعل ہے کہ پانچ چیزوں یعنی دین و عقل و نسب و نفس و مال کی حفاظت اس پر موقوف تو نہیں مگر اس کام کو چھوڑنے سے مشقت، نقصان و حرج لاحق ہوگا۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ اور اگر توقف نہیں مگر ترک میں لحوق مشقت و ضرر و حرج ہے تو حاجت جیسے معیشت [زندگی گذارنے] کے لئے چراغ کہ موقوف علیہ نہیں ابتدائے زمانہ رسالت علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ

میں ان مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہوتا، ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح، رواہ الشیخان گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا۔ مگر عامہ [عوام] کے لئے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت وحرج ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

ہماری شریعت میں حرج مدفوع ہے یعنی جہاں حرج واقع ہوگا تو اس کو دور کر کے اس میں آسانی لائے جائے گی۔ اسی لیے ہمارے علماء نے دو مشہور قواعد فقہیہ بیان فرمائے کہ [۱] الضرر یزال نقصان کو دور کیا جاتا ہے [۲] المشقۃ تجلب التیسیر مشقت آسانی لاتی ہے۔ (الاشباہ والنظائر الفن الاول ج ۱ ص ۱۱۸)

ان قواعد کا ثبوت قرآن پاک سے ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔ [المائدہ:۶]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کا گھر خریدنا ضرورت یا ایسی حاجت جس سے حرج لاحق ہوگا کے زمرے میں آتا ہے تو اس کے لیے کافروں کے کسی ایسے بینک سے جس کے مالکان میں ایک بھی مسلمان نہ ہو یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا جس میں نفع دینا پڑے جائز ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے کہ اگر کسی کمپنی میں کوئی مسلمان بھی حصہ دار ہو تو مطلقا اس زیادہ روپیہ [سود] کا لینا حرام ہے۔

[فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۴۹]

فتاوی بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ضرورت یا حاجت خواہ دینی ہو یا دنیوی اگر متحقق ہو تو بینک وغیرہ یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا [جس میں اگرچہ کافر کا نفع ہو] جائز ہے۔ اسی میں آگے مرقوم ہے کہ ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعا ممنوع ہے۔ [فتاوی بریلی ص ۳۳]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُہٗ اَعۡلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-7-2016

انسانی بالوں کی خرید و فروخت

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 171

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسانی بالوں کو کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دینے کے بعد وہ چیزیں قابل استعمال رہتی ہیں یا نہیں؟ اور ایسی چیزوں کا خرید نا بیچنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

سائل: قاسم - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

زندہ یا مردہ انسانوں کے بالوں سے کسی طرح فائدہ اٹھانا ممنوع و ناجائز ہے اور اس کا کھانا پینا حرام ہے۔ اسی طرح ان کی خرید و فروخت کرنا ناجائز ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔

وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُ شُعُوْرِ الْإِنْسَانِ وَلَا الْاِنْتِفَاعُ بِهَا) لِأَنَّ الْآدَمِيَّ مُكَرَّمٌ " انسانی بالوں کو بیچنا اور ان سے کسی طرح فائدہ اٹھانا (خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہو یا خرید و فروخت سے) جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے تمام اعضاء انسانی کے ساتھ لائق تعظیم ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

جاندار کی شکل کے کھلونوں کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 172

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے کھلونے مثلاً گڑیا، پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے بچے اور کارٹونز جو ذی روح کے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں کیا انہیں خریدنا جائز ہے اور جس کمرے میں یہ ہوں اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس کے تفصیلی احکام دلائل کے ساتھ بیان فرمادیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ سائل: زین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جانداروں کی شکل کے کھلونے خریدنا جائز ہے اور بچوں کا ان سے کھیلنا بھی جائز ہے ہاں میوزک والے کھلونے نہ خریدے جائیں کہ میوزک سننا حرام ہے اگرچہ بچوں پر یہ حکم نہ لگے گا مگر بچوں کو بچپنے سے ہی ایسے ناجائز کاموں سے روکا جائے۔

ردالمحتار میں کھلونے کے متعلق خاتم المحققین علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں: لَوْ کَانَتْ مِنْ خَشَبٍ أَوْ صُفْرٍ جَازَ ترجمہ: کھلونے اگر لکڑی یا پیتل کے ہوں تو ان کو خریدنا جائز ہے۔

(ردالمحتار، ج7، ص505)

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فتاویٰ امجدیہ میں لکھتے ہیں: "لوہے پیتل تانبے کے کھلونوں کی بیع (Sale Agreement) جائز ہے کہ یہ چیزیں مال متقوم (وہ مال جس سے نفع اٹھانا جائز ہو) ہیں۔"

(فتاوی امجدیہ، ج4، ص232)

بچوں کے جو کھلونے جانداروں کی شکل کے ہیں وہ گھر میں تعظیم کے ساتھ الماریوں میں سجانا ناجائز و گناہ ہے اور دخولِ ملائیک کو مانع ہیں اور بچوں کا ان سے کھیلنا اور بعد میں ان کو موضعِ اہانت میں رکھنا یا مکان میں اِدھر اُدھر فرش پر پڑے ہونا منع نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاوی امجدیہ میں ہے: رہا یہ امر کہ ان کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کے لئے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہِ اعزاز (As Respect) مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔

(فتاوی امجدیہ، ج4، ص233)

جہاں تک ایسے کمرے میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے جس میں جانداروں کی شکل کے بنے ہوئے کھلونے ہوں کیونکہ یہ تصویر کے حکم میں ہیں تو تصویر کی طرح کمرے میں ان کی موجودگی سے نماز صرف دو ہی صورتوں میں مکروہِ تحریمی ہوگی۔

(1) جب یہ کھلونے کسی جاندار کی مکمل تصویر ہوں اور تعظیماً نمازی کے سامنے دیوار یا کسی اور چیز پر رکھے ہوئے ہوں۔

(2) جب نمازی کے سجدہ کی جگہ ہوں اور وہ اس پر سجدہ بھی کر رہا ہو اور یہ دوسری صورت تو ناممکن سی ہے کیونکہ کوئی بندہ بھی ایسا نہ کرے گا کہ کسی کھلونے کے اوپر سجدہ کرے لہذا خارج میں پہلی صورت کا ہی زیادہ امکان ہے۔

اور اگر ایسے کھلونے نمازی کے دائیں بائیں یا پیچھے بروجہِ تعظیم کسی الماری وغیرہ میں سجائے یا دیوار پر لٹکائے گئے ہوں اگر چہ انہیں ایسے رکھنا مکروہِ تحریمی ہیں مگر نماز مکروہِ تنزیہی ہوگی جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جد الممتار میں فرماتے ہیں۔

"فتعليق امثال صور النصف او وضعها فی القرازات وتزيين البيت بها كما هو متعارف عند الكفرة و الفسقة كل ذالك مكروه تحريماً و مانع عن دخول الملائكة وان لم تكره الصلاوة ثم تحريماً بل تنزيهاً"

پس نصف قد کی تصویروں کا لٹکانا پھر ان کا خزانوں میں رکھنا اور ان کے ساتھ گھر کو مزین کرنا وغیرہ جیسا کہ کفار وفساق میں عام ہے یہ تمام کام مکروہ تحریمی ہیں اور فرشتوں کے دخول کو مانع ہیں اگرچہ اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوگی بلکہ مکروہ تنزیہی ہوگی۔ (جد الممتار ج2 ص366 مکتبۃ المدینہ)

جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

الصلوۃ علی سجادۃ فیھا تصاویر اذا لم یسجد علیھا نفی الامام محمد الکراھۃ فی الجامع الصغیر، واثبتھا فی الاصل والکل صحیح بالتوزیع ای یکرہ تنزیھا لا تحریما "ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظِ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ ج24 ص614)

اور اگر ایسے کھلونے موضع اہانت میں ہیں مثلاً سجدہ گاہ کے علاوہ فرش پر ادھر ادھر پڑے ہیں تو نماز بلا کراہت جائز۔ جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔ نعم فی بساط غیرہ لایکرہ اذا صلی علیہ ولم یسجد علیھا وان لم تکن تحت قدمیہ بل ولو کانت امامہ لوجود الاھانۃ مطلقا مع عدم التعظیم "ہاں کسی دوسرے تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً توہین پائی گئی تعظیم کسی وجہ سے بھی نہیں۔ (فتاوی رضویہ مخرجہ ج24 ص616)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 3-3-2016

بلی خریدنے اور بیچنے کے جواز پر فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 173

کیا Kitten یا بلی خریدنا جائز ہے؟ میں یہ خریدنا چاہتا ہوں کیا اسے بیچنا بھی جائز ہے؟

سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بلی خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ ویسے بھی انگلینڈ کے اندر گھروں میں چوہوں کی پیدائش بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا آپ بلی خرید سکتے ہیں جیسا کہ درمختار میں ہے کہ

وَصَحَّ بَیْعُ الْکَلْبِ وَالْفَھْدِ وَالْفِیلِ وَالْقِرْدِ وَالسِّبَاعِ بِسَائِرِ أَنْوَاعِھَا حَتَّی الْھِرَّۃِ لِأَنَّھَا تَصْطَادُ الْفَأْرَ وَالْھَوَامَّ الْمُؤْذِیَۃَ فَھِیَ مُنْتَفَعٌ بِھَا۔ کتا، چیتا، ہاتھی، بندر تمام اقسام کے درندوں یہاں تک کہ بلی کی خرید وفروخت جائز ہے کیونکہ بلی چوہوں اور دیگر موذی جانوروں کو ختم کرتی ہے اس لیے بلی نفع دینے والی چیز ہے۔ ["الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ج۷، ص۵۰۵]

اور بہار شریعت میں ہے کہ کتا، بلی، ہاتھی، چیتا، باز، شکرا، بہری، ان سب کی بیع جائز ہے۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۱ ص ۸۰۹]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
مفتی شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date:26-9-2016

سودی رقم کے بارے میں فتویٰ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 174

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری اصل رقم پر مجھے سود بھی ملا ہے اب وہ سود کی رقم کا میں کیا کروں اور کیا کسی اسلامی چیرٹی میں دے سکتا ہوں؟　سائل: شاکر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ سب سے پہلے سود لینے پر سچی توبہ کریں اور سودی رقم کے بارے میں حکم یہ ہے کہ جس سے لی اسے واپس کریں یا اس رقم کو فقیروں پر صدقہ کریں یعنی فقیروں کی ملک میں کردیں کسی چیرٹی کو نہ دیں بلکہ فقیروں پر صدقہ کریں۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اَہلسنّت، مولیٰنا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فرماتے ہیں: جو مال رشوت یا تَغَنّی (یعنی گانے) یا چوری سے حاصل ہوا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا ان پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں ان کے وُرثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدُّق کرے۔ خرید وفروخت کسی کام میں اس مال کا لگانا حرامِ قطعی ہے، بغیر صورتِ مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وَبال سے سَبُکدوشی کا نہیں یہی حکم سود وغیرہ عُقُودِ فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ (جس سے لیا ہے) اسے واپس دے خواہ ابتداءً تصدُّق (یعنی خیرات) کردے۔　(فتاوی رضویہ ج23 ص551)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017

فوریکس ٹریڈنگ پر فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 175

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں فوریکس ٹریڈنگ کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس پر مکمل تحقیق سے فتوی ارشاد فرمائیں۔　　سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

فوریکس ٹریڈنگ ناجائز ہے کیونکہ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص خود کسی آن لائن مارکیٹ میں خریداری نہیں کرسکتا تو اب اس میں خریداری کے لیے اسے کسی کمپنی کا سہارا لینا پڑتا ہے تو وہ کسی کمپنی میں کچھ رقم دے کر اس میں سے اپنا اکاؤنٹ کھلواتا ہے اور پھر آن لائن مارکیٹ میں خریداری کا اہل ہوجاتا ہے اور انٹرنیٹ پر اس آن لائن مارکیٹ میں مختلف اشیاء کے مختلف ریٹ آرہے ہوتے ہیں اور وہ ریٹ کم یا زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ جب کسی چیز کا ریٹ کم ہوتا ہے اور اس کو امید ہوتی ہے کہ یہ بعد میں بڑھ جائے گی تو یہ شخص کمپنی کی طرف سے فراہم کردہ رقم سے اسے خریدتا ہے۔ اور پھر ریٹ بڑھتے ہی اسے آگے فروخت کر کے نفع کماتا ہے اور اگر قیمت گر جاتی ہے تو یہ اس کا نقصان شمار ہوتا ہے۔ کمپنی ایک ٹریڈ مکمل ہونے پر اپنا کمیشن رقم کی صورت میں وصول کرتی ہے اور اس شخص کا آن لائن مارکیٹ سے کوئی چیز خریدنا اور فروخت کرنا سب کاغذی کاروائی ہوتی ہے۔ یہ خریدی ہوئی اشیاء کا نام کا مالک ہوتا ہے۔ کیونکہ ان اشیاء پر اس خریدار کا نہ قبضہ ہوتا اور نہ قبضہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ "أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِعْهُ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَهُ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص غلہ خریدے، جب تک قبضہ نہ کرلے اُسے بیع نہ کرے۔

[صحیح البخاري''، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یقبض...إلخ، الحدیث: ۲۱۳۶، ج۲، ص۲۸]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں'' أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ». قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلاَ أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ''

جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ سے پہلے بیچنا منع کیا، وہ غلہ ہے مگر میرا گمان یہ ہے کہ ہر چیز کا یہی حکم ہے۔

[''صحیح البخاري''، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یقبض...إلخ، الحدیث 2135 ج2، ص28]

اور فقہاء احناف کی کتب میں موجود ہے کہ منقول چیز خریدی تو جب تک قبضہ نہ کرلے اُس کی بیع نہیں کرسکتا۔ اگر قبضہ سے پہلے بیچے گا تو بیع فاسد ہوگی۔

''وَفِي الْمَوَاهِبِ وَفَسَدَ بَيْعُ الْمَنْقُولِ قَبْلَ قَبْضِهِ''

[''الدر المختار''، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل فی التصرف...إلخ، ج۷، ص ۳۸۴-۳۸۳]

اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ جو چیز بیع فاسد سے حاصل ہوگی اسے واپس کرنا واجب ہے اور خریدار کو اُس میں تصرف کرنا منع ہے۔ بیچنے والے اور خریدار دونوں پر ایسی بیع فسخ کردینا واجب اور فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔

اور کمپنی کا کسٹمر کو خریداری کے لیے ایک بھاری رقم دینے کی شرعی حیثیت سوائے قرض کے اور کچھ نہیں ہے تو قرض دینے پر نفع کمیشن کی صورت میں وصول کرنا سود ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا'' ہر وہ قرض جس پر نفع جاری ہو وہ سود ہے۔ [الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

سود دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اور اس کا ادنیٰ گناہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔

ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الرِّبَا سَبْعُونَ حُوبًا. أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ'' سود (کا گناہ) ستر حصہ ہے، ان میں سب

سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

["سنن ابن ماجہ"، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، الحدیث: ۲۲۷۴، ج ۳، ص ۲۷]

جب فوریکس ٹریڈنگ میں اس قدر قباحتیں ہیں تو اسے کرنا ناجائز ہے اور بچنا لازم ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-04-2017

کرسمس کے موقع پر اشیاء خریدنا کیسا

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 176

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسمس کے موقع پر مسلمانوں کا چیزیں خریدنا کیسا ہے کیونکہ اس وقت وہ چیزیں سستی ہو جاتی ہیں۔ اس حوالے سے بڑی تشویش ہے کیونکہ اہل سنت کے کچھ علماء نے لکھا ہے کہ ناجائز ہے۔ پلیز اس مسئلہ کا جواب عطا کر دیجئے۔ سائل: عبداللہ-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کرسمس کے موقع پر کرسمس کی وجہ سے ایسی چیزوں کو خریدنا جن کو وہ پہلے نہیں خریدتا تھا صرف کرسمس یا کفار کے کسی مذہبی تہوار کی وجہ سے خاص اس دن میں چیزوں کی خرید وفروخت کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس دن کی تعظیم کی خاطر ایسا کیا تو کفر ہے کیونکہ ایسا کرنے میں کفار کے ساتھ موافقت ہے۔

جیسا کہ بحر الرائق میں ہے "وَبِخُرُوجِہٖ اِلٰی نَیْرُوزِ الْمَجُوسِ وَالْمُوَافَقَۃِ مَعَھُمْ فِیمَا یَفْعَلُونَ فِی

ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَبِشِرَائِهِ يَوْمَ النَّيْرُوزِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَشْتَرِيهِ قَبْلَ ذَٰلِكَ " کافروں کے تہوار نیروز کی طرف نکلنا اوران کے افعال جو وہ اس دن کرتے ہیں ان میں ان کی موافقت کرنا اور نیروز کے دن کی وجہ سے کچھ خریدنا (ناجائز ہے) جبکہ اس سے پہلے وہ چیزیں نہیں خریدتا البتہ کھانے پینے کی چیز کی خریداری میں کوئی حرج نہیں۔

(بحر الرائق باب احکام المرتدین ج5 ص133 دار الکتب العلمیہ)

لیکن اگر کوئی مسلمان کرسمس کے دنوں میں چیزوں کے سستے ہونے کی وجہ سے خریدتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خاص کرسمس کی وجہ سے نہیں خریدرہا بلکہ اگر اور دنوں میں بھی چیزیں سستی ہوں تو وہ ضرور خریدے یعنی خریداری کی وجہ کرسمس نہیں بلکہ چیزوں کا سستا ہونا ہے۔ لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ممانعت کی وجہ خاص اس دن کی وجہ سے خریداری کرنا ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے "وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيْرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ بِأَنْ يُقَالَ هَدِيَّةُ هَذَا الْيَوْمِ لَا يَجُوزُ أَيْ الْهَدَايَا بِاسْمِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ " نیروز و مہرجان (مجوسیوں کی عیدوں) کے نام پر تحائف دینا جائز نہیں ہے وہ اس طرح کہ وہ یہ کہے کہ یہ تحفہ خاص اس دن کا ہے۔ (درمختار باب مسائل شتی ص754)

معلوم ہوا ہے کہ خاص کفار کے اس دن کی وجہ سے تحفہ دینا یا خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے جبکہ اگر تحائف کا تبادلہ یا خریداری اس دن کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو حرج نہیں۔

البتہ خاص کرسمس کے دن یعنی 25 دسمبر کو اشیاء کی خریداری کے لیے کفار کے میلوں کی رونق بڑھانا ضرور منع ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس دن سے قبل یا بعد خریداری کی جائے تاکہ ان سے مشابہت کی بالکلیہ نفی ہو جائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَيَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَهُ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ نَفْيًا لِلشُّبْهَةِ " بہتر یہ ہے کہ وہ تحائف کا تبادلہ یا خریداری اس دن سے پہلے یا بعد میں کرے مشابہت کی نفی کرنے کے لیے۔ (درمختار باب مسائل شتی ص754)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 20-12-2017

کینیڈا میں قبر کی جگہ خریدنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 177

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کینیڈا میں وقف قبرستان نہ ہونے کے برابر ہیں لہذا یہاں کچھ کمیٹیز قبروں کے لیے جگہ خرید لیتے ہیں اور پھر وہ لوگوں کو بیچتے ہیں۔ کیا لوگوں کا اپنی زندگی میں ہی اپنی قبروں کے لیے جگہ خریدنا جائز ہے؟ اور کیا وہ اپنی فیملی [اولادو بچے] کی قبروں کے لیے بھی جگہ خرید سکتے ہیں؟ لیکن اگر کوئی شخص جگہ خرید لیتا ہے مگر اپنی فیملی کے اشخاص کے لیے مخصوص نہیں کرتا کہ فلاں کی قبر یہ اور فلاں کی یہ تو درست ہے؟ اور کسی کی خریدی ہوئی جگہ میں اسے پوچھے بغیر دفن کرنا کیسا؟　سائل: یحیی فرام کینیڈا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَالصَّوَاب

اپنی اور اپنی فیملی کی قبروں کے لیے جگہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں، خریدی جاسکتی ہے۔ پھر اس دیارِ غیر میں کہ جہاں نفسی نفسی کا دور ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر کوئی اپنے لیے جگہ خرید کر نہ گیا تو شاید اسے زمین نصیب نہ ہو سکے۔ مگر اس جگہ میں قبروں کو اپنے لیے یا فیملی کے لیے مخصوص کرنے یا قبریں کھدوا کر رکھنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ کیا معلوم کہاں مرے گا۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اپنے لیے کفن تیار رکھے تو حرج نہیں اور قبر کھودوا رکھنا بے معنی ہے کیا معلوم کہاں مرے گا۔　[بہار شریعت ج1 حصہ4 ص847]

اگر وہاں قبر کھدوا بھی لیتا ہے تو ناجائز نہیں۔ اس کے نہیں تو اس کے ورثہ میں سے کسی کے کام آجائے گی۔ کیونکہ اس کے مرنے کے بعد ورثہ ہی مالک ہوں گے۔

لہذا اپنی قبروں کے لیے جگہ خریدنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ اگر جگہ نہ خریدی اور کسی کی خریدی ہوئی جگہ میں اس کو پوچھے بغیر میت کو دفن کر دیا تو دفن کرنے والے ضرور گناہگار ہوں گے اور مالک میت کو نکال کر اپنی زمین خالی کرنے کا حق حاصل ہے۔

اعلی حضرت امام اہلسنت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کر کے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی [تعظیم کی] جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔

[سنن ابی داؤد باب احیاء الموات آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۱/فتاوی رضویہ ج9ص379]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-12-2016

باب الکسب والاجارۃ

اپنے مکان کو رنٹ پر دے کر دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 178

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اب ایک مکان کا مکمل طور پر مالک ہو چکا ہوں۔ کیا اسے رنٹ پر دے کر کسی دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کی اجازت ہے۔

سائل: نجیم فرام واٹفورڈ_ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَ الصَّوَاب

جب آپ ایک مکان کے مالک ہیں جس سے آپ کی حاجت پوری ہو رہی ہے اور دوسرا مکان صرف رنٹ پر دینے کے لیے خریدنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کے لیے دوسرے مکان کو مورگج پر لینا منع کیونکہ بلا حاجت وضرورت کافرِ حربی کو نفع دینا ممنوع ہے۔

جیسا کہ فتاوی بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

[فتاوی بریلی ص ۳۳]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-12-2016

انگلینڈ میں ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی حلال یا حرام

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 179

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی حلال یا حرام کیونکہ انگلینڈ میں اکثر مسلمان ٹیکسی ڈرائیورز ہیں اور انگریز پب یا کلب میں ہر ویکنڈ پر جاتے ہیں جہاں شراب پیتے اور زنا کرتے ہیں اور یہ مسلمان ان کو اپنی ٹیکسی میں لے جا کر کلب یا پب میں پہنچاتے ہیں اور پہنچانے اور واپس گھر لے جانے کی اجرت لیتے ہیں اور یہ ڈرائیورز کسی جوب کو رفیوز نہیں کر سکتے کیونکہ تمام ڈرائیورز کسی کمپنی کے ماتحت ہوتے ہیں بہرصورت ان کو ایسے کسٹمرز ملتے ہیں جو کلب یا پب میں جاتے ہیں۔اب ان کی کمائی حلال ہے یا حرام اور اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور اس کسٹمر کو خاص کلب میں لے جانے کی نیت سے لے جائے تا کہ یہ وہاں گناہ کرے اور اب اس کے لے جانے سے کمائی گئی اجرت کا کیا حکم ہے۔اس پر دلائل بھی مطلوب ہیں۔

سائل: محسن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ان کی کمائی بالکل حلال ہے کیونکہ یہ ان لوگوں (انگریزوں) کو ان کی مطلوبہ جگہ تک پہنچانے کی اجرت ہے اور کسی کافر یا مسلمان کو اجارے پر اس کی مطلوبہ منزل تک پہنچانا فی نفسہ جائز ہے اور اس پر ملنے والی اجرت بھی جائز بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو اور گناہ کرنا اس مستاجر کا اپنا فعل ہے۔اس کے گناہ کی وجہ سے ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

عیسائیوں کے گرجا گھر میں سوائے گناہ عظیم کفر وشرک کے اور کیا ہوتا ہے۔پھر بھی مسلمان مزدور کو گرجا گھر بنانا

ایک مکان کوتعمیر کرنے کی طرح ہے اور کسی مکان کوتعمیر کرنا فی نفسہ جائز اور اس پر لی گئی اجرت بھی جائز ہے۔

جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

"لو آجر نفسہ یعمل فی الکنیسۃ ویعمرھا لا باس بہ لانہ لا معصیۃ فی عین العمل"

اگر کوئی مزدور گرجے میں کام کرے اور اس کی تعمیر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں۔ (فتاوی قاضی خان کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی التسبیح نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۴)

کیونکہ اس مسلمان مزدور کی اجرت اس کے کام کے بدلے ہے اور تعمیر مکان جائز کام ہے اور اجرت بھی جائز ہوئی۔

اسی طرح کسی کا اپنے مکان کو کسی مجوسی، عیسائی یا یہودی کو کرائے پر دینا جائز ہے اگر چہ وہ اس میں آتش کدہ بنائے یا گرجا بنائے یا اس میں شراب بیچی جائے وغیرہ کیونکہ یہ کرائے مکان کی منفعت کے بدلے میں ہے اور یہ بالکل حلال ہے اسے تعاون علی الاثم نہیں کہیں گے جیسا کہ ہدایہ میں ہے:

(وَمَنْ أَجَّرَ بَيْتًا لِيُتَّخَذَ فِيهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيسَةٌ أَوْ بِيعَةٌ أَوْ يُبَاعُ فِيهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَرِدُ عَلَى مَنْفَعَةِ الْبَيْتِ، وَلِهَذَا تَجِبُ الْأُجْرَةُ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ، وَلَا مَعْصِيَةَ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفِعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَهُوَ مُخْتَارٌ"

جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کدہ یا گرجا یا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اسی وجہ سے صرف گھر سپرد کر دینے سے اجرت واجب ہوگئی اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا اور یہی مختار ہے

(الھدایہ کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۷۰)

اور اعلی حضرت سے زانیہ عورت کے علاج کے بارے میں سوال ہوا کہ زانیہ عورت کا علاج کرنا اور اس پر اجرت لینا کیسا ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

اور اگر مرض سے کوئی (جسم کو) ایذا نہیں (اور مرض) صرف موانع زنا سے ہے (وہ مرض زنا کے لیے رکاوٹ ہے) جس کے سبب اس کا معالجہ ایک زانیہ عورت کے لئے (جسمانی طور پر) کوئی نفع رسانی نہ ہوگا بلکہ زنا کا راستہ صاف کرے گا مثلاً عارضہ رتق (شرمگاہ بند ہوگئی) یا شدّت وسعت کہ فی نفسہ موذی نہیں مگر اس کا اشتہاء باعث سردی بازار زنان زنا کار ہے (زنا کار عورتوں کے بازار کے سرد ہونے کا باعث ہے) ایسے معالجہ کو جب کہ امور مذکورہ پر طبیب مطلع ہو اگر چہ برقیاس قول صاحبین من وجہ اعانت کہہ سکیں مگر مذہب امام رضی اللہ عنہ پر یہ (اس زانیہ کا علاج کرنا) بھی داخلِ ممانعت نہیں کہ یہ تو پاک نیت سے صرف اس کا علاج کرتا ہے گناہ کرنا نہ کرنا اس کا اپنا فعل ہے جیسے راج کا گرجا یا شوالہ بنانا یا مکان رنڈی زانیہ کو کرایہ پر دینا۔ (فتاوی رضویہ ج24ص179)

اور اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور کسی گورے یا مسلمان کو کلب میں پہنچانے کی ناجائز نیت سے بھی اپنی ٹیکسی پر سوار کر کے لے جاتا ہے تا کہ وہ کافر یا مسلمان وہاں گناہ کرے اور لے جانے کی اجرت کماتا ہے پھر بھی اس کے لیے وہ اجرت جائز ہے مگر اس بری نیت سے وہ ڈرائیور گناہ گار ہوا۔

جیسا کہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ زید ہوٹل کا مالک ہے مگر ہوٹل وغیرہ خود نہیں کرتا بلکہ عمارت کرایہ پر دوسرے لوگوں کو دے رکھی ہے جو اس کو مثل ہوٹل کے استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ وہاں انگریزوں کو شراب و سور وغیرہ بھی کھلاتے ہیں لہذا اس کو جو کرایہ ملتا ہے مکان ہوٹل کا، وہ کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

اعلی حضرت اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جبکہ اس نے صرف مکان کرائے پر دیا ہے، کرایہ داروں نے ہوٹل کیا اور افعال مذکورہ کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں، **وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی**۔ کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (فاطر:18) اس صورت میں وہ کرایہ کے لئے جائز ہے۔

اور اگر اس نے کسی اسلامی جگہ کو خاص اس غرض ناجائز کے لئے دیا تو گنہ گار ہے، مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے مقابل ہے نہ ان افعال کے اب بھی جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ ج19ص520)

اس سے ثابت ہوا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور اپنی بری نیت کی وجہ سے گناہگار رہوگا مگر اس کی اجرت کسٹمر کو ٹیکسی کی منفعت دینے (Provide) کے بدلے ہے وہ جائز ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-2-2016

باربر کی کمائی حلال ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 180

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اس باربر (Barbers) کی کمائی حلال ہے جو لوگوں کے اس طریقے سے بال کاٹتا ہے جو سنت کے مطابق نہیں اور لوگوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے۔

سائل: ساجد۔ ہیلی فیکس یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بال کاٹنے کی اجرت حلال ہے مگر داڑھی مونڈنے کی اجرت حرام ہے۔ جیسا کہ وقار الفتاوی میں ہے: داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ کام کرنا بھی حرام ہے، کسی سے کروانا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔

(وقار الفتاوی ج1 ص259)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

پینشن اور جی پی فنڈ کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 181

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یوکے میں یہ ہوتا ہے کہ جوب پرائیویٹ ہو یا گورنمنٹ وہ ہماری سیلری (Salary) میں سے 4 کاٹتے ہیں اور 6 خود شامل کر کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد پینشن کی صورت میں ورکر کو لوٹاتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میرے جمع شدہ رقم پر ملنے والا نفع لینا کیسا ہے؟ کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اس طرح کا پینشن پلان کریں اور ہمیں پرائیویٹ پینشن پلان کی اجازت ہے جو کسی دوسری کمپنی سے ہو؟

سائل: سعید فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر ایسا کرنا اختیاری ہے یعنی آپ کو اجازت ہے کہ آپ یہ پینشن پلان کریں یا نہ کریں تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ یہ سود ہے کیونکہ آپ کی رقم کمپنی کے پاس قرض کی حیثیت رکھتی ہے اور قرض پر نفع سود کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم "کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَھُوَ رِبًا" ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔ [الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

اور اگر ایسا کرنا اختیاری نہیں بلکہ جبری ہے یعنی ہر صورت میں کمپنی 4 کاٹے گی اور بعد میں نفع لگا کر دے گی تو ایسی صورت میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو اپنی رقم کے ساتھ ملنے والا نفع لینا بھی جائز ہے اور یہ سود نہیں ہوگا کیونکہ سود کے لیے ضروری ہے کہ دونوں جانب سے یہ طے ہو کہ قرض لینے والے کو قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم کے ساتھ نفع بھی دینا ہوگا۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ کمپنی نے ورکر کی سیلری سے زبردستی پیسے کاٹے یعنی غصب کیے اور بعد میں

نفع کے ساتھ واپس کر دیئے ہیں اور اب یہ نفع ایک ہبہ (Gift) ہوگا، جس کا لینا ورکر کے لیے جائز ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کے پیسے دینے ہوں اور دینے والا اصل رقم پر اضافہ کرے دے اور یہ اضافہ پہلے سے طے شدہ نہ ہو تو اس کا لینا حلال ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي" میرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ادا کیا، بلکہ مجھے اس پر زیادہ بھی دیا۔

(الصحیح البخاری کتاب الاستقراض باب حسن القضاء رقم 2394)

فقہاء احناف نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا حَرَامٌ أَيْ إِذَا كَانَ مَشْرُوطًا كَمَا عُلِمَ مِمَّا نَقَلَهُ عَنِ الْبَحْرِ وَعَنِ الْخُلَاصَةِ وَفِي الذَّخِيرَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ النَّفْعُ مَشْرُوطًا فِي الْقَرْضِ، فَعَلَى قَوْلِ الْكَرْخِيِّ لَا بَأْسَ بِهِ"

("الدر المختار مع رد المحتار"، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، ج۷، ص ۴۱۲)

اور بہار شریعت میں ہے۔ یونہی جتنا لیا ہے) مقروض (ادا کے وقت اُس سے زیادہ دیتا ہے مگر اس کی شرط نہ تھی یہ بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت ج2 حصہ 11 ص 759)

پرائیویٹ پینشن پلان غالباً اختیاری (Optional) ہوتا ہے لہذا اسے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کمانا۔ لیکن اگر یہ پرائیویٹ پینشن پلان حربی کفار کے ساتھ ہو تو جائز ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا کہ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ۔ (شرح وقایۃ ج۲ ص ۱۶۴)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-09-2017

رنٹ پر دینے کے مورگیج پر پراپرٹی لینے کا حکم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 182

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بندہ ایک مکان کا مالک ہو۔ اس صورت میں کیا دوسرے مکان کو رنٹ پر دینے کے لیے مورگیج پر لینے کی اجازت ہے۔

سائل: فرخ فرام ڈربی انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

جب کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہے جس سے اس کی حاجت پوری ہورہی ہے۔ایسی صورت میں اسے دوسرے مکان کو مورگیج پر لینے کی اجازت نہیں کیونکہ بلا حاجت وضرورت کافر حربی کو نفع دینا منع ہے۔

فتاوی بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

[فتاوی بریلی ص ۳۳]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-07-2016

سپر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے جہاں شراب بیچی جاتی ہے

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 183

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سپر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے جہاں ہمیں بعض اوقات شراب کو بھی ہینڈل کرنا پڑتا ہے اور جب کسٹمر مانگیں تو ہمیں انہیں دینا ہوتا ہے اور انہیں الماریوں میں رکھنا اور چھونا پڑتا ہے ایسی نوکری کرنا کیسا ہے ؟ سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ایسی نوکری کرنا جس میں شراب کو چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا پڑتا ہے ناجائز ہے۔ اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔ شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، دلوانا سب حرام حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعاً ناجائز ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوٰنِ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (المائدہ:2) (فتاوی رضویہ ج23 ص569)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لعن اللہ الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه واٰكل ثمنها.

شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھا کر لے گیا، اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالٰی نے ان سب پر لعنت فرمائی۔
(سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب العصیر للخمر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۱) (المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۴۵)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-07-2016

عورت کا نوکری کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 184

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک عورت جس کی شادی ہو چکی ہو اور اس کا شوہر کماتا بھی ہوں اور گذر بسر پر قادر بھی ہو تو ایسی عورت کو وہاں کام کرنا جائز ہے جہاں غیر محرم مرد موجود ہوں؟ عورت کے لیے کام کرنے کی شرعاً کچھ شرائط ہیں؟

سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

ایسی عورت کو نوکری کرنا مناسب نہیں اور اگر غیر محرم مردوں کے ساتھ خلوت کی صورت ہوتی ہے تو ناجائز ہے۔ اور عورت کو پانچ شرطوں کے ساتھ کام کرنا جائز ہے۔

میرے آقا اعلی حضرت، امام اہلِ سنّت، مُجَدِّدِ دین وملّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ''یہاں پانچ شرطیں ہیں (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ سَتر کا کوئی حصّہ چمکے یعنی نظر آئے (2) کپڑے تنگ وچست نہ ہوں جو بدن کی ہَیْئَت (یعنی سینے کا اُبھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی وغیرہ) ظاہر کریں {جینز کی پینٹ وغیرہ} (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو {نظر نہ آتا ہو} (4) کبھی نامَحرم کے ساتھ خفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (5) اُس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مَظِنَّۂ فتنہ (فتنے کا گمان) نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو حَرَج نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (مُلازمت وغیرہ) حرام''

(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۸)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

كتبـــــــــــه

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 18-10-2016

الجواب صحیح والمجیب نجیح

مفتی شمس الھدی مصباحی عفی عنہ

خادم شمس الافتاء کنز الایمان یوکے

کافروں کے سکول میں کیٹرنگ کے کام کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 185

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یوکے میں ایک کافر سکول کی کیٹرنگ میں کام کرتا ہوں وہاں کافروں کا حرام فوڈ موجود ہوتا ہے میں صرف یہ فوڈ سرو (Serve) کرتا ہوں تو کیا میرا یہ کام کافروں کو حرام فوڈ سرو کرنا جائز ہے۔ اور بعد میں مجھے حرام فوڈ میں متلوث ڈشز (Dishes) دھونی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے نجس پانی میرے کپڑوں پر لگ جاتا ہے تو کیا مجھے نماز سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے یا کپڑے تبدیل کر کے اور صرف وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہوں؟

سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

کافروں کے لیے حرام فوڈ سرو (Serve) کرنے کا کام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان لوگوں (انگریزوں) کو ان کی مطلوبہ کھانا کھلانے اور ان کے برتن دھونے کی خدمت کی اجرت ہے اور کسی کافر کی نوکری کرنا جائز اور اس پر ملنے والی اجرت بھی جائز بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔

عیسائیوں کے گرجا گھر میں سوائے گناہ عظیم کفر وشرک کے اور کیا ہوتا ہے۔ پھر بھی مسلمان مزدور کو گرجا گھر بنانا ایک مکان کو تعمیر کرنے کی طرح ہے اور کسی مکان کو تعمیر کرنا فی نفسہ جائز اور اس پر لی گئی اجرت بھی جائز ہے۔

جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ "لو آجر نفسه يعمل فى الكنيسة ويعمرها لا باس به لانه لا معصية فى عين العمل" اگر کوئی مزدور گرجے میں کام کرے اور اس کی تعمیر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں۔ (فتاوی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۴)

کیونکہ اس مسلمان مزدور کی اجرت اس کے کام کے بدلے ہے اور تعمیرِ مکان جائز کام ہے اور اجرت بھی جائز ہوئی۔

اسی طرح کسی کا اپنے مکان کو کسی مجوسی، عیسائی یا یہودی کو کرائے پر دینا جائز ہے اگرچہ وہ اس میں آتش کدہ بنائے یا گرجا بنائے یا اس میں شراب بیچی جائے وغیرہ کیونکہ یہ کرائے مکان کی منفعت کے بدلے میں ہے اور یہ بالکل حلال ہے اسے تعاون علی الاثم نہیں کہیں گے۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے: وَمَنْ أَجَّرَ بَيْتًا لِيُتَّخَذَ فِيهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيسَةٌ أَوْ بِيعَةٌ أَوْ يُبَاعُ فِيهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَرِدُ عَلَى مَنْفَعَةِ الْبَيْتِ. وَلِهَذَا تَجِبُ الْأُجْرَةُ بِمُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ. وَلَا مَعْصِيَةَ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفِعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ. وَهُوَ مُخْتَارٌ

جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کدہ یا گرجا یا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اسی وجہ سے صرف گھر سپرد کر دینے سے اجرت واجب ہوگئی اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا اور یہی مختار ہے۔

(الھدایہ کتاب الکراھیۃ فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۷۰)

بہتر یہ ہے کوئی اور کام تلاش کیا جائے کہ کافر کی صحبت زہر قاتل ہے کہ یارِ بد بدتر از مار بد اور ماتحتی تو اور خطرناک۔

اور حرام فوڈ والے برتن دھونے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے کپڑے تبدیل کر کے صرف وضو کرنا ہی کافی ہے۔ غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ جسم کے جس حصہ کو نجس پانی لگ گیا اسے دھونا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 25-12-2017

کام کے دوران گناہ کرنے سے آمدنی حلال ہوگی یا حرام

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 186

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی جائز کام کرتا ہے۔ مگر اس کام کے دوران کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے سے کیا اس کی آمدنی حرام ہوجائے گی۔ مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور غیبت وغیرہ۔

سائل: ابومدنی برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی شخص جائز کام کرکے کماتا ہے اور اس کام میں کسی گناہ کو کرنا بھی مشروط نہیں تو اس کی آمدنی حلال ہے۔ اگرچہ اس سے کوئی نہ کوئی گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ لہذا یہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اور اپنے رب عزوجل سے ماقبل گناہوں کی معافی چاہے اور سچی توبہ کرے اور آیندہ نہ کرنے پکا عہد بھی کرے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-2-2016

کتاب الوقف

قبروں پر درخت لگانے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 187

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قبروں پر درخت لگانا جائز ہے اور قبر پر کیا لگایا جائے جو میت کے لیے تسبیح کرتا رہے؟　　سائل: شلیم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

قبروں پرآنے والوں کے سایہ کے لیے درخت لگانا جائز ومستحسن ہے لیکن اسے قبروں سے جدا جگہ پر لگایا جائے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں" اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہو اچھا ہے، مگر قبرستان سے جدا ہو" (فتاوی رضویہ ج9ص412)

میت کی قبر پر گھاس وغیرہ لگادی جائے جب تک تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اسی وجہ سے قبرستان سے تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:" قطع النبات الرطب والحشیش من المقبرۃ دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیۃ وعللہ فی الامداد بانہ مادام رطباً یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیّت وتنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتھی"

ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس

حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ردالمحتار باب صلوۃ الجنائز ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۶۰۶)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

کفار سے مسجد یا دینی امور کے لیے چندہ لینا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 188

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر مسلم سے مسجد یا کسی دینی کام کے لیے چندہ لے سکتے ہیں؟ سائل: عادل فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کفار سے دینی کاموں یا مسجد کے لیے چندہ لینا ممنوع ہے۔ جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "انا لانستعین بمشرک" ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔

(سنن ابی داود ج3 ص100 حدیث 2732، فتاوی رضویہ ج14 ص566)

ردالمحتار میں ہے: "لانھا قربۃ ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین" کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔ (ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ج5 ص208)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-12-2016

کتاب الاضحیہ

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 189

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بالغ اولاد کی طرف سے والدین قربانی کر سکتے ہیں اور شوہر بیوی کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی اجازت لینا ضروری ہے۔

سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

جی ہاں! بالغ اولاد سے اجازت لینا ضروری ہے ان کی اجازت سے والدین ان کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں اور اسی طرح شوہر اپنی بیوی کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، اور اگر ان کی اجازت کے بغیر قربانی کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوگا جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے: وَلَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَامْرَأَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ" (الفتاوی الهندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اور بہار شریعت میں ہے کہ بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا۔

(بہار شریعت ج3 حصہ15 ص 334 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-6-2017

جس پر قربانی واجب تھی اس نے نہیں کی تو کیا کرے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 190

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پر قربانی واجب تھی مگر اس نے نہیں کی اور ایامِ قربانی گزر گئے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور اگر اس نے کوئی جانور پہلے سے خرید رکھا تھا تو کیا اس کی اب قربانی کر دے اور اگر اس نے خریدا نہیں تھا تو وہ اب کیا کرے۔ سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر قربانی کے ایام گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اور وہ غنی تھا اس نے قربانی نہیں کی تو اب قربانی نہیں ہوسکتی اگر اس نے قربانی کے لیے پہلے ہی سے کوئی جانور خریدا رکھا تھا تو وہ جانور زندہ صدقہ کردے یعنی کسی فقیر شرعی کو دیدے اور اگر خریدا نہیں تھا تو جانور کی قیمت صدقہ کرے۔ پھر اگر اس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا تھا مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی تھی وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کرڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اور اگر فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تھا اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہذا اس جانور کو زندہ صدقہ کردے اور اگر ذبح کرڈالا تو وہی حکم ہے یعنی اس کا سارا گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

اور عالمگیری میں ہے: ثُمَّ قَضَاؤُهَا قَدْ يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِعَيْنِ الشَّاةِ حَيَّةً. وَقَدْ يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِقِيمَةِ الشَّاةِ. فَإِنْ كَانَ قَدْ أَوْجَبَ التَّضْحِيَةَ عَلَى نَفْسِهِ بِشَاةٍ بِعَيْنِهَا فَلَمْ يُضَحِّهَا حَتّٰى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَيَتَصَدَّقُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً سَوَاءٌ كَانَ مُوسِرًا أَوْ مُعْسِرًا. وَكَذَا إِذَا اشْتَرٰى شَاةً

لِيُضَحِّيَ بِهَا فَلَمْ يُضَحِّ حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ"

("الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان، ج٥، ص٢٩٦)

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

وَأَقُولُ ذَكَرَ فِي الْبَدَائِعِ أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ الشَّاةَ الْمُشْتَرَاةَ لِلْأُضْحِيَةِ إِذَا لَمْ يُضَحِّ بِهَا حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ يَتَصَدَّقُ الْمُوسِرُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً كَالْفَقِيرِ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا"

ترجمہ

میں کہتا ہوں کہ بدائع میں مذکور ہے کہ صحیح یہی ہے کہ قربانی کے لیے خریدی ہو بکری کی جب قربانی نہیں کی گئی اور وقت گزر گیا تو غنی اس بکری کو صدقہ کرے گا فقیر کی طرح اس میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔

(الدر المختار "و" رد المحتار"، کتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣١)

اور بہار شریعت میں ہے: ایام نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اُس نے نہیں کی ہے تو قربانی فوت ہو گئی اب نہیں ہو سکتی پھر اگر اُس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی ہے وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اُسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کر ڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اوس میں سے کچھ نہ کھائے اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہٰذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔ اور غنی نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کر دے اور ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔　(بہار شریعت ج3 حصہ15 ص338)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017

دعوتِ اسلامی کا انگلینڈ میں قربانیاں اکٹھی کرنے کے حوالے سے فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 191

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعوتِ اسلامی جو اہلسنت کی ایک بڑی تنظیم ہے وہ انگلینڈ میں لوگوں کی قربانیوں کی کولیکشن کرتی ہے یعنی لوگوں سے پیسے لے کر پاکستان میں بھیجتی ہے وہاں ان لوگوں کے پیسوں سے قربانیاں خریدکران کی طرف سے کی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے کہ بندہ اپنی قربانی خود نہ کرے بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور شخص کرے جو پاکستان میں ہے؟ سائل: عبداللہ- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں یہ طریقہ بالکل درست اور شریعت کے مطابق ہے کیونکہ قربانی قربتِ مالیہ یعنی مالی عبادت ہے اس میں کسی کو اپنا نائب ووکیل بنانا درست ہے۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

"وَمِنْهَا أَنَّهُ تَجْرِي فِيهَا النِّيَابَةُ فَيَجُوزُ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يُضَحِّيَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ بِإِذْنِهِ؛ لِأَنَّهَا قُرْبَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَالِ فَتَجْرِي فِيهَا النِّيَابَةُ" اور قربانی کے احکام میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ قربانی کرنے میں نیابت جاری ہوسکتی ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی خود قربانی کرے یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کی اس کی اجازت سے قربانی کرے۔ کیونکہ قربانی قربت ہے جس کا تعلق مال سے ہے تو اس میں نیابت یعنی اپنا نائب بنانا جاری ہوسکتا ہے۔ ("الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الأول في تفسيرها...إلخ، ج۵، ص ۲۹۲، ۲۹۳)

اور بہار شریعت میں ہے اس میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی اوس نے کردی یہ ہوسکتا ہے۔ (بہار شریعت ج3 حصہ16 ص335)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017

عیدی کی وجہ سے قربانی کا وجوب

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 192

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بالغ بچے یا بچی کے پاس عیدی میں اتنی رقم اکٹھی ہوجائے کہ جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو کیا اس پر قربانی واجب ہوجائے گی؟ سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

جی ہاں! اگر عید کے تینوں دنوں میں سے کسی دن بھی (عید کے پہلے دن کی فجر کے طلوع ہونے سے تیسرے دن کی مغرب تک) کسی بالغ بچے یا بچی کے پاس ساڑھے باون تولے (grams 35.612 تقریباً) چاندی کی قیمت کے برابر رقم آجائے جو تقریبا آج کے ریٹ کے مطابق تقریبا 257 پونڈز ہے تو اس پر قربانی واجب ہوجائے گی کیونکہ وہ ایام قربانی میں قربانی کرنے کے قابل ہوگیا ہے۔ جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"إِذَا لَمْ يَكُنْ أَهْلًا لِلْوُجُوبِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ ثُمَّ صَارَ أَهْلًا فِي آخِرِهِ.. فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ"

جب کوئی پہلے دن قربانی کے وجوب کا اہل نہیں تھا پھر آخری دن اس کے قابل ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

(الفتاوی الھندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اور بہار شریعت میں ہے قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 236 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017

قربانی کس پر واجب ہو گی؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 193

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی کس پر واجب ہے اور یہ مسئلہ بھی حل فرما دیجئے کہ سفر کرنے والے مسافر پر عید کی قربانی واجب ہے؟　سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جو شخص مالکِ نصاب ہو یعنی جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی (grams35.612 تقریبا) یا

چاندی کی قیمت ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ انگلینڈ میں ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت آج کے ریٹ کے مطابق تقریباً 260 پونڈ ز ہے اور پاکستانی روپے کے مطابق تقریباً 38000 روپے ہے یا اس شخص کے پاس حاجت اصلیہ کے علاوہ اتنی قیمت کی کوئی چیز ہو مثلاً دوکان وغیرہ اور یہ تینوں قسم کے مال (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت یا اتنی قیمت کی کوئی چیز) قربانی کے ایام میں کسی کے پاس ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔

جو شخص دوسو درہم (ساڑھے باون تولے) یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اُس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔

(بہار شریعت ج 1 حصہ 15 ص 333 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور مسافر پر بقر عید کی قربانی واجب نہیں خواہ غرضِ حج ہو یا کسی دوسری غرض سے ہو اور ہاں اگر حاجی وہاں مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے اگر حج کریں تو ان پر عید کی قربانی واجب ہوگی کیونکہ یہ مسافر نہیں ہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔

(بہار شریعت ج 1 حصہ 15 ص 333 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-6-2017

نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 194

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نابالغ پر قربانی واجب ہے کچھ علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اور کچھ کہتے ہیں کہ واجب نہیں ان میں سے کس کا قول زیادہ صحیح ہے حنفی فقہ کی رو سے دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کردی جائے؟　　سائل: زاہد-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں اس میں علماء احناف کا اختلاف ہے اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور یہی صحیح قول اور اسی پر فتویٰ ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔(وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي الْهِدَايَةِ (وَقِيلَ لَا) صَحَّحَهُ فِي الْكَافِي قَالَ وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ قُلْت وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِي مَتْنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يُفْتَى بِهِ"

(ایک قول یہ ہے کہ) والد اپنے نابالغ بچے کی طرف سے اس کے مال سے قربانی کرے گا اس کی ہدایہ میں تصحیح کی ہے اور کہا گیا ہے کہ والد اپنے نابالغ بچے کی طرف سے قربانی نہیں کرے گا اور اس قول کی کافی میں تصحیح کی ہے اور مصنف نے کہا کہ باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قربانی بچے کے مال سے کرے اور ابن شحنہ نے اسی کو ترجیح دی اور میں کہتا ہو کہ یہی معتمد قول ہے اس لیے کہ مواہب الرحمن کے متن میں ہے کہ یہی اصح ہے جس پر فتوی دیا جاتا ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الأضحیۃ، ج ۹، ص ۵۲۴)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "وَفِي الْوَلَدِ الصَّغِيرِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى رِوَايَتَانِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تُسْتَحَبُّ وَلَا تَجِبُ بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ. وَفِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَبَ لَهُ وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ" (الفتاوی الھندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اگر والد نے اپنے مال سے نابالغ بچے کی طرف سے قربانی کردی تو بہتر ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کردینا بہتر ہے۔

(بہار شریعت ج3 حصہ15 ص 334 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-6-2017

کتاب الحظر والاباحۃ

بسم اللہ شریف کے اعداد کے حوالے سے فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 195

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض جگہوں پر 786 لکھا ہوتا ہے اس کا مطلب کیا ہے ؟   سائل: ابو بلال فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

حروفِ ابجد کے اعتبار سے یہ (786) بسم اللہ شریف کے اعداد ہیں اور ان کو بسمِ اللہ شریف کی جگہ لکھا جاتا ہے۔ حروف ابجد کا ٹیبل مع اعداد درج ذیل ہے۔

حروف	اعداد	حروف	اعداد	حروف	اعداد	حروف	اعداد
ا	1	ح	8	س	60	ت	400
ب	2	ط	9	ع	70	ث	500
ج	3	ی	10	ف	80	خ	600
د	4	ک	20	ص	90	ذ	700
ہ	5	ل	30	ق	100	ض	800
و	6	م	40	ر	200	ظ	900
ز	7	ن	50	ش	300	غ	1000

اور بسمِ اللہ الرحمن الرحیم کے انیس حروف اور ان کے اعداد درج ذیل ہیں۔

ب=2 س=60 م=40 ا=1 ل=30 ل=30 ہ=5 ا=1 ل=30 ر=200 ح=8
م=40 ن=50 ا=1 ل=30 ر=200 ح=8 ی=10 م=40

ان تمام اعداد کو جمع کرنے سے مجموعہ 786 آتا ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-09-2017

بولی ووڈ کے گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 196

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بولی ووڈ فلموں کے گانوں کی طرز پر نعتوں کو پڑھنا جائز ہے۔ سائل: برادر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

مشہور گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا منع ہے لہذا اس سے احتراز کیا جائے۔ ہاں اگر کسی نعت خواں نے کسی نعت میں کوئی طرز لگائی اور بعد میں کسی گلوکار نے اسی طرز کو کسی گانے پر لگا دیا تو اب اس طرز میں وہی نعت پڑھنا منع نہیں۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-10-2017

حب الوطنی [Patriotism] پر فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 197

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حب الوطنی کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔ کیا کوئی ایسی حدیث ہے جو اس کو Support کرتی ہو یعنی حب الوطن من الایمان۔ آج کل جو کچھ حب الوطنی کے نام پر ہوتا ہے یعنی میوزیکل گانے اور بے حیائی کے پروگرام کیا یہ جائز ہے؟ سائل: رفیق فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اپنے وطن سے محبت کرنا ایک فطرتی امر ہے اور قرآن وسنت بھی اس سے منع نہیں کرتے اور جس سے قرآن وسنت منع نہ کریں کم ازکم وہ جائز ضرور ہوتا ہے۔ مگر حب الوطن من الایمان جیسے الفاظ حدیث سے ثابت نہیں بلکہ علماء کرام نے بالاتفاق فرمایا کہ ہم ایسی حدیث پر واقف نہیں۔ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور امام جلال الدین سیوطی نے الدر المنتشرہ میں فرمایا لم اقف علیہ میں اس حدیث سے آگاہ نہیں ہوسکا۔

(المقاصد الحسنہ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹)

(الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ حروف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰)

سیدی اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی، اور آگے آپ علیہ الرحمہ اوپر والا حوالہ نقل کرنے بعد فرماتے ہیں کہ امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۶]

مگر حب الوطنی کی آڑ میں خلاف شرع کام کرنا گانے باجے یا میوزیکل پروگرام وترانے کہنا یا ایسی حب

الوطنی اختیار کرنا جو اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابل میں ہو حرام و ناجائز ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر [ہجرت کرنے والے] نہ ہوئے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[سورۃ النساء: ۱۰۰]

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حب وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں۔۔۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل : وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی ہو یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالی کافی ہے اور وہی سب کا کارساز ہے۔　(کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۹۹ ا لفتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۷)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 4-10-2016

خودکشی کے متعلق فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 198

کیا اسلام میں خودکشی جائز ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جو خودکشی کرتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیا یہ درست ہے؟

سائل: سید احمد یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

خودکشی یعنی خود اپنے ہاتھ سے اپنے کو مارڈالنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالی نے ایسے شخص پر جنت حرام فرمادی ہے۔ اس کو جہنم میں اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا جس سے اس نے خودکشی کی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہُ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ جو شخص اپنی ذات کو کسی چیز سے قتل کردے تو اللہ تعالی اس کو جہنم میں اسی چیز سے عذاب دے گا۔ (الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان...الخ، الحدیث: ۳۱۶، ص ۶۹)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خصال صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

»مَنْ قَتَلَ نَفْسَہُ بِحَدِیدَۃٍ فَحَدِیدَتُہُ فِی یَدِہٖ یَتَوَجَّأُ بِھَا فِی بَطْنِہٖ فِی نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیھَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَہُ فَھُوَ یَتَحَسَّاہُ فِی نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیھَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَہُ فَھُوَ یَتَرَدّٰی فِی نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیھَا أَبَدًا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔ اور جو

شخص زہر کھا کر خودکشی کریگا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کریگا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ گرتا رہے گا۔ [الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الانسان۔۔۔الخ، الحدیث: ۳۱۳]

خودکشی کرنے والا مسلمان خودکشی کرنے سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بندہ کافر نہیں ہوتا یہی اہل سنت کا مذہب اور یہی حق ہے۔لہذا یہ اپنی سزا کاٹ کر جنت میں ضرور جائے گا۔حدیث مبارکہ میں جو خودکشی کرنے والے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں آیا اس سے مراد طویل مدت تک جہنم میں رہنا ہے یا یہ فرمان ایسے شخص کے بارے میں ہے جو خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے کیونکہ تحلیل حرام کفر ہے اور کافر کے لیے ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 4-7-2016

سویڈن یونین کا ممبر بننے کے بارے میں مسئلہ

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 199

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک سویڈن میں ایک یونین ہے جو ملازمین [Employees] کے معاملات کو ڈیل کرتی ہے۔اگر کوئی اس کا ممبر بننا چاہتا ہے تو اسے ماہانہ کچھ رقم دینی پڑتی ہے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس ممبر کے پاس کام [Job] نہیں ہوگا تو یہ یونین اسے اس کی انکم کا 80٪ دے گی جب تک اسے کوئی دوسری Job نہیں مل جاتی۔کیا اس کا ممبر بننا جائز ہے؟ سائل: علی فرام سویڈن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اگر وہ یونین مسلمانوں کی ہے یا اس میں مسلمانوں کے شیر ز ہیں یا اس کے مالکان میں کوئی ایک بھی مسلمان ہے تو ان سے ایسا معاملہ کرنا سود اور حرام ہے۔ کیونکہ ممبر کی طرف سے جو رقم یونین میں جمع ہوگی وہ شرعا قرض ہی بنتی ہے اور اس صورت میں ملنے والا نفع یعنی نوکری چھوٹنے کی صورت میں 80٪ انکم کا دیا جانا قرض پر مشروط نفع ہوا اور قرض پر مشروط نفع سود اور حرام ہے اور جس نے ایسا کیا اس پر توبہ واجب ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ رِبًا" ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے۔ [الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۶۳۳۶]

اور اگر وہ یونین حربی کافروں کی ہے تو حربی کافروں کے ساتھ ایسا کوئی عقد جو مسلمان کا مسلمان کے ساتھ حرام تھا، کر کے بغیر نیت سود مال لینا ناجائز نہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس میں مسلمان کا نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو۔ مگر یہاں نقصان بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی نوکری عمر بھر ختم نہ ہو اور یہ ایک دن بھی فارغ گھر میں نہ بیٹھا ہو اور ہر مہینے یونین کو دی گئی رقم ضائع و بےکار اور مسلم کا نقصان۔ لہذا ایسی ممبر شپ سے بہر صورت بچنے میں ہی عافیت ہے۔

عقدِ فاسد بشرطیکہ مسلم کے لیے مفید ہو اس کے ذریعے کافر حربی کا مال لینا جائز ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ عقد فاسد کے ذریعہ سے کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۱ مسئلہ نمبر ۲۹ ص ۷۷۵]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

لقد اصاب من اجاب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 2-8-2016

سی پی آر سپورٹ کے بارے میں شرعی حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 200

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ CPR سپورٹ کسی نامحرم لڑکی کو جائز ہے یا ناجائز۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو ہارٹ اٹیک کا دورہ پڑتا ہے تو مریض کے منہ پر منہ رکھ کر اس کی سانس چلانے اور اس کے ہارٹ کو دبا کر دل کو چلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح کرنے سے اس کی جان بچ سکتی ہے۔ اگر ایسا فوری طور پر نہ کیا گیا تو مریض ڈاکٹر کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔

سائل: حمزہ فرام لیڈز- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

نامحرم لڑکی کی جان بچانے کی نیت سے اسے CPR سپورٹ دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں پر اسے چھونا ضرورت کی وجہ سے ہے۔ جس طرح ہمارے فقہاء کرام نے ضرورت کی وجہ سے ڈاکٹر کو نامحرم مریضہ کی مرض کی جگہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ فقہِ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔ "وَيَجُوْزُ لِلطَّبِيْبِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا لِلضَّرُوْرَةِ" طبیب کو جائز ہے کہ وہ نامحرم عورت کی مرض والی جگہ کو دیکھے یہ جواز ضرورت کی وجہ سے ہے۔ (ھدایہ کتاب الکراھیۃ ج4 ص60)

جب نامحرم کی پردہ کی جگہ کی طرف دیکھنا جو کہ محظورِ شرعی ہے مرض کے علاج کے لیے جائز ہو سکتا ہے تو جان بچانے کے لیے بقدر اولی جائز ہوگا کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ" ضرورتیں ناجائز امور کو جائز کر دیتی ہیں۔ اور جان بچانا تو بہت اہم ضرورت ہے کہ ایک جان کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کی طرح

ہے جیسا کہ رب رحمن قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ اور جس نے ایک جان کو بچایا تو اس نے گویا سب لوگوں کو بچایا۔ (سورۃ المائدہ:32)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح　　　　کتبــــــــــہ

شمس الہدی عفی عنہ　　　　ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنزالایمان یوکے　　　　Date: 11-11-2017

عورتوں سے مصافحہ کا حکم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 201

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں جب کوئی مسلمان کسی جوب کے انٹرویو کے لیے جاتا ہے تو وہاں اسے فیمیل سے شیک ہینڈ یعنی مصافحہ کرنا پڑتا ہے۔ کیا اس کی اجازت ہے اگر دونوں طرف شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر نہیں تو یہ کیوں منع ہے کیا اس پر کوئی دلیل ہے۔

سائل: محمد وسیم فرام برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اجنبیہ عورتوں سے ہاتھ ملانا جائز نہیں ہے کیونکہ اجنبیہ عورت کے بدن کے کسی حصہ کو بلاضرورت چھونا حرام ہے اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ انٹرویو کے لیے ہاتھ ملانا کوئی ضرورت نہیں اس کے بغیر بھی انٹرویو ہوسکتا لہذا اس صورت ان سے مصافحہ جائز نہیں۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے:

"(وَلَا یَحِلُّ لَہٗ أَنْ یَمَسَّ وَجْھَھَا وَلَا کَفَّیْھَا وَإِنْ کَانَ یَأْمَنُ الشَّھْوَۃَ) لِقِیَامِ الْمُحَرَّمِ وَانْعِدَامِ الضَّرُوْرَۃِ وَالْبَلْوٰی" کسی مرد کو اجنبیہ عورت کے چہرے اور ہاتھ کو چھونا حلال نہیں اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور حرام کردہ کام کے پائے جانے اور عدم ضرورت کی وجہ سے۔

("الھدایۃ"، کتاب الکراھیۃ، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۸)

آگے اسی کتاب میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مَنْ مَسَّ کَفَّ امْرَأَۃٍ لَیْسَ مِنْھَا بِسَبِیلٍ وُضِعَ عَلٰی کَفِّہٖ جَمْرَۃٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" جس نے عورت کی ہتھیلی کو بغیر کسی ضرورت کے چھوا تو قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔ ("الھدایۃ"، کتاب الکراھیۃ، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۸)

اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیعت کے وقت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے صرف زبان سے بیعت لیتے۔ چُنانچہ اُمّ الْمُؤمنین حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبُوّت، پیکرِ جُود وسخاوت، سراپا رحمت، محبوبِ ربُّ العزّت عزّ وجلّ وصلی اللہ علیہ وسلم جن عورتوں کو بَیعت کرتے اُن سے فرماتے، "جاؤ میں نے تمہیں بَیعت کیا۔

وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ." خُدا کی قسم! بیعت کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ کے ساتھ نہیں چُھوا۔ (ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث ۲۸۷۵)

اور حضرتِ سیّدتنا اُمَیمہ بنتِ رُقیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چند خواتین کے ساتھ سرکارِ دو عالَم، نورِ مُجسَّم، شاہِ بنی آدم، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنِّی لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ" یعنی میں عورتوں سے مُصافَحہ نہیں کرتا۔ یعنی ہاتھ نہیں ملاتا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث ۲۸۷۴)

اور عورتوں سے ہاتھ ملانے پر عذاب کی وعید ہے چُنانچہ حضرتِ فقیہ ابو اللّیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے

ہیں: دُنیا میں اَجْنَبِیَّہ عورت سے ہاتھ مِلانے والا بروزِ قیامت اس حال میں آئے گا کہ اُس کے ہاتھ اُس کی گردن میں آگ کی زنجیروں کے ساتھ بندھے ہوں گے۔ (قرۃ العیون مع روض الفائق ص ۳۸۹)

اب یہاں وہ پیر حضرات بھی عبرت حاصل کریں جو اپنی مریدہ عورتوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-12-2016

عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 202

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا کیسا ہے؟ سائل: عبد اللہ- برمنگھم انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا منع ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں کہ عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع وفزع کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے

لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔ اور اَسلم (یعنی سلامتی کی راہ) یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع وفزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۴ ص ۱۹۸)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال کے جواب میں غنیۃ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: غنیۃ میں ہے: ''یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

(غنیۃ المتملی، فصل فی الجنائز، ص ۵۹۴)

سوائے روضہ انور (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سُنّتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔۔۔ آگے فرماتے ہیں۔۔ بخلاف دیگر قبور ومزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود (یعنی غائب) اور احتمالِ مفسدہ (یعنی فساد وفتنہ انگیزی کا اندیشہ) موجود، اگر عزیزوں کی قبریں ہیں (تو) بے صبری کرے گی (اور) اولیا کے مزار ہیں تو مُحتمل (یعنی اندیشہ ہے) کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں اِفْرَاط (یعنی زیادتی) جیسا کہ معلوم ومُشاہد ہے لھٰذا ان کے لیے طریقہ اَسلم احتراز ہی ہے۔

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت ص 315 مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح | کتبـــــــــہ
شمس الہدیٰ عفی عنہ | ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے | Date: 20-12-2017

فرض عین سے کیا مراد ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 203

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض عین کیا ہے اور کون کونسی چیزیں فرض عین کے تحت آتی ہیں۔

سائل: بلال لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

فرض عین ایک شرعی اصطلاح ہے اور فرض عین وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر ضروری ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کو ایک ماننا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا اور جو کچھ آپ اللہ تعالی کی طرف سے لائے ہیں، صدق دل سے اس کو سچا ماننا ہر امتی پر "فرض عین" ہے آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر "فرض عین" ہے۔ مسلمان پر اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت "فرض عین" ہے۔

ہر مسلمان کے لئے قیامت پر ایمان لانا "فرض عین" ہے کہ ایک دن یہ زمین آسمان بلکہ کل عالم اور سارا جہان فنا ہو جائے گا۔ اسی دن کا نام "قیامت" ہے۔

(المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند، من اقر بالجنة والنار والحشر لكن اولها۔۔۔الخ، ص ۱۸۰)

ضروریاتِ دین یعنی فرائض وواجبات کا علم حاصل کرنا تو ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر "فرض عین" ہے۔

[بہشت کی کنجیاں 56 و فتاوی رضویہ]

"اتنی تجوید (سیکھنا) کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح ممتاز ہو "فرض عین" ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۲۵۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر "فرض عین" ہے۔ [بہار شریعت حصہ 3 ص 545]

پانچ نمازیں اور جمعہ "فرض عین" ہے [بہار شریعت حصہ 4 ص 762]

نماز کی طرح روزہ بھی "فرض عین" ہے اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر۔ [جنتی زیور ص 347]

اگر کفار ہجوم کر آئیں تو اس وقت جہاد "فرض عین" ہے یہاں تک کہ عورت اور غلام پر بھی فرض ہے

[بہار شریعت حصہ 9 ص 427]

شہادت فرضِ کفایہ ہے بعض نے کرلیا تو باقی لوگوں سے ساقط اور دو ہی شخص ہوں تو "فرض عین" ہے۔ خواہ تحمل ہو یا ادا یعنی گواہ بنانے کے لیے بلائے گئے یا گواہی دینے کے لیے دونوں صورتوں میں جانا ضروری ہے۔

[بہار شریعت حصہ 12 ص 931]

اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے۔ جسے ایک ہی تحریر میں ضبط کرنا مشکل ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-7-2016

قبروں پر قُبّہ و روضۃ کی تعمیر کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 204

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ تحریر عام ہورہی ہے کہ قبروں پر کسی بھی قسم کی تعمیر جائز نہیں، نہ ہی ان پر کتابت جائز ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبروں پر تعمیر اور ان پر کتابت کی ممانعت ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: "نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قبروں کو پلستر کرنے، ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قبر پر مٹی صرف اس لیے ڈالی جاتی ہے اور اسے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا جاتا ہے کے یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے قبروں کے متعلق یہی وہ سنت ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے۔ قبروں پر نہ مساجد بنانا جائز ہے، نہ انہیں غلاف پہنانا اور نہ ان پر گنبد بنانا جائز ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ" اللہ تعالی یہود و انصاری پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہے۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جند عبداللہ بجلی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ کہتے سنا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً. وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً مِنْ أُمَّتِي خَلِيْلاً الا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلا. أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَاءِهِمْ وَاصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ. أَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ. فَإِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ"

"بے شک اللہ تعالی نے مجھے دوست بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ خوب سن لو تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور اور اپنے بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔ خوب سن لو! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا۔ میں تمہیں اس کام سے منع کرتا ہوں اور اس مضمون کی احادیث بہت ہیں۔ (فتاوی بن باز رحمہ اللہ جلد اول۔ صفحہ 35)

سائل: سید فضیل عطاری فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پہلی حدیث جس میں تین چیزوں کا بیان ہے کہ

(1) قبر کو گچ یا چونے سے پکا کرنا اور یہ ہمارے نزدیک بھی منع ہے۔

(2) اس پر بیٹھنا اور یہ بھی ہمارے نزدیک ناجائز ہے جس پر فقہاء احناف کی عبارات کثیرہ موجود ہیں۔

(3) قبروں کے اوپر عمارت کا ایسے تعمیر کرنا کہ اس عمارت کی دیوار قبر پر رکھی جائے یہ بھی ہمارے نزدیک ناجائز ہے مگر قبر کے گرد عمارت کا بنانا جیسے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی قبور پر بنایا جاتا ہے یہ بالکل جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے ائمہ دین نے مزرات علماء ومشائخ کے گرد زمین (جائز التصرف) میں عمارت بنانے کا جواز بیان کیا ہے اور وہ بھی صرف اس غرض سے کہ زائرین راحت پائیں اور وہاں ذکر واذکار کر سکیں۔

اور جن کتابوں میں قبروں کے گرد عمارتیں بنانے کو ایک ممنوع فعل قرار دیا گیا ہے تو وہاں علماء نے یہ صراحت لکھا ہے کہ منع کی علت نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔ جہاں نیت اچھی ہو اور فائدہ بھی موجود ہو تو حکم منع مفقود (ختم) ہو جائے گا۔

قبر پر عمارت کو تعمیر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت

خود قبر کی مٹی پر کوئی عمارت بنائی جائے تو اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کیونکہ قبر کی چھت حق میت ہے اور اس فعل میں اس کی اہانت واذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا۔

ہمارے بہت علماء نے احادیث وروایات جو عمارت کے بنانے کی ممانعت پر آئی ہیں ان سے یہی معنٰی مراد لیے ہیں کیونکہ ان احادیث میں "علی القبر" الفاظ آئے ہیں جن کے معنی ہے قبر کے اوپر اور اس کے حقیقی معنٰی یہی ہیں اور یہ معنٰی نہیں کے قبر کے ارد گرد بھی نہیں بنا سکتے کیونکہ قبر کے ارد گرد کوئی مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔

امام فقیہ النفس فخر الملۃ والدین اوزجندی خانیہ میں فرماتے ہیں: **لا یجصص القبر لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ انھی عن التجصیص و التقضیض وعن البناء فوق القبر، قالوا اراد بالبناء السفط الذی یجعل علی القبر فی دیارنا**۔ قبر کو گچ سے پکا نہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت

فرمائی ہے، علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سقط ہے جو ہمارے دیار میں قبر کی مٹی کے اوپر بنایا جاتا ہے۔

(فتاوی قاضی خان باب غسل المیت الخ ۱/۹۲)

اور قبر کے اوپر عمارت بنانا اس لیے منع ہے کہ اس میں میت کو ایذا ہوتی ہے کہ اس میں اس کی توہین ہے۔ اور یہ حدیث سے منع ہے جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمۃ بسندِ حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: **لا تؤذی صاحب ھذا القبر** (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: **لا تؤذہ** (اسے تکلیف نہ پہنچا) (مشکوۃ المصابیح عن عمرو بن حزم باب دفن المیت ص ۱۴۹)

اور دوسرا یہ کہ وہ عمارت بنا کر اس میں اپنی رہائش رکھے گا اس لیے قبر کے اوپر عمارت بنانے سے منع کیا گیا ہے اور اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: "قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بَول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔" فتاوی عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط۔ الخ قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

(فتاوی ھندیۃ الفصل السادس فی القبر و الدفن ۱/۱۶۶)

دوسری صورت

قبر کے گرد کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، تو اگر یہ نیتِ فاسدہ سے ہو یعنی زینت و تفاخر کے لیے جیسے امراء کی قبور پر عمارتوں کا بنانا تو یہ نیت فاسدہ کی وجہ ممنوع ہوگا۔ اسی طرح جہاں کوئی فائدہ نہ ہو، جیسے کوئی قبر کسی جنگل میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام کی قبور جن سے کسی کو کوئی عقیدت نہیں لہذا لوگ وہاں نہیں آئیں گے۔ ایسی صورت میں اسراف اور مال ضائع کرنے کی وجہ سے عمارت بنانا منع ہے علامہ توریشتی فرماتے ہیں: **نھی لعدم الفائدۃ فیہ** "ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ بحوالہ توریشتی باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۶۹)

جہاں معاملہ ان سب ممنوعات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور ائمہ کرام نے علماء ومشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کے جواز کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں: وقد اباح السلف ان یبنی علی قبر المشائخ والعلماء المشاهیر لیزورهم الناس و یستریحوا بالجلوس فیه" سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(مجمع بحار الانوار تحت لفظ "شرف" منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۱۸۷)

اور کشف الغطاء میں ہے:

در مطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء را بر قبر مشائخ علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند واستراحت نمایند بجلوس درآں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیش کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقد منور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔ مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء ومشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرقد انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔

(کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دھلی ص ۵۵)

نور الایمان میں ہے: قد نقل الشیخ الدهلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان یبنی علی قبر المشائخ والعلماء المشهورین قبة لیحصل الاستراحة الزائرین و یجلسون فی ظلها وهکذا فی المفاتیح شرح المصابیح وقد جوزه اسمعیل الزاهدی الذی من مشاهیر الفقهاء۔ شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز ومباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں، اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔

(مدارج النبوۃ بحوالہ مطالب المومنین وصل در نماز جنازہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۲۰)

اور قبروں کے گرد عمارت کے جواز کا قول ہی مختار و مفتی بہ ہے۔ کمافی درمختار

(درمختار شرح تنویر الابصار باب صلوۃ الجنائز ۱/۱۲۵)

دوسری حدیث کا جواب

پوری حدیث یہ ہے کہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی ﷺ قال فی مرضہ الذی مات فیہ لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مسجدا قالت ولولا ذاک لابرزوا قبرہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہے کہ حضور نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: یہود ونصاری پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۷)

دیکھا جائے تو یہ دلیل تو ہماری ہے کہ قبر کے گرد عمارت تعمیر کرنا جائز ہے اور سیدہ عائشہ نے روضہ انور کے گرد پہلی عمارت خود تعمیر کروائی۔

جیسا کہ علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: لکن لم یبرزوہ ای لم یکشفوہ بل بنوا علیہ حائلا۔ لیکن اسے نمایا اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنادیا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۰)

اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں کہ جب سرورِ انبیاء ﷺ کو حکم الٰہی کے باعث حجرہ شریفہ ہی میں دفن کردیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیباکی سے لوگوں کے بے تحاشہ آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا اور اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔

(جذب القلوب باب ھفتم در بیان تغیرات الخ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا روضہ انور کے گرد دیوار تعمیر کرنا اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ قبر کے گرد عمارت تعمیر کرنا ایک جائز فعل تھا اور نہ وہ پاک ہستیاں سلفیوں سے زیادہ توحید میں پختہ تھیں۔

تیسری حدیث کا جواب

قبروں کو مسجد بنانے سے مراد عمارتِ مسجد بنانا نہیں بلکہ قبروں کے اوپر سجدہ کرنا مراد ہے یعنی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور کوئی بھی سنی صحیح العقیدہ قبر پر سجدہ نہیں کرتا اور نہ ہی ان کو سجدہ گاہ بناتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو ناجائز فعل کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ لیکن اس حدیث سے عمارت بنانے کا عدمِ جواز ثابت کرنا ظلم ظلم ظلم ہے۔

یہ اسی طرح ہی ہے قرآن کی اس آیت سے دلیل پکڑتے ہوئے کہنا کہ وراثت کا سارا مال ماں کو ملے گا کہ قرآن میں آیا کہ وَمَا کَسَبَ یعنی ماں کا سب۔ نعوذ باللہ من ذالک

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-9-2017

قرآن کو بوسہ دینا کیسا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 205

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کو چومنا و بوسہ دینا کیسا ہے؟ کیونکہ ایک دوسرے فرقہ سے تعلق رکھنے والے عالم نے کہا ہے کہ قرآن کو نہیں چومنا چاہیے۔

سائل: محمد باقر فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

قرآن مجید کو بوسہ دینا جائز و مستحسن ہے اور ایسا کرنا صحابہ کرام کے فعل سے بھی ثابت ہے۔

رُوِیَ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہُ کَانَ یَأْخُذُ الْمُصْحَفَ کُلَّ غَدَاۃٍ وَیُقَبِّلُہُ وَیَقُوْلُ عَھْدُ رَبِّیْ وَمَنْشُوْرُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ وَکَانَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یُقَبِّلُ الْمُصْحَفَ وَیَمْسَحُہُ عَلٰی وَجْھِہٖ" حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ صبح کو قرآن پاک کو پکڑتے اور بوسہ دیتے تھے اور کہتے یہ میرے رب کا عہد اور اس کی کتاب ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مصحف کو بوسہ دیتے اور چہرے سے مس کرتے۔

("الدر المختار"، کتاب الحظر و الإباحۃ، باب الإستبراء وغیرہ، ج ۹، ص ۶۳۴)

سنی علماء کرام کے علاوہ کسی سے فتوی حاصل نہ کیا جائے اور نہ ان کی کسی بات پر کان دھرے جائیں اس سے ان شاء اللہ بندہ ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-11-2016

کالے جادو سے بچنے کے طریقے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 206

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کالے جادو سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ میرے سسرال والے مجھ پر کالا جادو کر رہے ہیں تو میں ان کے اس جادو سے کیسے بچ سکتی ہوں مجھے کوئی وظیفہ یا طریقہ بتا دیا جائے؟ سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کالے جادو سے بچنے کے لیے بہت سے اوراد ووظائف ہمارے اسلاف سے منقول ہیں۔ ان میں سے تین

طریقے پیش کرتا ہوں۔

پہلا طریقہ یہ کہ کثرت سے شش قفل پڑھے کیونکہ جو شخص رات کو ہمیشہ شش قفل پڑھتا رہے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر طرح کے جادو سے اور ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رہے گا اور اگر شش قفل کو آسیب زدہ یا جادو کے مریض کے کان میں پڑھ کر پھونک ماردی جائے تو آسیب بھاگ جائے گا اور جادو اتر جائے گا۔ ان چھ دعاؤں کو ''شش قفل'' (چھ تالے) بھی کہتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

قفل اول

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ السَّمِیْعِ الْبَصِیْرِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

قفل دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الْخَلَّاقِ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ۔

قفل سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ السَّمِیْعِ الْبَصِیْرِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ الْعَلِیْمُ الْبَصِیْرُ۔

قفل چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ السَّمِیْعِ الْبَصِیْرِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّھُوَ الْغَنِیُّ الْقَدِیْرُ۔

قفل پنجم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ بِسْمِ اللهِ السَّمِيْعِ الْبَصِيْرِ الَّذِىْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ۔

قفل ششم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ بِسْمِ اللهِ السَّمِيْعِ الْبَصِيْرِ الَّذِىْ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ الْحَكِيْمُ فَاللهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سورۃ فلق اور سورۃ ناس کی تلاوت کرے۔ اگر کوئی جادو کے مریض پر سو مرتبہ ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر دم کرنے سے ان شاء اللہ تعالی سحر کا اثر زائل ہوجائے گا اور اگر پانی پر اتنی ہی بار پڑھ کر دم کردیا جائے اور پلایا جائے جب بھی جادو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں سورتوں کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ " قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ تَرَ آيَاتٍ أُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے وہ آیات نہ دیکھیں جو آج رات نازل ہوئی (اس کے باب میں) سورۃ فلق اور سورۃ ناس جیسی کوئی سورۃ نہ دیکھو گے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضائل القران مایتعلق بہ، رقم ۸۱۴، ص ۴۰۶)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ سورہ یونس کی ان دونوں آیتوں

" بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿81﴾ وَيُحِقُّ اللهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿82﴾

کو لکھ کر مریض کے گلے میں پہنائیں اور پانی پڑھ کر پانی پلائیں اور اسی پڑھے ہوئے پانی سے مریض کو کسی بڑے ٹب میں بٹھا کر نہلائیں اور پانی کسی جگہ ڈال دیں۔ (پ ۱۱، سورہ یونس: ۸۲،۸۱)

جب تک آپ کو یقین کی حد تک معلوم نہ ہو کہ جادو کروانے والے آپ کے سسرال ہیں تو ان پر یہ الزام لگانا نہ صرف بدگمانی بلکہ تہمت بھی ہے اور یہ دونوں گناہ کے کام ہیں لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔ اگر درحقیقت جادو کرنے والے سسرال والے ہی ہوں تو پھر بھی لوگوں کو بتا کر اپنا گھر خراب مت کریں بلکہ مذکورہ بالا جادو سے بچنے کے طریقوں پر عمل کریں ضرور اللہ عزوجل آپ کو نقصان سے بچائے گا اور جادو کرنے والے ضرور اپنے کیے کا خمیزہ بھگتیں گے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

کیا بیماری اڑ کر دوسروں کو لگ سکتی ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 207

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بہت سی بیماریاں موجود ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جو اڑ کر لگ جاتی ہیں جو (Contagious illnesses) کہلاتی ہیں کیا ہمیں ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہیے جو ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوں؟ سائلہ: ندا فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں اسے

ردفرمایا: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا عَدْوٰی" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مرض میں تعدیہ (اڑ کر لگنا) نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب لجذام رقم 5707 ج2 ص 580/صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی۔ ۲/۲۳۰)

بخاری و مسلم کے علاوہ اس مفہوم کی احادیث کئی دوسری معتبر کتب میں بھی موجود ہیں۔

اور مزید مسلم شریف میں ہے۔"قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: »لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ «فَقَالَ أَعْرَابِیٌّ: یَا رَسُولَ اللّٰہِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَکُونُ فِی الرَّمْلِ کَأَنَّهَا الظِّبَاءُ، فَیَجِیءُ الْبَعِیرُ الْأَجْرَبُ فَیَدْخُلُ فِیهَا فَیُجْرِبُهَا کُلَّهَا، قَالَ: »فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟« نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور صفر اور ہامہ کی کوئی اصل نہیں تو ایک دیہاتی بولا کہ یارسول اللہ! اونٹوں کا کیا حال ہے؟ ریت میں ایسے صاف ہوتے ہیں جیسے کہ ہرن اور پھر ایک خارشی اونٹ ان میں جاتا ہے اور سب کو خارشی کر دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش میں مبتلا کیا تھا؟

(صحیح مسلم کتاب السلام باب لاعدوی رقم 2220)

اور جہاں تک ایسے شخص سے دور رہنے کا تعلق ہے جس کو اس قسم کی بیماری ہو تو اس بارے میں ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس کی نظر اسباب پر ہو اور اللہ عزوجل پر قوی توکل نہ ہو اس کے حق میں ایسی بیماری میں مبتلا شخص سے دور رہنا ہی مناسب ہے یہ سمجھ کر نہیں کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے بلکہ اس لیے کہ شائد قضائے الٰہی کے مطابق وہی بیماری اسے لگ جائے تو اُس وقت یہ سمجھ کر شیطان کے بہکاوے میں نہ آجائے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے ایسا ہوا ہے۔ لہذا اس نیت سے اس بیمار شخص سے دور رہنا جائز ہے کہ اعتقادی کمزوری کی وجہ سے دین کا نقصان نہ کر بیٹھے۔

الغرض جس کا ایمان قوی اور توکل علی اللہ مضبوط ہے اس کے لیے ایسی بیماری میں مبتلا شخص سے ملنے میں کچھ نقصان نہیں اور ضعیف الاعتقاد کو اس باطل نظریے (بیماری اڑ کر لگ سکتی ہے) سے بچنے کے لیے ایسے بیمار شخص سے دور رہنا بہتر ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے کا ارشاد فرمایا۔"وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ

الْأَسَدِ " مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب لجذام رقم 5707 ج2 ص580)

جیسا کہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنے مشہور فتاوی بنام فتاوی رضویہ میں فرمایا کہ جس کی نظر اسباب پر مقتصر ہو اور خدا پر سچا توکل نہ رکھتا ہو اس کے حق میں بچنا ہی مناسب ہے نہ یہ سمجھ کر کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے۔ کہ یہ خیال تو باطل محض ہے۔ بلکہ اس نظر سے کہ شائد قضائے الہی کے مطابق کچھ واقع ہو اور اس وقت شیطان کے بہکانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ فلاں فعل سے ایسا ہو گیا ورنہ نہ ہوتا تو اس میں دین کا نقصان ہو گا۔ "فان "لو" تفتح عمل الشیطان قالہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم " لوگو! حرف "لو" سے بچوں کیونکہ یہ شیطان کاموں کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا۔ غرض قوی الایمان کو توکلا علی اللہ اس سے مخالطت میں کچھ نقصان نہیں، اور ضعیف الاعتقاد کے حق میں اپنے دین کی احتیاط کو احتراز بہتر۔ (فتاوی رضویہ ج21 ص101 ملتقطا)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

کیا جمعرات کو روحیں گھروں میں آتی ہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 208

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ جمعرات کو ختم شریف دلواتے ہیں اور اپنی فوت شدگان کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فوت شدگان کی روحیں جمعرات کو گھروں میں آتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

سائل: حمزہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ہر جمعرات کو فوت شدگان کو ایصال ثواب کرنے کے لیے ختم شریف دلوانا یعنی قرآن شریف پڑھ کر لوگوں کو کھانا کھلانا اچھا عمل ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور یہ اعتقاد رکھنا بھی صحیح ہے کہ جمعرات کو ارواح اپنے گھروں میں آتی ہیں۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن شیخ محقق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں: مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میّت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ بہ میّت را مگر صدقہ و دعا، و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میّت می آید خانہ خود را شب جمعہ، پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔ "واللہ تعالیٰ اعلم۔

میّت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۱۶ و ۷۱۷/فتاوی رضویہ ج9 ص 649)

اور مزید خزانۃ الروایۃ سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا"

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔ (فتاوی رضویہ ج 9 ص 654 بحوالہ خزانۃ الروایات)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-11-2016

کیا فادر اپنے بے بی کی نیپی تبدیل کر سکتا ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 209

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فادر اپنے چھوٹے بچے یا بچی کی نیپی (پیمپر زوغیرہ) تبدیل کر سکتا ہے؟ سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَابْ

جی ہاں! باپ اپنے چھوٹے بچے یا بچی کی نیپی تبدیل کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-09-2017

میں سمر ہولیڈیز کیسے گزاروں؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 210

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سمر ہولیڈیز میں مجھے سپیشلی کیا کرنا چاہیے تاکہ میں ان ہولیڈیز (Holydays) کو اسلام کے مطابق گزار سکوں۔ نماز وقرآن مجھے پتا ہی ہے کہ وہ پڑھنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔

سائلہ: رحیلہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میرا مشورہ ہے کہ آپ نماز وقرآن کے ساتھ ساتھ علم دین کا کوئی باب سیکھ لیں۔ سب سے اہم عقائد ہیں۔ یعنی اللہ تعالی اور انبیاء کرام کے بارے میں ہمارے عقائد کیا ہیں اور جنت ودوزخ اور ملائکہ وکتب کے بارے میں ہمارے کیا عقائد ہونے چاہیے اگر ان کے بارے میں آپ کو علم ہے تو عورتوں کے متعلق طہارت کے سب مسائل سیکھنے کی کوشش کریں۔ ان دونوں چیزوں میں بہت غفلت برتی جارہی ہے۔ اس کے لیے آپ بہار شریعت اور قانونِ شریعت کا مطالعہ کریں اور قانونِ شریعت انگلش میں ٹرانسلیٹ بھی ہوچکی ہے۔ اس کا انگلش نام (Law of Sharia) ہے یا کسی سنی آرگنائزیشن جیسے دعوتِ اسلامی سے آن لائن عقائد یا طہارت کورس کرلیں۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دن اور رات میں کتنی بار آرام فرماتے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 211

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دن اور رات میں کتنی پر آرام فرماتے تھے اور دن کو کتنی بار اور کس وقت سونے کا معمول تھا اور اگر کوئی سیدھی طرف سوئے اور بعد میں سوتے سوتے پیٹ کے بل سوجائے تو کیا یہ جائز ہے۔ سائل: عابد فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

احادیث کی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دن کے وقت صرف ایک بار دو پہر کو سونا یعنی قیلولہ فرمانا منقول ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطَعِ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت بی بی اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا ایک چمڑے کا بستر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے بچھا دیتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے یہاں اسی پر قیلولہ فرمالیتے تھے۔

[صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زار قوما۔۔۔الخ، الحدیث: ۶۲۸۱، ج۴، ص ۱۸۴]

اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشاء کے بعد آرام فرمانے کا معمول تھا اور عشاء کے بعد بات چیت کو نا پسند فرماتے۔ [صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات۔۔۔الخ، الحدیث: ۱۴۶۲، ص ۷۷۰]

پورے دن اور رات میں صرف یہی دو بار سونا منقول ہے۔

اوردائیں کروٹ لیٹنا سنت ہے جبکہ الٹا لیٹنے سے حدیث میں منع کیا گیا البتہ اگر سوتے سوتے الٹا پیٹ کے بل لیٹ جائے تو حرج نہیں۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک سیدھے رخسار شریف کے نیچے رکھ کر لیٹتے۔

(شمائل الترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی صفۃ نوم رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ، الحدیث ۲۵۳، ج۵، ص ۵۳۹)

اورابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: ''اے جندب [یہ حضرت ابوذر کا نام ہے] یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔''

[سنن ابن ماجہ''، کتاب الأدب، باب النہی عن الاضطجاع علی الوجہ، الحدیث: ۳۷۲۴، ج ۴، ص ۲۱۴]

صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح کافر لیٹتے ہیں یا یہ کہ جہنمی جہنم میں اس طرح لیٹیں گے۔ [بہار شریعت ج3 حصہ16 ص434]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-11-2016

نئے گھر میں جا کر پڑھنے والے اوراد

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 212

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ایک گھر میں منتقل ہو رہے ہیں تو ہمیں کونسے اوراد پڑھنے چاہیے کہ ہمارا گھر شیطان وجنات اور دیگر آفات سے محفوظ ہو جائے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

آپ اس نئے گھر میں جا کر "سورۃ بقرۃ" اور آیت الکرسی پڑھیں اور یہ دونوں چیزیں وہی پڑھے جس کی قرآت صحیح ہو یا وہ تجوید جانتا ہو۔ کیونکہ سورۃ بقرہ جہاں پڑھی جائے شیطان اور شریر جنات وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَفِرُّ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ" اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرۃ پڑھی جاتی ہے۔ (الصحیح المسلم باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ رقم 780)

اور آیۃ الکرسی پڑھنے سے نہ صرف آپ کا گھر محفوظ ہوگا بلکہ اردگرد سب گھر چوری اور ہر طرح کی بلا و آفت محفوظ ہو جائے گا۔

جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ، وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ أَمَّنَهُ اللّٰهُ عَلَى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَالدُّوَيْرَاتِ حَوْلَهُ" جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں جانے سے سوائے موت کوئی چیز نہیں روک سکتی اور جس نے اسے لیٹتے وقت پڑھا تو اللہ تعالی اسے اپنے گھر میں محفوظ رکھے گا اور اس کے پڑوسی کا گھر بھی محفوظ رہے گا اور اس کے گھر کے اردگرد تمام گھر محفوظ ہو جائیں گے۔ (شعب الایمان باب تخصیص الآیۃ الکرسی بالذکر رقم 2174)

اور جنتی زیور کتاب میں علامہ عبد المصطفی اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر سارے مکان میں کسی اونچی جگہ پر لکھ کر آیۃ الکرسی کا کتبہ آویزاں کر (لگا) دیا جائے تو ان شاء اللہ تعالی اس گھر میں کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ بلکہ روزی میں برکت

اور اضافہ ہوگا اور اس مکان میں کبھی چور نہ آسکے گا۔ (جنتی زیور ص 589)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 30-10-2017

ہم کیسے فرق کریں کہ یہ چیزیں اللہ عزوجل نے بنائیں اور یہ چیزیں آرٹیفیشل ہیں

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 213

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہے تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے گھر، کپڑے اور جوتے اللہ عزوجل نے بنائے ہیں اور ہم کیسے فرق کریں گے کہ یہ چیزیں اللہ تعالی نے پیدا کی ہیں اور یہ چیزیں آرٹیفیشل ہیں؟ سائل: شریق فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے مگر مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالی عزوجل کی طرف انہیں چیزوں کی نسبت کی جائے جن میں ڈائیرکٹلی (Directly) قدرتِ باری تعالی کارفرما ہے اور جن چیزوں کو انسان نے بنایا اگرچہ اسے یہ قدرت بھی اللہ تعالی نے ہی دی مگر مناسب یہی ہے کہ ان چیزوں کے بنانے کی نسبت انسان کی طرف ہی کی جائے۔ اور یہ ہرگز نہ کہا جائے کہ ہمارے جوتے اللہ عزوجل بناتا ہے کہ یہ جملہ اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ میں بے

ادبی ہے اگرچہ موچی کو جوتا بنانے کی قدرت دینے والا وہی خالقِ حقیقی ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

ویڈیو وموو ی کے بارے میں محقق رائے

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 214

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جانداروں کی ویڈیوز بنانا جائز نہیں ہے اور ایک اور رائے اس بارے میں میں نے سنی ہے کہ ویڈیو بنانا جائز ہے مہربانی فرما کر ان دونوں آراء میں سے راجح کونسی رائے ہے اس بارے میں مطلع کیا جائے اور اس پر دلائل بھی ذکر کیے جائیں؟ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا موقف اس بارے میں کیا ہے؟　سائلہ: ماریہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ویڈیو کے مسئلے میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں چنانچہ بعض علماء کرام نے اسے تصویر قرار دیتے ہوئے ناجائز کہا اور ان کے دلائل وہ احادیث ہیں جو تصویر کشی کے وعیدوں پر مشتمل ہیں اور اکثر علماء کرام نے ویڈیو کے تصویر ہونے کی نفی کی اور اسے آئینے کے عکس کی مثل قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا کہ جیسے آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہے اور یہی رائے راجح ہے لہذا جائز امور کی ویڈیو جائز ہوگی۔

اولا

ویڈیو میں شعاعوں سے بننے والے عکس پر تصویر کا حکم دیا جانا غلط ہے کہ امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی تحریر سے یہی ظاہر ہے کہ شعاعوں (Rays) سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔ سیدی اعلی حضرت امام اہل سنت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

"سئلت عمن صلی وامامہ مرآۃ فأجبت بالجواز آخذا مما ھھنا اذ المرآۃ لم تعبد ولا الشبح المنطبع فیھا ولا ھو من صنیع الکفار نعم ان کان بحیث یبدو لہ فیہ صورتہ وافعالہ رکوعا وسجودا وقیاما وقعودا وظن ان ذلک یشغلہ فاذن لا ینبغی قطعا"

مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے آئینے کے سامنے نماز پڑھی تو میں نے یہاں بیان کردہ (شرح منیہ کے) قول سے اخذ کرتے ہوئے جواز کا فتوی دیا۔ کیونکہ نہ تو آئینے کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ اس میں کوئی صورت چھپی ہوتی ہے اور نہ یہ کفار کی مصنوعات (یعنی کفار کے شعائر) سے ہے۔ ہاں اگر نماز پڑھنے کے دوران اسے اپنی حرکات مثل رکوع وسجود وقیام وقعود نظر آتی ہو اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسے نماز سے مشغول اور غافل کردیں گی تو اسے آئینے کے سامنے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ (جدالممتار ج ۱ ص ۱۱۳ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

یونہی صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ، "آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر اور وہ یہاں موجود نہیں۔ اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی مثل تصویر ناجائز ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوطِ شعاعی آئینہ کی صقالت (شفاف ہونے) کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔" (فتاوی امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمھما اللہ تعالی کی عبارات سے یہ بالکل واضح ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکوس تصویر نہیں ہیں۔ لہذا جائز امور کی

وڈیو بنانا بھی جائز ہوا کہ ان میں نظر آنے والے اجسام بھی شعاعوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں تصویر نہیں تو خواہ آئینے میں ایسا جسم بنے یا آئینہ کے علاوہ کسی اور چیز میں وہ عکوس ظاہر ہوں وہ تصویر نہیں کیونکہ آئینے میں بننے والے جسم کا تصویر نہ ہونا آئینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شعاعوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی پر اور چمکدار شے مثلاً اسٹیل اور پالش کئے ہوئے فرش پر بننے والے عکس کو نہ تو تصویر سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے آئینے کے عکس کے مثل سمجھا جاتا ہے اور یہی چیز ویڈیو میں ہے کہ اس میں ظاہر ہونے والے اجسام بھی شعاعوں کا مجموعہ ہیں لہذا وہ بھی تصویر نہ ہوں گے۔

ثانیا

بہت سے علماء کرام اس کے جواز کے قائل تھے اور آج اکثر کا اس پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت علامہ محمد مَدَنی میاں اشرفی مدظلہ العالی نے ویڈیو کے جواز پر ایک کتاب بنام وڈیو، ٹی وی کا شرعی استعمال لکھ کر ثابت کر دیا کہ جائز امور کی ویڈیو جائز ہے۔ اور سنیوں کی بہت بڑی علمی شخصیت حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹی، وی اور مووی کے جواز پر لکھی گئی اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔

ثالثا

اس کے علاوہ آج وڈیو سے بچنا بہت مشکل ہو گیا ہے کہ اگر کسی بڑے اسٹور میں سامان خریدنے کیلئے جانا پڑے تو وڈیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں تو عموماً ہر اسٹور ہی میں وڈیو کیمرے لگے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تقریبا ہر حساس جگہ پر حفاظت (Security) کے پیش نظر وڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ اور یونہی ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو ہوائی اڈے میں داخل ہونے سے لیکر ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک اور اسی طرح جہاز میں بیٹھنے کے بعد سے ہوائی جہاز سے اترنے تک بلکہ اسکے بعد بھی ایئرپورٹ سے نکلنے تک مسلسل وڈیو کیمرے ویڈیو بناتے چلے جاتے ہیں۔

اب اس بات پر غور فرمائیں کہ عرب و عجم، مشرق و مغرب کے سینکڑوں علماء و مشائخ جہازوں میں سفر کرتے ہیں، یورپ و امریکا و انگلینڈ و افریقہ میں آئے دن تبلیغ دین کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے یہ سفر جائز یا

زیادہ سے زیادہ مستحب کاموں کے لیے ہوتے ہیں اگر ویڈیو حرام ہے تو ان کا مستحب کاموں کو کرنے کے لیے حرام کا ارتکاب کیونکر جائز ہوا۔

رابعا

آج کفار ٹی وی اور وڈیو کے ذریعے سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر اسلام کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ یونہی تمام اقسام کے گمراہ مذاہب نے ٹی وی اور وڈیو کو اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کا ذریعہ بنالیا ہے اور نئی نسل کو ٹی وی اور وڈیو فلم کے دیکھنے سے روکنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ یہ افراد کے لئے تفریح کا سامان اور حصولِ معلومات کا عمومی ذریعہ ہے۔ بہت سے لوگ جو کچھ ٹی وی میں دیکھتے ہیں اسے اپنی کم علمی کے پیشِ نظر سچ خیال کرتے ہیں اور اس پوری عوام کے عقائد کو بچانے اور امتِ مسلمہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے اور اہلسنت کے عقائد لوگوں تک پہنچانے کے لیے وڈیو بنانا مجبوری بن گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان حالات کے پیشِ نظر علماء کرام کے ویڈیو بنانے کے جواز پر مشتمل اقوال کو ترجیح ہوگی اور اسی پر فتوی دیا جائے گا۔

اور کتب فقہ میں اس قسم کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں کہ علماء نے حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے راجح اقوال کو چھوڑ کر مرجوح اقوال پر بھی فتوے دیے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، ''فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتوی دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتوی دیتا ہوں۔ پہلے میں فتوی دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں، اسی طرح فتوی دیتا تھا کہ عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے جائے۔ مگر اب تعلیمِ قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کرلیا۔''

(رسائل ابن عابدین ج 1 ص 157 مطبوعہ سہیل اکیڈمی)

لیکن اس کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے یہ ویڈیو بنانے کا جواز صرف جائز و حلال پروگراموں کے بارے میں ہے، فلموں، ڈراموں، گانوں کی مووِیاں وغیرہ ناجائز و حرام ہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-1-2017

آیتِ درود کے وقت حق نبی کہنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 215

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سنی مساجد میں بڑے عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ جب یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ " پڑھی جاتی ہے تو لوگ حق یا نبی کہتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے۔

سائل: ہاشم لنڈن یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

پوچھی گئی صورت میں سامعین پر خاموشی سے قرآن سننا فرض ہے اور اس وقت دورانِ استماع آیت حق نبی یا کسی بھی طرح کے دوسرے الفاظ کہنا ناجائز ہے کیونکہ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے، جب کہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہوا ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ

تُرْحَمُوْنَ۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (پ ۹، الاعراف: ۲۰۴)

خزائن العرفان میں ہے: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآنِ کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارجِ نماز، اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب (فرض) ہے۔

اور فتاوی رضویہ میں ہے: قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سننا اور خاموش رہنا فرض ہے۔

(فتاوی رضویہ ج23 ص351)

اور ردالمحتار میں ہے: وَحَاصِلُ الْاٰيَةِ أَنَّ الْمَطْلُوبَ بِهَا أَمْرَانِ الِاسْتِمَاعُ وَالسُّكُوتُ. فَيَعْمَلُ بِكُلٍّ مِنْهُمَا، وَالْأَوَّلُ يَخُصُّ الْجَهْرِيَّةَ، وَالثَّانِي لَا فَيَجْرِي عَلَى إطْلَاقِهِ فَيَجِبُ السُّكُوتُ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا"

آیت قرآن کا حاصل یہ ہے کہ دونوں امر یعنی غور سے سننا اور خاموش رہنا مطلوب ہیں اور ان دونوں پر عمل کیا جائے گا پہلا جہر کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا کسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق قراتِ قرآن کے وقت خاموشی فرض ہے۔

(ردالمحتار باب فصل فی القراۃ ج1 ص545)

معلوم ہوا کہ استماعِ قرآن کے وقت خاموشی بھی فرض ہے تو اس وقت کسی بھی طرح کے الفاظ کہنا خاموشی کے خلاف اور ضرور ناجائز اور ہر سنی مسلمان کو اس سے اجتناب ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

کتبـــــــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 20-12-2017

باب الاکل والشرب

الکوحل والی ادویات اور چیزوں کا حکم

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 216

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الکوحل [شراب] والی ادویات کا حکم کیا ہے اور کیا ادویات کے علاوہ کوئی مشروب [Drinks] جس میں بہت کم الکوحل ہو جائز ہے۔ اور کیا کوئی ایسی مائع [Liquid] چیز کا پینا صحیح ہے جس میں الکوحل بس پروسیسر کے لیے ڈالتے ہیں اور وہ پروسیس کے دوران ہی اُڑ جاتا ہے۔

سائل: عدنان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

الکوحل والی ادویات [Alcoholic Medicines] عمومِ بلوی [خاص وعام کا اس میں ابتلاء ہونے] کی وجہ حکم جواز رکھتی ہیں۔ یہ جواز حرج اور مشقت کو دفع کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ۔ اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ:۶]

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے ایسا پڑیا جس میں اسپرٹ وغیرہ ڈالا جاتا تھا عموم بلوی کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں [انڈیا و پاکستان میں رہنے والوں] کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعثِ تخفیف۔

[فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۳۸۱]

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس طرح عموم بلوی نجاست کے معاملہ میں تخفیف کا حکم پیدا کرتا اسی طرح

حلال وحرام میں بھی موثر ہے۔

ولا یخفی علی خادم الفقہ ان ھذا کما ھو جار فی باب الطھارۃ والنجاسۃ کذلک فی باب الاباحۃ والحرمۃ۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت ونجاست میں جاری ہے۔ ایسے ہی حرمت واباحت میں بھی جاری ہے۔ [فتاوی رضویہ کتاب الاشربہ ج ۲۵ ص ۸۸]

مگر یہ جواز انہیں صورتوں کے ساتھ خاص ہے جہاں ابتلائے عام [عوام وخاص سب مبتلا] اور حرج ثابت ہو۔

جبکہ الکوحل والے مشروبات [Alcoholic Drinks] کا معاملہ ایسا نہیں لہذا الکوحل والے مشروبات کی ہرگز اجازت نہیں۔ اوّلا زندہ رہنے کے لیے ان کا استعمال ضروری نہیں اور نہ ہی ان میں عموم بلوی اور مزید یہ کہ بغیر الکوحل کے مشروبات بھی موجود ہیں اور ہر جگہ آسانی سے دستیاب۔

اور اسی طرح وہ تمام مائع چیزیں [Alcoholic liquids] جس میں الکوحل کو ڈالا جاتا ہے اگرچہ پروسیس [process] کے لیے ہی ڈالا جاتا ہے، دورانِ پروسیس [process] الکوحل اُڑ بھی جاتا ہے اور تو ان سے بچنے میں ہی عافیت ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح	کتبـــــــــہ
شمس الہدی عفی عنہ	ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے	Date: 1-11-2016

انگلینڈ میں گوشت کے بارے میں ایک تحقیقی فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 217

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلم ریسٹورنٹ حلال

گوشت پکانے کا دعوی کرتا ہوتو کیا وہاں سے گوشت کھانا جائز ہے۔حلال کا لیبل لگا ہوا گوشت بغیر تحقیق کے استعمال کرنے کا جواز ہوگا یا نہیں۔اس بارے میں شرعی قاعدہ وقانون کیا ہے کہ اگر ایک مسلمان کہہ دے کہ یہ گوشت حلال ہے کیا اسے کھانا جائز ہوگا؟ سائل: عمر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آج کل انگلینڈ میں بہت سارے ریسٹورنٹ والے مسلمان صرف حلال کے لیبل کو دیکھ کر گوشت کو حلال کہہ رہے ہوتے ہیں۔ان کے حلال کہنے کا کچھ اعتبار نہیں۔کیونکہ نہ انہوں نے کسی مسلمان کو ذبح کرتے دیکھا نہ ان کے پاس کسی ایسے مسلمان کی خبر جس نے ذبح شرعی دیکھا ہو۔

اگر کسی ثقہ پابندِ شرع مسلمان نے ذبح شرعی ہوتا دیکھا ہو اور وہ اسی گوشت کے بارے میں حلال ہونے کی خبر دے جو اس کی نگرانی سے نکل کر کسی کافر کی نگرانی میں نہ گیا ہو تو لوگوں کو اس کی بات پر یقین کرنا، اس سے خریدنا اور کھانا سب جائز ہے۔اگر حلال کی خبر دینے والا ثقہ وعادل نہ ہو تو ایسے شخص کی خبر کے بارے میں اگر خریدنے والے کا دل مطمئن ہو تو گوشت کا خریدنا اور اسے کھانا جائز ورنہ ناجائز ہوگا۔

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ "وَشُرِطَ الْعَدَالَةُ فِي الدِّيَانَاتِ وَيَتَحَرّٰى فِي خَبَرِ الْفَاسِقِ وَخَبَرِ الْمَسْتُوْرِ ثُمَّ يَعْمَلُ بِغَالِبِ ظَنِّهٖ" دیانات یعنی حلت وحرمت کے معاملات میں عدالت شرط قرار دی گئی ہے اور فاسق یا مستور الحال شخص کی خبر میں غور وفکر کرے اور ظن غالب پر عمل کرے گا۔

[درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ ۲/۲۳۷]

اور فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ ہاں جب تک وہ گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان [جس نے ذبح ہوتے دیکھا] کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب جائز ہے کہ اب خبر مسلم ہے نہ کہ کافر، مگر وہ مخبر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق جمنا شرط ہوگا۔ {فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۵}

یاد رکھیے کہ حلال جانور کا گوشت بھی ذبحِ شرعی سے حلال ہوتا ہے۔ مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے۔ اس کا گوشت حلال تب ہوگا جب ذبحِ شرعی ہوگا یعنی جب کوئی مسلمان اللہ عزوجل کا نام لے ذبح کرے گا۔ جب کوئی چیز ذبحِ شرعی سے ہی حلال ہوئی تو ذبحِ شرعی کا یقینی طور پر معلوم ہونا ضروری ہوا۔ یہ اسی صورت میں ہوگا جب آنکھ سے دیکھا یا جس عادل مسلمان نے دیکھا اس نے خبر دی۔

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں گوشت میں اصل یہ کہ جانور مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے، اگر کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہوگا "**ما ابین فی حی فھو میت**" (زندہ جانور سے گوشت کاٹا تو وہ حرام ہے) حلت ذکاتِ شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبحِ شرعی معلوم و محقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے راس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہو انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہوگیا" اور کافر اس گوشت کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔ "اور حلت و حرمت و طہارت و نجاست خالص امور دیانت ہیں اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نا معتبر ہے۔ {فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۰}

اگر کسی ریسٹورنٹ والے مسلمان نے خود ذبح ہوتے دیکھا نہیں مگر وہ ایسی جگہ سے گوشت لانے کی خبر دیتا ہے کہ وہاں ہوتا ہی حلال ہے۔ یہ ایک ایسا قرینہ ہے جو یقین کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر قرائن کی رو سے کوئی شک پیدا نہیں ہو رہا تو ایسے مسلمان کی خبر پر یقین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے گوشت خریدنا اور کھانا جائز ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اگر مسلمان کا ذبیحہ ذبح سے لے کر مسلمان کے ہاتھ میں گوشت پہنچنے تک وہ نظرِ مسلم سے غائب نہ ہوا اگرچہ وہ اس دوران کسی کافر کے ہاتھ سے بھی گزرا تو حلال ہے۔

ہاں ایک صورت میں اگر مسلمان کا ذبیحہ مسلمان کی نظر سے غائب ہو کر کسی کافر کے قبضہ میں چلا گیا تو مسلمان کے لیے حلال ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے کسی کافر اجیر [نوکر] کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اور قرائن کی رو سے شک پیدا نہ ہو تو اس گوشت کا کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ

وَمَنْ أَرْسَلَ أَجِيرًا لَهُ مَجُوسِيًّا أَوْ خَادِمًا فَاشْتَرَى لَحْمًا فَقَالَ اشْتَرَيْتُهُ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ لِأَنَّ قَوْلَ الْكَافِرِ مَقْبُولٌ فِي الْمُعَامَلَاتِ.

جس نے اپنا مجوسی اجیر یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آ کر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا غلام کا خریدا ہوا گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔

[الهداية كتاب الكراهية فصل في الاكل والشرب ج ۴ ص ۴۵۱]

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے کسی نوکر یا مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہوگا، جبکہ قبل میں اس کا صدق جمتا ہو کہ اب یہ اصالۃً در بارہ معاملات قول کافر کا قبول ہے اگرچہ حکم دیانت کو متضمن ہو جائے گا۔

[فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۴]

بہار شریعت میں ہے کہ اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لیے بھیجا، اگرچہ یہ مجوسی یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جا سکتا ہے اور اگر اس نے آ کر یہ کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس گوشت کا کھانا حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے، اگرچہ حلّت و حرمت دِیانات میں سے ہیں اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے، مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت و حرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے، لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی اور اصل خبر حلت و حرمت کی ہوتی تو نامعتبر ہوتی۔

[بہار شریعت ج ۳ حصہ ۱۶ ص ۳۹۸]

فتاوی رضویہ میں ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ اگر قرائن کی رو سے اس کافر [جو مسلمان کا نوکر ہے] کے اس قول میں شک پیدا نہ ہو، ظن غالب اس کے صدق ہی کا ہو، تو مسلمان کے لئے اس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہدیہ لانا از قبیل معاملات ہے اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہو گئی، اگرچہ ابتداءً حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہا امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں۔

{فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۰}

ہاں اگر کوئی غیر کتابی کافر یہ کہے کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کی خبر مقبول نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے مسلمان سے خریدنے کی خبر نہیں دے رہا [اگر مسلمان سے خریدنے کی خبر دیتا تو ایک معاملہ کی خبر تھی کیونکہ خریدنا ایک معاملہ ہے] بلکہ وہ گوشت کے حلال ہونے کی خبر دے رہا ہے اور وہ دیانات کے قبیل سے ہے اور خبرِ کافر دیانات میں مقبول نہیں۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ وہ کافر غیر کتابی اگر کہے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے، تو یہ خبر خصوصا امر دیانت وحلت وحرمت میں ہیں۔ اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر ہے۔ {فتاوی رضویہ ج۲۰ص۲۸۲}

انگلینڈ جیسے ملک میں بھی بعض مسلمان ذبح شرعی کرواتے اور خود ہی مسلمانوں کے گھروں میں سپلائی کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو معاملہ ہر شک وشبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسا ناممکن نہیں ہے۔ ایک ایسے ہی ہمارے مسلم برادر جو جانور ذبح کرواتے اور انگلینڈ میں سپلائی کرتے ہیں جن کا اپنا چھوٹا سا حلال گوشت کا کاروبار ہے خیر خواہِ مسلم کی نیت سے میں ان کا نام اور نمبر بھی پیش کر دیتا ہوں۔ نام غلام یاسین=07828045086

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 1-11-2016

میکڈونلڈ کے فرائز کا حکم کیا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 218

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میکڈونلڈ کے فرائز حلال ہیں جبکہ وہ بالکل سیپریٹ ویجی ٹیبل آئل میں بنائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاید وہ ایسے آئل میں فرائز بناتے

ہوں جس میں انہوں نے حرام گوشت بھونا ہوا اس سے وہ تیل نجس ہو گیا۔ لہذا ان کے فرائز حرام ہیں۔ کیا اس تھوڑے سے شبہ کی وجہ ان فرائز کو کھانا حرام ہو جائے گا۔ ایسے معاملہ میں شبہ کی کیا حیثیت ہے۔ سائل: محسن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَّ النُّورَ وَالصَّوَابُ

اگر ایسا ہی ہے کہ وہ لوگ یہ فرائز [آلو کے ٹکڑے] ایسے علیحدہ ویجی ٹیبل آئل میں بناتے ہیں جس میں حرام گوشت کو نہیں ڈالا گیا ہوتا تو اس طرح بنے ہوئے فرائز حلال ہیں اور ان کو حرام کہنا روا نہیں۔ تیل میں نجاست کا یہ خفیف شُبہ نہ تیل کو نجس بنائے گا اور نہ ہی حلال فرائز کو حرام کرے گا کیونکہ اشیاء میں اصل حلال اور پاک ہونا ہے ان کا ثبوت خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حرمت ونجاست کے ثبوت کے لیے یقینی دلیل کی حاجت ہے۔ کیونکہ حرمت ونجاست عارضی ہیں اور محض شک سے حرمت ونجاست کا ثبوت نہیں ہوگا۔

جیسا کہ اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ شریعتِ مطہرہ میں طہارت وحلت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات ناممکن۔ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علما وائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کو اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

[فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۷۶ ملخصا]

اگر غور کریں تو کس قدر شکوک وشبہات ہیں اُن کھانوں اور مٹھائیوں میں جو کفار اور ہندو لوگ بناتے ہیں۔ ہمیں اُن کی بے احتیاطیوں پر یقین بھی ہے اور یہ بھی پتا ہے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں ہوتی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور ان کا پیشاب پاک وصاف ہے بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے۔ پھر بھی علماء کرام اُن کی چیزوں اور بنائی ہوئی مٹھائیوں کو کھانا جائز کہتے ہیں حرام ونجاست حکم نہیں کرتے۔ انظر الی الفتاوی الرضویہ فتجد امثلتہ

جیسا کہ ردالمحتار میں تتارخانیہ سے منقول ہے کہ "طاھر مایتخذہ اھل الشرک او الجھلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب" جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں۔ (ردالمحتار کتاب الطھارة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱)

بلکہ خود نبی کریم سید المرسلین ﷺ نے تالیفِ قلوب کے لیے کفار کی دعوت کو قبول فرمایا۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الی خبز شعیر و اھالة سنخة فاجابہ "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم ﷺ کو جو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار المعرفة المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۷۰)

علماء کرام کی عادت یہ ہے کسی ادنیٰ احتمال پر بھی طہارت وحلت کا حکم لگاتے ہیں۔ جبکہ کسی ادنیٰ احتمال بلکہ کامل احتمالات پر بھی حکم نجاست نہیں لگاتے پھر کیونکر محض خیالات پر حکمِ حرمت یا نجاست لگا دیا جائے۔ دیکھو گائے بکری اور ان جیسے دیگر جانور اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو یقینی طور پر اس کنویں کو پاک ہی کہیں گے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں کہ اس بات سے احتمال ہے کہ اس پانی میں گرنے سے پہلے کسی آبِ کثیر میں گئی ہوگی اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہوگیا ہوگا۔ لہذا جب پاکی کا احتمال ہے تو حکم نجاست نہیں لگائیں گے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ

قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماء کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح۔

البحر میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہوگئی ہو علاوہ

ازیں طہارت اصل ہے اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔ (ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دھلی ۱/۱۴۲)

دوصورتیں واجب الحفظ ہیں۔

[1]: اگر کسی چیز کے نجس یا حرام ہونے کا ایسا ظن غالب ہو جو ملحق بالیقین ہوتو اس کا نجس یا حرام ہونا ثابت ہو جائے گا۔

[2]: اگر ایسا ظن ہو کہ ایک جانب ذہن یہ کہتا ہے کہ یہ چیز نجس وحرام ہوگی اور یہ راجح بھی ہے یعنی اس طرف ذہن زیادہ مائل ہے مگر پاکی اور حلال ہونے کی جانب بھی ذہن جاتا ہے اگر چہ کم پھر بھی اس چیز کے نجس ہونے یا حرام ہونے کا قول نہ کیا جائے گا بلکہ صرف اس سے بچنا بہتر قرار دیا جائے گا۔ اگر چہ بعض علماء اسے ظن غالب ہی کہتے ہیں کیونکہ ایک جانب غالب ہے مگر اشیاء میں طہارت وحلت اصل ہیں لہذا نجاست وحرمت ثابت نہیں ہوگی مگر ایسی ہی یقینی دلیل سے۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ایک [صورت] تو یہ کہ جانب راجح پر قلب کو اس درجہ وثوق واعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کردے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم وجود یکساں ہوا ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے۔

دوسرا یہ کہ ہنوز جانب راجح پر دل ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضمحل نہ سمجھے بلکہ اُدھر بھی ذہن جائے اگر چہ بضعف وقلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبہ شک وتردد ہی میں سمجھی جاتی ہے کلماتِ علماء میں کبھی اسے بھی ظنِ غالب کہتے ہیں اگر چہ حقیقۃً یہ مجرد ظن ہے نہ غلبہ ظن۔

فی الحدیقة الندیة غالب الظن اذا لم یأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك ۔حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظنِ غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر وافضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب ومحتم ہو جائے۔

دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچّوں کے ہاتھ پاؤں وغیرذٰلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ وکثرت ووفور وشدّت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات وغالب احوال تلوث وتنجس جس کے سبب اگر

طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس ۱۰ بیس ۲۰ دفعہ مگر از انجا کہ ہنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہذا علما نے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز اور فاعل زنہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اُس غلبہ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یوں سہی پر تحقیق وتیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتہ باعتبار غلبہ وظہور احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔ [فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۹۸]

لہذا جس آئل کے نجس ہونے میں شک ہے کہ شاید اس میں ناپاک اور حرام گوشت پکایا گیا ہوگا اس کو شک کی بنیاد پر نجس نہیں کہا جائے گا تو پھر اس میں بننے والے فرائز کیونکر حرام ہوسکتے ہیں۔ ہاں اگر ذہن زیادہ اس کے نجس ہونے کی طرف مائل ہے تو بچنا بہتر ہی ہوگا۔ پھر بھی حرام کہنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور گوشت وچکن کے معاملات کو ان احکام پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کا معاملہ جدا ہے کیونکہ گوشت میں اصل حرمت ہے۔ کمافی الفتاوی الرضویہ

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح	کتبــــــــــہ
شمس الہدی عفی عنہ	ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے	Date: 9-1-2017

آبِ زم زم پینے کا طریقہ اور اس کے آداب

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 219

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آبِ زم زم کو کس طرح پینا چاہیے اور اس کے بارے میں چند آداب بیان کردیں؟

سائل: ولید فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آبِ زم زم کعبہ کی طرف منہ کر کے تین سانسوں میں کھڑا ہو کر پینا چاہیے اور اگر وافر مقدار میں ہو تو پیٹ بھر کر پیا جائے اور ہر بار بِسْمِ اللهِ سے شروع اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر ختم کرے اور پیتے وقت دعا کرے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ" زم زم جس مراد سے پیا جائے اُسی کے لیے ہے۔" ("سنن ابن ماجة"، كتاب المناسك، باب الشرب من زمزم، الحديث: ٣٠٦٢، ج ٣، ص ٤٩٠)

اور بہتر ہے کہ یہ دعا کرے۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ"

آبِ زم زم کو بھی کھڑے ہو کر پیا جائے کہ اسے کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ آبِ زم زم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ (بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 348)

اس کو کھڑا ہو کر پینے میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اعضا کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ مضر ہے، مگر یہ برکت والا پانی ہے اور اس سے مقصود ہی تبرک ہے، لہٰذا اس کا تمام اعضاء میں پہنچ جانا فائدہ مند ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-11-2016

پری سٹنڈ میٹ کے بارے میں فتوی

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 220

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پری سٹنڈ (Pre-Stunned) گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے وہ حلال ہوگا یا حرام کچھ علماء کہتے ہیں حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں حرام۔

سائل: افضل فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

میری معلومات کے مطابق پری سٹنگ (Pre-Stunning) میں جانور کوذبح کرنے سے پہلے بجلی کا جھٹکا دیا جاتا ہے جس سے وہ بے ہوش ہوجاتا ہے اور مرنے سے قبل ہی ذبح کرلیا جاتا ہے۔ اگر جانور کے مرنے سے پہلے پہلے اسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کردیا گیا تواس کا گوشت حلال ہے اوراسے حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اوراگر بجلی کا جھٹکا دیتے ہوئے جانور مرجائے تووہ حرام ہے اگرچہ بعد میں ذبح کردیا جائے کہ ذبح کرنے سے حرام حلال نہ بنے گا۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-9-2016

کوکا کولا حلال یا حرام

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 221

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا کوکا کولا Coca Cola حرام ہے؟

سائل: نجیم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کوکا کولا میں موجود تمام چیزیں Ingredients حلال ہیں تو کوکا کولا حرام نہیں بلکہ حلال ہے۔ہاں ایسی ڈرنکس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔میری تحقیق کے مطابق کوکا کولا میں درج ذیل اجزاء موجود ہیں۔

1. (Carbonated water)
2. (caramel E150d Colour,Sugar)
3. (Phosphoric acid)
4. (Natural flavourings including caffeine)

یہ تمام اجزاء حلال ہیں اور ثانیاً یہ کہ کوکا کولا کی ویب سائٹ (FAQs section of the Coca-Cola website) پر یہ جملہ واضح الفاظ میں موجود ہے۔

"Coca Cola is proud to be the world's largest non-alcoholic drinks company. In the manufacture of Coca Cola, alcohol is not added as an ingredient and no fermentation takes place.

یعنی دنیا میں کوکا کولا ایک بڑی Non-alcoholic drinks company ہے جس میں الکوحل نہ تو بطور جز موجود ہے اور نہ ہی بطور Fermentation [ایک طریقہ مخصوصہ کا نام ہے] موجود ہے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 2-8-2016

یہودی کا ذبیحہ کھانا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 222

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مسلمانوں کو کسی یہودی کا ذبیحہ کھانا جائز ہے؟　　سائل: طیب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کتابی یہودی اللہ عزوجل کا نام لے کر ذبح کرے تو مسلم کے لیے ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے۔　　(سورۃ المائدۃ:5)

طعام سے مراد یہاں ذبیحہ ہے جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے۔ (وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ)

یعنی وذبائح أهل الکتاب حلّ لکم وهم الیهود والنصاری"

("تفسیر الخازن"، المائدۃ:۵، ج ۱، ص ۲۶۷۔ ۲۶۸)

اور فتاوی ہندیہ میں ہے۔ "ثُمَّ إِنَّمَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْكِتَابِيِّ إِذَا لَمْ يُشْهَدْ ذَبْحُهُ وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْهُ شَيْءٌ. أَوْ شُهِدَ وَسُمِعَ مِنْهُ تَسْمِيَةُ اللهِ تَعَالَى وَحْدَهُ. لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يُسْمَعْ مِنْهُ شَيْءٌ يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ قَدْ سَمَّى اللهَ تَعَالَى تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِهِ كَمَا بِالْمُسْلِمِ. وَلَوْ سُمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اسْمِ اللهِ تَعَالَى لَكِنَّهُ عَنَى بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ الْمَسِيحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا تُؤْكَلُ"

کتابی کا ذبیحہ کھایا جائے گا اگرچہ اس کے ذبح کرنے پر مسلمان حاضر نہ ہو اور اس سے کچھ نہ سنا گیا ہو یا مسلم اس پر حاضر ہو اور کتابی سے صرف اللہ عزوجل کا نام سنا ہو کیونکہ جب اس نے اس سے کچھ نہ سنا تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس کتابی نے اللہ عزوجل کا نام لیا ہے اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے جیسا کہ مسلم کے ساتھ اگر اس نے کتابی سے اللہ عزوجل کا نام سنا مگر وہ اللہ سے مسیح مراد لیتا ہے تو علماء کرام نے کہا اس کا ذبیحہ بھی کھایا جائے گا۔

(الفتاوی الھندیہ باب الاول فی رکن الذبح۔۔ ج5ص285)

اور بہار شریعت میں ہے۔ کتابی کا ذبیحہ اوس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ (عزوجل) کا نام لے کر ذبح کیا اور اگر ذبح کے وقت اوس نے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام ہے اور اگر مسلمان کے سامنے اوس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے۔ (بہار شریعت ج3 حصہ15 ص313)

یہ جواز اس وقت ہے جب وہ کتابی ہوں یعنی اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اگر وہ دھریے ہو چکے ہوں تو ان کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں۔ یہودیوں میں آج بھی ذبح کر کے ہی کھایا جاتا ہے۔ مگر اس بات کا علم نہیں وہ ذبح کے وقت اللہ عزوجل کا نام لیتے ہیں یا نہیں لہذا ان کے ذبیحے سے احتراز ہی بہتر ہے اور عیسائیوں میں تو ذبح کا تصور ہی نہیں۔ انگلینڈ میں رہنے والا ہر مسلم اس سے واقف ہے اور کافی عرصہ سے ایسا ہی

چلا آرہا ہے کہ ہمارے اسلاف بھی لکھ گئے کہ نصاری کے یہاں ذبیحہ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ مگر یہ جواز اُسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اُسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتے ہوں، جیسے آجکل کے عموماً نصاری (عیسائی) کا کوئی مذہب ہی نہیں تو اُن سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔ (بہار شریعت ج2 حصہ7 ص 31)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-9-2016

خنزیر کیوں حرام ہے؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 223

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنزیر کا گوشت کھانا اسلام میں کیوں حرام ہے؟ مفتی صاحب پلیز جدید تحقیق کی روشنی میں کچھ وجوہات بیان فرمادیں؟ سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

مسلمانوں کے خنزیر نہ کھانے کی اصل وجہ تو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یعنی خنزیر نص قطعی سے حرام ہے۔ اس وجہ سے مسلمان کا بچہ بچہ خنزیر سے بچتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (سورۃ البقرۃ:173)

اور یہ نجس العین ہے اس لیے قرآن نے اسے رجس کہا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ

یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے۔ (انعام:145)

اسلام ایسی نجس و ناپاک چیز سے دور رہنے کا حکم کرتا ہے اور اس کو کھانے سے روکنے کی بہت زیادہ سائنسی و میڈیکلی وجوہات ہیں۔

ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1: یہ بہت ہی غلیظ جانور ہے اور ہر گندی چیز کھا جاتا ہے۔ یہ اس قدر گندا جانور ہے کہ یہ اپنا پیشاب پیتا اور فضلہ کھاتا ہے اور انسانی فضلہ بھی اس کی مرغوب غذا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے گوشت جراثیم کا مجموعہ بن جاتا ہے اور ایک سائنسی تحقیق کے مطابق اس کے کھانے انسان کو ستر 70 سے زائد بیماریاں لگ سکتی ہیں۔

2: خنزیر کا گوشت زہریلے مادوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اسی وجہ سے اسکے گوشت و چکنائی میں زہریلے مادے عام جانوروں کے گوشت کے مقابلے میں 30 گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا یہ گوشت بقیہ عام گوشت سے 30 گنا زیادہ زہریلا Toxin ہوتا ہے۔ اور یہ واحد میمالیا ہے جسے پسینہ نہیں آتا جس کی وجہ سے زہریلے مادے جسم سے خارج ہونے کی بجائے اندر ہی رہ جاتے ہیں اور یہ اس قدر زہریلا ہے کہ اس کے اوپر خطرناک زہر کا اثر بھی نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے سانپ ڈس جائے تو بھی اسے کچھ نہیں ہوتا۔ جس سے آپ اس کے اندر موجود زہر کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور اس کے پایوں میں ایک سوراخ ہوتا ہے جس سے باہر کے جراثیم اندر جاتے رہتے ہیں اور یہ مزید زہر آلود ہو جاتا ہے۔

4: اس میں چربی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے کولیسٹرول بڑھنے سے دل کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

5: ایک خنزیر میں تیس 30 طرح کی مختلف بیماریاں ہوتی ہیں اس کا گوشت کھانے سے انسان کو کئی طرح کی خطرناک بیماریاں مثلاً ہیضہ، ٹائی فائیڈ، اور مثانے کا انفیکشن اور ہارٹ اٹیک وغیرہ لگ سکتی ہیں۔

6: جدید سائنسی تحقیق میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ٹیپ ورم نامی کیڑے کی ایک خاص قسم سور سے انسانوں میں منتقل

ہوتی ہے اور یہ کیڑا دماغ میں پہنچ کر اسے کھانا شروع کر دیتا ہے۔ سائنسدانوں نے اس کیڑے کو سؤر کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اس کا نام بھی Pork Tapeworm یعنی "سؤر ٹیپ ورم" رکھا ہے۔ لندن سکول آف ہائی جین اینڈ ٹراپیکل میڈیسن کی ڈاکٹر ہیلنا ہیلیی کہتی ہیں کہ پورک ٹیپ ورم خاص طور پر انسانی دماغ کو نشانہ بناتا ہے۔ خنزیر کا گوشت پوری طرح پکا نہ ہونے کی صورت میں اس کیڑے کے انڈے اس میں موجود رہتے ہیں اور آنتوں میں جا کر ان انڈوں سے کیڑے نکل آتے ہیں جو اعصابی نظام میں شامل ہو کر سیدھے دماغ تک جاتے ہیں۔

اور یہ کیڑا لاروا کی صورت میں سؤر کے فضلے میں پایا جاتا ہے۔ سؤروں کے قریب موجود لوگ فضلے سے براہ راست کیڑے کا شکار بن سکتے ہیں، اسی لیے اسلام میں اس ناپاک جانور کو چھونا بھی ناجائز ہے۔ جب یہ کیڑا جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو کئی طرح کی دماغی بیماریاں جنم لیتی ہیں مثلاً دماغی اعصاب کا تناؤ یعنی ٹینشن اور مرگی، اعضاء کا فالج وغیرہ۔ اگر یہی کیڑا آنکھ میں چلا جائے تو بصارت چلی جاتی ہے اور دل میں جانے کی صورت میں ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے۔

یہ ساری وجوہات ماہرینِ غذا اور انگریز ڈاکٹروں کی تحقیق کا نچوڑ ہے جو مختلف انگلش ویب سائٹس پر موجود ہے۔

اور اس کے علاوہ سؤر انتہا درجے کا بے غیرت جانور ہے۔ جنسی تسکین کے لیے نر و مادہ کوئی تمیز نہیں رکھتا۔ اسے کھانے والے معاشرے میں یہ خصوصیت با آسانی دیکھی جا سکتی ہے کہ وہاں بے غیرتی و بے حیائی آسمانوں سے باتیں کرتی ہے، اب تو وہ اپنی بہنوں اور ماؤں سے بھی سیکس سے گریز نہیں کرتے کیونکہ سائنسی تحقیق ثابت ہے کہ خوراک کا براہ راست اثر جسم پر ہوتا ہے جیسا کھائیں گے ویسا جسم سے ظاہر ہوگا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-09-2017

جھینگے، کیکڑے اور سلفش کے بارے میں حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 224

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھینگا [Prawn]، کیکڑا [Crab] اور سلفش کو کھانے کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ سائلہ: زبیدہ فرام برنلے-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

مچھلی کے سوا دریا کا ہر جانور کھانا حرام ہے۔ جو مچھلی بغیر مارے خود ہی مر کر پانی میں اُلٹی تیر گئی وہ بھی حرام ہے، کیکڑا و سلفش کھانا بھی حرام ہے، جھینگے کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے لہذا اس کا حلال یا حرام ہونا بھی مختلف فیہ ہوا مگر صحیح یہی ہے کہ جھینگا ایک مچھلی ہے لہذا اس کا کھانا جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ فقیر نے آج تک نہ کھایا اور نہ آئندہ کھانے کی نیت۔

طافی مچھلی کا حکم بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ مچھلی تر ہو یا خشک، مطلقا حلال ہے۔ سوائے طافی کے جو خود بخود بلا کسی سبب ظاہر کے دریا میں مر کر اترا آتی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: السمك يحل اكله الا ما طفا منه۔ مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والے مرکر۔

(فتاوی ھندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی ۵/ ۲۸۹/فتاوی رضویہ ج20ص333)

کیکڑا و سلفش آبی جانور ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک مچھلی کے علاوہ ہر دریائی جانور حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلق حرام ہیں۔

[فتاوی رضویہ ج20ص337]

اعلی حضرت امام اہلسنت جھینگے کو مچھلی کی ایک قسم مانتے مگر اس سے بچنے کو بہتر جانتے ہیں جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے مگر فقیر نے کتب لغت وکتب طب وکتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے: **الاربیان بالکسر سمک کالدود**۔ اربیان کسرہ کے ساتھ، کیڑے کی طرح مچھلی ہے۔

(القاموس المحیط باب الواؤ فصل الراء مصطفی البابی مصر ۴/۲۳۵)

[فتاوی رضویہ ج20 ص337]

اور ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ جو حضرات جھینگا کو مچھلی کی قسم کہتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ مچھلی کی تمام اقسام ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو غیر مچھلی کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ مچھلی کے ماسوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں، ایسے مسائل میں اجتناب بہتر ہے۔ [فتاوی رضویہ ج20 ص339]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-02-2017

دایاں ہاتھ کھانے اور بایاں ہاتھ ٹوئیلٹ کے لیے کیوں استعمال کیا جاتا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 225

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمان کھانے کے لیے سیدھا ہاتھ اور استنجاء کے لیے الٹا ہاتھ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ اس کی کوئی لوجک بھی بیان کردی جائے تو کرم ہوگا۔

سائل: وقار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ ثابت ہے کہ وہ کھانا کھانے، پانی پینے اور اس طرح کے دیگر کاموں کے لیے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے اور اس کی ترغیب ارشاد فرماتے تھے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، وَلْيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ، وَلْيُعْطِ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ، وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ، وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ" تم میں ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پیئے، دائیں ہاتھ سے لے، دائیں ہاتھ سے دے، اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاکل بالیمین رقم 3266)

اور اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ" بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاکل بالیمین رقم 3268)

اور ایسے ہی گندگی والے کاموں استنجاء وغیرہ کو الٹے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ اس لیے مسلمان ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إِذَا اسْتَطَابَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ لِيَسْتَنْجِ بِشِمَالِهِ" جب کوئی شخص استنجاء کرے تو داہنے ہاتھ سے نہ کرے، بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ و سننہا رقم 312)

اس کے پیچھے حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ تاکہ استنجاء یا اس طرح کے گندگی کے کاموں کے لیے جو ہاتھ استعمال ہوا ہے وہ کھانے، پینے یا اس جیسے اچھے کاموں کے لیے استعمال نہ کیا جائے تاکہ کھانے پینے کے لیے خوب صفائی اختیار کیا جا سکے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

شیشہ کا حکم کیا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 226

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیشہ پینے کا حکم کیا ہے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

شیشہ پینا صحت کے لیے مضر ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی تحقیق کے مطابق شیشہ سگریٹ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جیسا کہ انہوں نے اس ریسرچ کو یوں بیان کیا ہے۔

Smoking Shisha is worse than smoking cigarettes and is bad for your health causing many diseases and illnesses. Shisha does not intoxicate but has flavoured tobacco which contains chemicals and nicotine.

اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے نشہ نہیں آتا بس تمباکو فلیور ہے جس میں نیکوٹین خطرناک مادہ موجود ہوتا ہے۔لہذا شیشہ کا حکم سگریٹ جیسا ہی ہے کہ اگر کوئی شیشہ لانجز میں جائے بغیر تنہا شیشہ نوشی کرتا ہے تو جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے کہ جان بوجھ کر صحت کو خطرے پر پیش کرنا ہے۔اور شیشہ لانجز (Shisha lounges) میں جا کر شیشہ پینا بلاشبہ ناجائز و گناہ ہے کہ وہاں مرد وعورت کا اختلاط، کفار و فساق کا اجتماع اور میوزک جیسی لعنت میں ابتلاء ہے جو کہ ناجائز ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

فلوک لوکسا سیلین دوائی کا حکم کیا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 227

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ابھی اپنے فلوک لوکسا سیلین [Flucloxacillin] کیپسول کے اوپر لکھا پڑھا کہ اس میں [Gelatin] خنزیر کی چربی ہے یہ ایک درد والے انفیکشن کو دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے کیا اسے کھانا جائز ہے کیونکہ یہ ایک دوائی ہے؟

سائل: مسٹر محسن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اس دوائی کو کھانا ناجائز ہے کیونکہ اس میں خنزیر [Pig] کی چربی [Gelatin] ہے۔ خنزیر پورے کا پورا حرام اور نجس ہے لہذا اس دوائی کو چھوڑ کر کوئی اور دوائی استعمال کی جائے۔ مارکیٹ میں سینکڑوں طرح کی Pain killer ادویات موجود ہیں۔ اگر یہی دواء استعمال کرنی ہو تو یہی میڈیسن خنزیر کی چربی کے بغیر بھی مل جاتی ہے اس کا نام فلوک لوکسا سیلین سسپنشن (Flucloxacillin suspension) ہے۔ جبکہ خنزیر پورے کا پورہ حرام اور نجس ہے اللہ تعالی خنزیر کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے کہ۔ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ۔ بدجانور کا گوشت حرام ہے کہ وہ نجاست ہے۔

[سورۃ الانعام: ۱۴۵]

خنزیر نجس العین ہے اور اس کا ہر جز [Part] حرام اور نجس ہے فقہی حنیا کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ

"بِخِلَافِ الْخِنْزِیرِ لِأَنَّہُ نَجِسُ الْعَیْنِ، إذِ الْھَاءُ فِی قَوْلِہٖ تَعَالَی {فَإِنَّہُ رِجْسٌ} مُنْصَرِفٌ إلَیْہِ لِقُرْبِہٖ"

خنزیر سارے کا سارہ نجس ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان میں ضمیر خنزیر کی طرف راجع ہے اس کے قریب ہونے کی وجہ سے۔

[الھدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضو۔۔ ج ۱ ص ۱۲۵]

ھدایہ کی شرح عنایہ میں ہے کہ "فَغَیْرُ اللَّحْمِ دَائِرٌ بَیْنَ أَنْ یَحْرُمَ وَأَلَّا یَحْرُمَ فَیَحْرُمُ احْتِیَاطًا وَذٰلِکَ بِرُجُوعِ الضَّمِیرِ إِلَی الْمُضَافِ إِلَیْہِ" خنزیر کے گوشت کے علاوہ اس کی ہر چیز حرام ہونے اور حرام نہ

ہونے میں دائر ہے یعنی دونوں کا احتمال ہے لیکن احتیاطاً خنزیر کی ہر چیز حرام قرار دی جائے گی کیونکہ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ کی ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ [العنایہ شرح ھدایہ باب الماء الذی یجوز بہ الوضو۔۔ج ا ص ۱۲۷]

فتاوی ہندیہ میں ہے۔ "اما الخنزیر فجمیع اجزائہ نجسۃ" خنزیر کے تو سارے اجزاء ناپاک ہیں۔

["الفتاوی الھندیۃ" کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الثانی، ج ا، ص ۴۴]

بہار شریعت میں ہے کہ سُور کا گوشت اور ہڈی اور بال اگرچہ ذبح کیا گیا ہو یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔

[بہار شریعت حصہ ۲ ج ا ص ۳۹۱]

جب خنزیر کی ہر چیز نجس و حرام ہے تو اس کی چربی بھی حرام اور جس چیز میں خنزیر کی کوئی چیز مل جائے گی وہ بھی حرام و نجس۔ بلکہ ملنا تو دور کی بات ہے اس کی کوئی چیز کسی مائع کو چھو بھی جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ "وان کان نجس العین کالخنزیر فانہ یتنجس وان لم یدخل فاہ" اگر کوئی نجس العین چیز جیسے خنزیر پانی میں گر جائے تو پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ وہ فوراً اس سے جدا کر لیا جائے اس کا منہ پانی میں نہ پڑا ہو۔ ["الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الطھارۃ، الباب الثالث فی المیاہ، الفصل الأول، ج ا، ص ۱۹]

اگر شراب کو دوائی میں ملایا گیا ہو اور غلبہ ظن ہو کہ اس سے شفاء ہو جائے گی اور اس کے بدلے کوئی اور دواء بھی نہ ہو تو ہمارے کچھ علماء نے اس دواء کے بارے میں تو حکمِ جواز دیا مگر خنزیر کو اس حالت میں بھی مستثنیٰ فرمایا۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ "وَنَقَلَ الْحَمَوِیُّ أَنَّ لَحْمَ الْخِنْزِیرِ لَا یَجُوزُ التَّدَاوِی بِهٖ وَإِنْ تَعَیَّنَ" امام حموی نے نقل کیا کہ خنزیر کے گوشت سے بنائی ہوئی دواء استعمال کرنا ناجائز ہے اگرچہ اس میں شفاء کا غلبہ ظن متعین ہو جائے۔ [رد المحتار باب فروع تداوی بالمحرم ج ۲ ص ۱۱۸]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-9-2016

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 228

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کھانے کھاتے ہوئے شخص کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟　سائل: شریق فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اگر کوئی کھانا کھا رہا ہو کہ منہ میں لقمہ ہو اس وقت کوئی آیا تو سلام نہ کرے کیونکہ ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ جو جواب دینے سے عاجز ہو اور منہ میں لقمہ ہونے کی حالت میں بندہ جواب دینے سے عاجز ہے لیکن کھانے سے پہلے یا بعد میں سلام کرنے میں حرج نہیں یعنی ابھی کھانے کے لیے بیٹھا ہی ہے یا کھا چکا ہے تو سلام کر سکتا ہے کہ اب وہ جواب دینے سے عاجز نہیں۔

"یُکْرَہُ عَلٰی عَاجِزٍ عَنِ الرَّدِّ حَقِیقَۃً کَاٰکِلٍ ظَاھِرُہُ أَنَّ ذٰلِكَ مَخْصُوصٌ بِحَالِ وَضْعِ اللُّقْمَۃِ فِی الْفَمِ وَالْمَضْغِ وَأَمَّا قَبْلُ وَبَعْدُ فَلَا یُکْرَہُ لِعَدَمِ الْعَجْزِ" جو شخص جواب دینے پر حقیقۃً قادر نہ ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب لقمہ اس کے منہ میں ہو اور وہ چبا رہا ہو اور اس سے پہلے یا بعد سلام کرنے میں حرج نہیں کہ وہ عاجز نہیں ہے۔ ("درمختار مع ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج ۹، ص ۶۸۵)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-09-2017

کوکا کولا اور یو کے کے دیگر مشروبات میں الکوحل ہے یا نہیں

الاستفتاء 229

میں کوکا کولا کے جواز پر دیئے ہوئے فتوی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو محترم و مکرم مفتی محمد قاسم ضیاء صاحب نے دیا یہ سید رشید الدین صاحب کی تحقیق سے ٹکراتا ہے وہ ایک فوڈ میں ڈگری ہولڈر سائنسدان ہیں۔لہذا ان کی ریسرچ دیکھ کر پھر ہمیں اس کے متعلق شرعی طور پر آگاہی دی جائے۔　سائل: آرمیتھا فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

آپ کے توجہ دلانے کا بہت شکریہ جب ہم نے جواز کا فتوی لکھا تھا اس وقت بھی کئی معتبر ذرائع سے اس کی تحقیق کی تھی اور یہی ثابت ہوا تھا کہ کوکو کولا میں الکوحل شامل نہیں لیکن اب کئی قابلِ اعتماد ویب سائٹس سے معلومات ہوئی ہیں کہ کوکا کولا میں اور اس کے علاوہ دوسری ڈرنکس میں الکوحل بطورِ انگریڈی اینٹ [Ingredient] تو شامل نہیں مگر ان میں نیچرل فلیورنگ کے دوران فلیور کو ایتھنول [الکوحل کی قسم] میں حل کر کے کوکا کولا میں ڈالا جاتا ہے اور پروسیس کے دوران یہ ایتھنول اڑ بھی جاتا ہے مگر بہت تھوڑی مقدار میں باقی رہتا ہے۔کوکا کولا کی ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ اس میں الکوحل نہیں۔جیسا کہ آپ اس لنک پر دیکھ سکتے ہیں۔

http//:www.coca-colacompany.com/contact-us/coca-cola-rumors-facts

"the manufacture of Coca-Cola, alcohol is not added as an ingredient and no fermentation takes place".

http//:www.coca-cola.co.uk/faq/ingredients/does-coca-cola-contain-alcohol

Our ingredients and manufacturing processes are rigorously

regulated by government and health authorities in more than 200 countries. All of them have consistently recognised Coca Cola as a non-alcoholic product.

دیگر ڈرنکس جیسے لوکوزیڈ اس میں بھی الکوحل ہے جو یو کے میں عام ہر عام وخاص کا جام ہے مگر اس میں بھی الکوحل فلیورنگ کے دوران ہی ڈالا جاتا ہے جو کہ پروسیس کے دوران اڑ جاتا ہے مگر بہت کم مقدار میں رہتا ہے۔ جیسا کہ اس ویب سائٹ پر موجود ہے۔

Https//:www.lucozadeenergy.com/contact/

"We do not add alcohol to our products as an ingredient, but there may be very low levels present in our products as alcohol is present as part of some of the flavorings used in our products. Alcohol is defined as ethyl alcohol or ethanol".

روبیکن مینگو جوکس میں بھی الکوحل ہے مگر وہ بھی بطور انگریڈی اینٹ نہیں بلکہ فلیورنگ پروسیس کے دوران ڈالا جاتا ہے۔ جس کی بہت ہی تھوڑی مقدار بعد میں باقی رہتی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ دیگر ڈرنکس کا بھی یہی معاملہ ہے۔

http//:www.rubiconexotic.com/#/faqs

"Following the development of modern analytical equipment it is now possible to detect miniscule traces of alcohol in the majority of soft drinks including fruit juices. These trace levels of alcohol can either come from the process used in the production of the flavorings that are used in some soft drinks or from the fruit juice".

" These trace levels of alcohol are so miniscule that they have no effect on the smell, colour or taste of the product and so bears no trace of its original nature. The body metabolizes the alcohol faster than it is consumed, meaning it can have no possible intoxicating effect".

ان کے علاوہ دیگر کولاز میں بھی الکوحل کی کچھ نہ کچھ مقدار پائی گئی جیسا کہ آپ اس لنک پر ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

http//:www.60millions-mag.com/2012/06/27/coca-pepsi-et-autres-colas-ces-ingredients-qu-vous-cache-7803

To close a persistent rumor about the presence of alcohol in colas, engineers of 60 Million realized their own dosages. Result? Nearly half of the colas tested contain alcohol-at very low doses(less than 10mg of ethanol per liter, or close to 0.001.(%)

جن ڈرنکس کے میں نے نام لیے اور ان کے علاوہ دیگر چیزیں جن میں فلیورنگ کے دوران ایتھنول بطور Solvent استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ڈرنکس پوری مسلم دنیا میں عام ہیں اور ان میں بیچنے، پینے یا پلانے کسی نہ کسی طریقے سے خاص و عام مبتلا ہیں۔ یہ چیز بھی حکم میں کچھ نہ کچھ تخفیف لائے گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس پر بھی ریسرچ کی ہے کہ وہ ایتھنول جو ان میں استعمال ہوتا ہے وہ عموماً جڑی بوٹیوں یا پودوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور کتاب بنام کمیسٹری اور ٹیکنولوجی میں ہے:

"Solvent Aqueous ethanol is the most commonly used solvent in the extraction of herbs for soft drinks"

(Pg 327 Chemistry and Technology of Soft Drinks and Fruit Juices) By Philip R. Ashurst.

اس کے علاوہ بریٹینکا ویب سائٹ سے اس کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

https//:www.britannica.com/science/ethyl-alcohol

ethyl alcohol, also called ethanol, grain alcohol, or alcohol, a member of a class of organic compounds that are given the general name alcohols; its molecular formula is C2H5OH. Ethyl alcohol is an important industrial chemical; it is used as a solvent,

The chief raw materials fermented for the production of industrial alcohol are sugar crops such as beets and sugarcane and grain crops such as corn(maize.

جب ایسا ہے کہ ایتھل یا ایتھنول [الکوحل] کو گنے یا دیگر فصلوں سے حاصل کیا جاتا ہے تو اس میں امام اعظم ابو حنیفہ اور امام یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک کسی حد تک رخصت موجود ہے کہ ان کے نزدیک انگور سے بنی ہوئی شراب خمر کے علاوہ دیگر چیزوں سے بنی ہوئی شرابوں کی قلیل مقدار جو بندہ کو نشہ میں مبتلا نہ کرتی ہو وہ حرام نہیں جبکہ امام محمد کے نزدیک حرام ہے تاکہ فساق اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ان رخصتوں کے باوجود بھی میرا موقف ان تمام ڈرنکس سے اجتناب کرنے کا ہے جن میں قلیل سے قلیل مقدار میں الکوحل شامل ہے۔ ساری مسلم امت کو ایسی ڈرنکس سے بچنا چاہیے۔ کوکا کولا پر لکھے گئے فتویٰ میں بھی میں نے اس سے اجتناب کرنے کا ہی کہا ہے۔ لیکن ان ڈرنکس کے حرام یا حلال ہونے کے فتویٰ کو علماء کرام کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس پر نظرِ ثانی فرما کر اُمت کی کچھ رہنمائی فرمائیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-11-2016

باب الزینۃ

آرٹیفیشل زیور کا مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 230

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت آرٹیفشل زیور پہن سکتی ہے اور کونسے زیور عورتوں کے لیے پہننا جائز نہیں ہے؟

سائلہ: زینب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

عورتوں کے لیے سونا یا چاندی کے علاوہ دھاتوں سے بنائی گئی آرٹیفیشل جیولری کو پہننا جائز ہے۔ قرآن وحدیث کی کسی نص سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ مسئلہ اپنی اصل پر ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ درمختار میں ہے۔ ان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔ {درمختار ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ رشیدیہ}

فتاوی عالمگیری میں ہے کہ "وَلَا بَأْسَ لِلنِّسَاءِ بِتَعْلِیقِ الْخَرَزِ فِی شُعُورِهِنَّ مِنْ صُفْرٍ أَوْ نُحَاسٍ أَوْ شَبَّةٍ أَوْ حَدِیدٍ وَنَحْوِهَا لِلزِّینَةِ وَالسِّوَارُ مِنْهَا كَذَا فِی الْقُنْیَةِ"

اگر اپنے بالوں میں عورت زینت کے لیے پیتل یا تانبے یا اس کی مثل کوئی دھات یا لوہے کا پراندہ بنا کر لٹکائے یا ان چیزوں کے کنگن پہنے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی ھندیہ، الباب العشرون فی الزینۃ واتخاذ الخادم للخدمۃ ج 5 ص 359)

اس سے پتہ چلا کہ عورت کے لیے لوہا، تانبا، پیتل، سیسہ اور کانچ یا ہڈی وغیرہ کے زیورات استعمال کرنے میں

مضائقہ نہیں۔اور عورت کے لیے زیور پہننا جائز ہے، کسی قسم کا زیور منع نہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

ٹیٹو بنانا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 231

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے بازو پر یا ہاتھ کی پشت پر اپنا نام یا ٹیٹو یعنی کوئی ڈیزائن وغیرہ بنواتے ہیں اس کا حکم کیا ہے؟ اور اگر کسی نے ایسا کرلیا ہو اور اب وہ مسلمان ہوا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ سائل: کامران فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بازو پر نام کھدوانا یا ٹیٹو (Tattoo) یعنی کوئی ڈیزائن بنوانا شرعاً ناجائز وممنوع ہے کہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغییر یعنی تبدیلی کرنا ہے اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ناجائز وگناہ ہے نیز یہ نام اور ٹیٹو (Tattoo) عموماً مشین یا سوئی کے ذریعے کھدوایا جاتا ہے جس سے کافی تکلیف ہوتی ہے اور اپنے جسم پر جو اللہ عزوجل سے دی ہوئی نعمت ہے اس کو بلا وجہِ شرعی تکلیف پہنچانا بھی جائز نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنے بازو پر اس طرح نام لکھوایا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر دوبارہ بغیر تغییر کے اس نام

کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کر دے اور اگر بغیر تغیر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو بلکہ ختم کروانے کے لیے دوبارہ اسی طرح کا عمل کرنا پڑے جیسا نام لکھواتے وقت کیا تھا تو اس کو اسی حال میں رہنے دے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

اس طرح بازو پر نام لکھوانا یا ٹیٹو (Tattoo) بنوانا اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے جو کہ ناجائز اور کارِ شیطان ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ ترجمہ: (شیطان بولا) میں ضرور انہیں کہوں گا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (سورۃ النساء، ایت 119)

اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: "جسم کو گود کر سرمہ یا سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش ونگار بنانا، بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص 175)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے۔

"لعن اللہ الواشمات والمستوشمات.... المغيرات خلق اللہ"

ترجمہ

اللہ لعنت کرے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں۔۔۔۔۔ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

(صحیح مسلم، جلد 2، ص 205، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث میں لفظ واشمات آیا ہے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گودوالے جیسا کہ ہندو عورتیں اور بعض ہندو مرد کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، جلد 6، ص 153، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

اس طرح بازو وغیرہ پر نام لکھوانا اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے چنانچہ ارشاد الساری میں ہے۔

"أن جناية الإنسان على نفسه كجنايته على غيره في الإثم، لأن نفسه ليست ملكًا له مطلقًا، بل هي لله، فلا ينصرف فيها إلا بما أذن له فيه"

ترجمہ

بے شک انسان کی اپنے نفس پر زیادتی گناہ ہے جیسا کہ دوسرے پر زیادتی گناہ ہے کیونکہ انسان اپنے نفس کا مطلقاً مالک نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے پس اس میں وہی تصرف جائز ہے جس کی اجازت دی گئی ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، جلد14، ص72، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر کسی مسلمان شخص نے اپنے بازو پر اس طرح نام لکھوایا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر بغیر تغییر کے اس نام کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کردے اور اگر بغیر تغییر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو تو اس کو اسی حال میں رہنے دے اور توبہ و استغفار کرے۔

چنانچہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "یہ غالباً خون نکال کر اسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا۔ اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ و استغفار کے کیا علاج ہے، مولیٰ تعالیٰ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد23، ص387، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

لیکن اگر کسی کافر نے حالتِ کفر میں ایسا کیا تھا پھر مسلمان ہو گیا تو اسلام قبول کرنا زمانہ کفر کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہذا اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اس ٹیٹو کو آسانی سے مٹانا ممکن ہو یعنی بغیر تغییر کے اس کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کردے اور اگر بغیر تغییر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو تو اس کو اسی حال میں رہنے دے یہ نیا مسلم بھی توبہ و استغفار کرتا رہے کہ توبہ تو اس کے لیے بھی مفید ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-1-2016

داڑھی کی حد اور جبڑے کی ہڈی سے اوپر اگنے والے بال کاٹنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 232

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان تین مسئلوں کے بارے میں کہ

سوال نمبر 1

جبڑوں کی لائن سے اوپر اگنے والے بال کیا داڑھی میں شامل ہیں اور ان کو صاف کروانے کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر 2

داڑھی کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے چار انگل تک ہے یا ہونٹوں کے نیچے سے چار انگل تک؟

سوال نمبر 3

چار انگل سے زائد رکھنے کا حکم کیا ہے؟　　سائل: سیف فرام۔انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

داڑھی قلموں کے نیچے سے شروع ہوتی ہے اور یہ کنپٹیوں، جبڑوں اور ٹھوڑی پر اگتی ہے۔ کانوں پر اگنے والے بال اور یونہی جبڑوں کی لائن سے اوپر اگنے والے چھوٹے چھوٹے نرم بال جو کسی کے کم اور کسی کے آنکھوں تک اگتے ہیں داڑھی میں داخل نہیں لہذا ان کو صاف کروانے میں بھی حرج نہیں بلکہ اکثر اوقات ان کو صاف نہ کروانے سے شکل وصورت قبیح معلوم ہوتی ہے جو شریعت پسند نہیں کرتی۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں، جبڑوں، ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرضا اس کا بالائی حصہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جس طرح بعض

لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا ممتاز ہوتے۔

[فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۵]

اور جبڑوں کی لائن سے اوپر اگنے والے بالوں کو کاٹنے میں حرج نہیں جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے:

كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول للحلاق بلغ العظمين فانهما منتهى اللحية يعني حدها ولذلك سميت لحية لان حدها اللحي ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی حدود آخری حصہ ہیں اسی لئے داڑھی کو "لحیہ" کہا گیا ہے کیونکہ اس کی حدود اللحی [جبڑے] تک ہیں۔ (غرائب)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے

لابأس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث: دونوں ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔

[فتاوی ھندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۸/۵/ فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۵]

جواب نمبر 2

داڑھی کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے چار انگل تک ہے نہ کہ ہونٹوں کے نیچے سے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔۔۔ اور ظاہر کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں۔ وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے۔　[فتاوی رضویہ ج 22 ص 582]

جواب نمبر 3

سنت یہی ہے کہ جب چار انگل سے زائد ہو تو اسے کاٹ دینی چاہیے مگر چار انگل سے داڑھی کا تھوڑا بہت زیادہ ہو جانا جائز باعثِ کراہت نہیں ہے جب تک حدِ اعتدال رہے۔ یعنی جب تک داڑھی بدنمائی اور انگشت نمائی کا باعث نہ بنے۔ اگر بہت زیادہ لمبی داڑھی رکھنا جو حد اعتدال سے خارج ہو مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

سیدی اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا اور عامہ کتب مذہب میں تصریح فرمائی کہ داڑھی میں سنت یہی ہے کہ جب ایک مشت سے زائد ہو کم کر دی جائے بلکہ بعض اکابر نے اسے واجب فرمایا اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں وجوب سے مراد ثبوت ہے نہ کہ وجوب مصطلح، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بعد روایت حدیث مذکور فرماتے ہیں: بہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔ ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔

(کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸)

[فتاوی رضویہ ج22 ص584]

اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اپنی داڑھی مبارک مٹھی میں لے کر جس قدر زیادہ ہوتی کم فرمادیتے۔ بلکہ یہ کم فرمانا خود حضور پر نور صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ سے روایت کیا گیا۔ امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفه عن الهیثم عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما انه کان یقبض علی لحیته ثم یقص ما تحت القبضه۔ ہم سے امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابوالہیثم نے ان سے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت عبد اللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔

(کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجہ روایۃ ۹۰۰ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۹۸)

ابوداؤد و نسائی مروان بن سالم سے روایت ہے کہ رأیت ابن عمر رضی الله تعالی عنهما یقبض علی لحیته فیقطع ما زاد علی الکف۔ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈالا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۱)

اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں ہے: کان ابو هریرہ رضی الله تعالی عنه یقبض علی لحیته

ثم یأخذ مافضل عن القبضه ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔ (المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحظر والاباحة باب ماقالوا من الاخذ من اللحیة ادارۃ القرآن کراچی ۸/۳۷۴)

بلکہ صاحب فتح القدیر فرماتے کہ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے: انه روی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔ باوجود اس کے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راویت کی گئی۔

(فتح القدیر کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۷۰)

چار انگل سے تھوڑی بہت زیادہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ شیخ محقق علیہ الرحمہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں: عادت سلف دریں باب مختلف بود آوردہ اند که لحیه امیر المومنین علی پر می کرد سینه اُورا وهمچنیں عمر وعثمان رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین و نوشته اند کان الشیخ محی الدین رضی الله تعالیٰ عنه طویل اللحیة وعریضها ۔ اسلاف کی عادت اس بارے میں مختلف تھی چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان کے سینے کو بھر دیتی تھی اس طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں، اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبی داڑھی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔ (مدارج النبوت باب اول بیان لحیۂ شریف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۵)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ شاید انھیں آثار کی بنا پر شیخ محقق نے شرح مشکوۃ میں فرمایا: مشہور قدر یک مشت ست چنانکه کمتر ازیں نباید واگر زیاده براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکه از حد اعتدال نگزرد۔

مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہئے اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال برتا جائے۔

[اشعۃ اللمعات کتاب الطہارۃ باب السواک فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۲/فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۸۶]

اور بہت زیادہ لمبی داڑھی رکھنا جو حد اعتدال سے خارج ہو مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس سے زائد اگر طول فاحش حد اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلا شبہہ خلاف سنت مکروہ کہ صورت بدنما بنانا اپنے منہ پر دروازہ طعن مسخریہ کھولنا مسلمانوں کو استہزاء وغیبت کی آفت میں

ڈالنا ہرگز مرضی شرع مطہر نہیں، نہ معاذ اللہ زنہار کہ ریش اقدس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم عیاذ اً باللہ کبھی حد بدنمائی تک پہنچی سنت ہونا اس کا معقول نہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

قد افاد المجیب واجاد
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 19-10-2016

چہرے کی بیماری میں داڑھی کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 233

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی کتنی رکھنا واجب ہے اور مجھے ایسی بیماری جس کا نام (Alopecia Areata) ہے جس میں میرے چہرے کی کچھ جگہوں پر بال نہیں ہے اور مجھے (Psoriasis) بھی ہے جس میں کھال اودھڑتی ہے اور میں جہاں کام کرتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ داڑھی کٹوا دو۔ اب اس حال میں کیا کروں؟

سائل: محبوب یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر داڑھی ایک مشت یعنی چار انگلی تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز وحرام ہے کیونکہ داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور داڑھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع وحرام اور کفار کا شعار ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عَنِ ابن عمر عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَالِفُوا

اَلْمُشْرِكِينَ. وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کردو۔

[الصحیح البخاری کتاب اللباس باب تقلیم الأظفار: حدیث نمبر/5892 صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ ج ۱ ص ۱۲۹]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث: یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرانا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا۔ (صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ ج ۱ ص ۱۲۹)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں: حلق کردن لحیہ حرام ست وروش افرنج وہنود وجو القیان کہ ایشاں راقلندریہ نیز گویند وگزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست وآں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک دردین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند" داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے جو قلندریہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الطھارۃ باب السواک الفصل الاول ۱/۲۱۲)

داڑھی کی مقدار کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ

ریش ایک مشت یعنی چار انگل تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ مزید فرماتے ہیں کہ اور ظاہر ہے کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۸۱]

سوال میں مذکوران بیماریوں کی وجہ سے داڑھی کا قطع کرنا تو ایسا کرنا ناجائز ہے کیونکہ ان بیماریوں کی وجہ داڑھی شریف نہیں ہے۔ ہاں اگر جلد وغیرہ کا علاج کرنے کے لیے داڑھی کاٹنے کی ضرورت پڑے تو کاٹنا جائز ہوگا جبکہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات"ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں۔
[الاشباہ والنظائر القاعدۃ الاولی ص۱۰۷]

باقی رہا کہ کام والوں کے کہنے کی وجہ سے داڑھی کاٹنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ ہر فعل حرام میں ان کی اطاعت حرام ہے۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاطاعة لمخلوق فی معصية الله" اللہ سبحانہ وتعالی کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں [المعجم الکبیر للطبرانی ج1 ص185 حدیث نمبر 367]

اور ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک اسے نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، مسلمان پر سمع وطاعت لازم ہے جس میں وہ پسند کرے اور ناپسند کرے، اور اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے لیے سننا ضروری ہے اور نہ اطاعت کرنا ضروری۔

[سنن الترمذی باب ماجاء لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق حدیث نمبر 1707]

اگر وہ داڑھی کاٹنے پر مجبور کریں تو ایسا کام کو چھوڑ کر نیا روزگار اپنائے اللہ عزوجل اس میں برکت دے گا کیونکہ اللہ عزوجل ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ: اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔ [الجمعۃ:۱۱]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-7-2016

حلال نیل پولش کا حکم کیا ہے

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 234

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حلال نیل پولش کو لگانا جائز ہے۔ کیونکہ اس کو لگا کر وضو کا پانی جسم تک پہنچتا ہے کیونکہ یہ ان کی ویب سائٹ پر لکھا ہوا ہے۔

سائلہ: سعدیہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابُ

عورت کو اپنے شوہر کے لیے زینت کرنے کے لیے ایسی نیل پولش لگانا جو حلال چیزوں سے بنی ہوئی ہو جائز تو ہے مگر اس کو لگانے سے احتراز کیا جائے کیونکہ اسے لگا کر وضو یا غسل نہیں ہوگا کیونکہ نیل پولش جسم تک پانی پہنچنے نہیں دیتی۔ ہاں اگر کوئی ایسی نیل پولش ہو جو پانی کو جسم تک پہنچنے سے نہ روکے تو اسے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر صرف ویب سائٹ پر اعتبار نہ کیا جائے بلکہ اسے ٹیسٹ کرلیا جائے۔ جب تک آپ کو یقین سے پتا نہ چل جائے کہ یہ نیل پولش وضو کے پانی کو نہیں روکتی تب تک اسے استعمال نہ کیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-10-2017

سونے یا چاندی کے دانت کا مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 235

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد کو سونے یا چاندی کا دانت لگانا جائز ہے؟ میڈیکل پرابلمز کی وجہ سے۔		سائل: ادیب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر چاندی کے بنے ہوئے دانتوں سے گزارہ ممکن ہو تو مرد صرف چاندی کے دانت ہی لگائے۔ سونے کے دانت استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی لہذا چاندی یا کسی اور چیز سے بنے ہوئے دانتوں سے کام چلایا جائے۔ لیکن اگر چاندی یا کسی اور دھات کے دانتوں سے ضرورت پوری نہ ہو یعنی چاندی یا کسی اور دھات کے دانتوں میں بو یا تعفن پیدا ہو جاتا ہو تو مرد سونے کے دانت بھی لگا سکتا ہے۔ یعنی ضرورتاً اس کی اجازت ہوگی اور بلا ضرورت مردوں کو سونے کا دانت ناجائز ہے۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان دانتوں کے لیے سونے کا تالو لگانے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ سونے کا تالو عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت [اس کی ضرورت ہو تو جائز ہے] یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہو سکتی ہو۔

[فتاوی رضویہ ج24ص194]

اور ہدایہ میں ہے: " الاصل فیہ التحریم والاباحۃ للضرورۃ وقد اندفعت بالفضۃ وھی الادنی فبقی الذھب علی التحریم والضرورۃ لم تندفع فی الانف دونہ حیث انتن"

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہٰذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہوسکتی (لہٰذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔

(الھدایۃ کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی اللبس مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۵۵)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-4-2017

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

عورت کا سپیکر پر بیان کرنا کیسا ہے؟

الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 236

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے عورتوں کی مجلس میں سپیکر پر بیان کرنا جائز ہے اور عورت کی آواز کا حکم کیا ہے اور کیا عورت مردوں سے کلام کرسکتی ہے؟

سائل: نظام الدین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

عورت کے لیے عورتوں کی محفل میں سپیکر پر بیان کرنے میں حرج نہیں ہے جبکہ ایسی احتیاط کی جائے کہ آواز غیر محرم مردوں تک نہ پہنچے۔ کیونکہ عورتوں کو بلاضرورت مردوں تک اپنی آواز پہنچانا منع ہے، بعض فقہاء کرام نے عورت

کی آواز کو بھی عورۃ یعنی چھپانے کی چیز کہا اور جبکہ جمہور فقہاء نے اسے فتنہ قرار دیا ہے اور بلا ضرورت مردوں تک پہنچانے سے منع فرمایا جیسا کہ فتاوی رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی: چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے، یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر (یعنی کورس میں) پڑھتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محلِ فتنہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۰)

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں عورت کی آواز کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے کہ بعض نے کہا کہ عورت کی آواز عورت ہے مگر جمہور نے اس کی نفی کی ہے لیکن اسے فتنہ برپا کرنے والی قرار دیا ہے اور غیر محرم مردوں تک پہنچانے سے منع کیا ہے۔

فَقَالَ وَلَا تُلَبِّي جَهْرًا لِأَنَّ صَوْتَهَا عَوْرَةٌ وَمَشَى عَلَيْهِ صَاحِبُ الْمُحِيطِ فِي بَابِ الْأَذَانِ وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَعَلَى هَذَا لَوْ قِيلَ إذَا جَهَرَتْ بِالْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ كَانَ مُتَّجَهًا وَفِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ الْأَشْبَهُ أَنَّ صَوْتَهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ وَإِنَّمَا يُؤَدِّي إلَى الْفِتْنَةِ كَمَا عَلَّلَ بِهِ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَغَيْرُهُ فِي مَسْأَلَةِ التَّلْبِيَةِ وَلَعَلَّهُنَّ إنَّمَا مُنِعْنَ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّسْبِيحِ فِي الصَّلَاةِ لِهَذَا الْمَعْنَى"

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق کتاب شروط الصلوۃ ج1 ص285)

فی زمانہ عورتوں کو بیان وغیرہ کرنے کے لیے سپیکر استعمال کرنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔

اور عورتوں کا پردے میں رہ کر ضرورتاً مردوں سے کلام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ

اور جب تم ان (عورتوں) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔ (سورۃ الاحزاب:53)

آیت کے اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ ضرورتاً پردے میں رہ کر عورتوں سے بات کرنے میں حرج نہیں ہے۔کیونکہ یہاں ان سے گفتگو کی ممانعت نہیں فرمائی گئی بلکہ پردے میں رہتے ہوئے ضرورت کی بات کی اجازت دی گئی ہے اور ہاں لطافت و نزاکت کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ۔اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔ (سورۃ الاحزاب:32)

صدر الافاضل علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پسِ پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو، بات نہایت سادگی سے کی جائے۔ (تفسیر خزائن العرفان تحت الآیۃ)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-09-2017

عورت کے خوشبو لگانے کے حوالے سے فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 237

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت گھر سے باہر نکلنے کے لیے خوشبو استعمال کر سکتی ہے اور کیا گھر میں عورت ہر طرح کی خوشبو لگا سکتی ہے اور اگر عورت نے گھر میں خوشبو لگائی ہو اور ایمرجنسی میں باہر نکلنا پڑ جائے تو وہ کیا کرے؟ سائلہ: نبیلہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

عورت کو گھر سے نکلتے ہوئے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے جو بدن سے اٹھ کر دوسروں تک پہنچ سکتی ہو اور عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں جہاں فقط شوہر یا محارم ہوں وہاں ہر طرح کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔ہاں یہ احتیاط لازمی ہے کہ دیور و جیٹھ اور دیگر غیر محارم تک خوشبو نہ پہنچے۔اگر گھر میں ایسی خوشبو لگائی ہو تو اور ایمر جنسی میں باہر نکلنا پڑ جائے تو کپڑے بدل لے تا کہ غیر محرموں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔

حدیث میں آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ أَلَا وَطِيبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ". قَالَ سَعِيدٌ: أُرَهُ. قَالَ إِنَّمَا حَمَلُوا قَوْلَهُ فِي طِيبِ النِّسَاءِ عَلَى أَنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا فَلْتَطَّيَّبْ بِمَا شَاءَتْ

" سنو! مردوں کی خوشبو وہ ہے جس میں خوشبو ہو رنگ نہ ہو، سنو! اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو خوشبو نہ ہو۔امام سعید کہتے ہیں: میرا خیال ہے حضرت قتادہ نے کہا علماء نے عورتوں کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب وہ باہر نکلیں لیکن جب وہ اپنے خاوند کے پاس ہوں تو وہ جیسی خوشبو چاہیں لگائیں۔

(سنن أبي داود"، كتاب اللباس باب من كرهه، الحديث: ۴۰۴۸، ج ۴، ص ۶۸)

باہر نکلنے پر جو عورت ایسی خوشبو لگاتی ہے کہ غیر مردوں کی توجہ کا باعث بنے تو ایسی عورت کے بارے میں سخت وعید ہے جیسا کہ حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:" جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں میں نکلتی ہے تا کہ اس کی خوشبو پائی جائے تو یہ عورت زانیہ ہے۔ (سنن النسائی ج۸ ص ۱۵۳)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017

غیر محرم عورت کو اسلامک میسج سینڈ کرنا کیسا؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 238

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اسلامک میسج کسی غیر محرم عورت کو بھیج سکتا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے اس طرح کے میسج سینڈ نہ کیے تو وہ جاہل رہے گی۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

علماء اور مفتیان اسلام کے مصدقہ اسلامک میسج غیر محرم عورت کو سینڈ کرنا جائز ہے۔ مگر مرد اس عورت کو خود سینڈ نہ کرے بلکہ اپنی بہن یا بیوی یا کسی محرمہ عورت کے ذریعے بھجوائے کیونکہ غیر محرم مرد کا عورت کو میسج سینڈ کرنا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور کسی کو جہالت سے بچانے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈالنا اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ میسجز کے باہم تبادلے سے بے تکلفی بڑھ سکتی ہے اور مرد وعورت کا آپس میں بے تکلف ہونا بے حد خطرناک نتائج لا سکتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

فیمیل ڈاکٹرز کے سامنے پرائیویٹ پارٹس کے کھولنے کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 239

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حمل کے دوران عورت فیمیل ڈاکٹر (Female Doctor) کے پاس بے بی سکیننگ کے لیے جاتی ہے اور اس وقت اپنے پرائیویٹ پارٹس کو کپڑے سے چھپانا مشکل ہے کیا وہاں فیمیل ڈاکٹرز کے پاس پرائیویٹ پارٹس نہ چھپانا جائز ہے؟ اور اسی طرح ڈلوری کیس میں تو پرائیویٹ پارٹس کو چھپانا ناممکن ہے۔ میں یہ سوال اس لیے پوچھ رہی ہوں کیونکہ میں نے آپ کا ایک فتوی پڑھا ہے کہ جس میں ہے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لیے عورت اپنے پرائیویٹ پارٹس فیمیل ڈاکٹرز کے سامنے بھی نہیں کھول سکتی۔

سائلہ: عنبرین فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

مرض کے علاج کے لیے فیمیل ڈاکٹر کے سامنے پرائیویٹ پارٹس کو کھولنا جائز ہے کیونکہ یہاں ضرورت ہے اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ" ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔ بے بی سکیننگ بچہ اور بچہ کی ماں کو مرض سے بچانے کے لیے ہی کی جاتی ہے اور ڈلوری کیس (Delivery cases) میں ضرورت تو بدرجہ اتم متحقق ہے کہ دو جانوں کو بچانا ہے کیونکہ اگر ڈلوری نہ کی گئی تو پیٹ کا بچہ اور ماں دونوں مر جائیں گے۔

لہذا ان دونوں صورتوں میں شریعت ضرورت کی وجہ سے پرائیویٹ پارٹس کو کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔ بلکہ مرض ایک ایسی ضرورت ہے کہ اگر فیمیل ڈاکٹر نہ ملے تو میل ڈاکٹر (Male Doctor) کو بھی مرض کی جگہ دیکھنے کی

اجازت ہے۔ جیسا کہ فقہِ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔

"وَیَجُوزُ لِلطَّبِیبِ أَنْ یَنظُرَ إِلَی مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا) لِلضَّرُورَةِ (وَیَنْبَغِی أَنْ یُعَلِّمَ امْرَأَةً مُدَاوَاتَهَا) لِأَنَّ نَظَرَ الْجِنْسِ إِلَی الْجِنْسِ أَسْهَلُ" میل ڈاکٹر کو مرض کی جگہ دیکھنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ اور مناسب یہی ہے کہ عورت کو بھی علاج کرنا سکھایا جائے کیونکہ جنس کا جنس کی طرف نظر کرنا (بنسبت مرد کے عورت کی طرف نظر کرنے سے زیادہ خفیف) ہے۔

("الهدایة"، کتاب الکراهیة، فصل فی الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۹)

لیکن علاج کی ضرورت سے نظر کرنے میں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ صرف اتنا ہی حصہ بدن کھولا جائے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے باقی حصہ بدن کو اچھی طرح چھپا دیا جائے کہ اس پر نظر نہ پڑے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی مقدار ہی جائز ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ "لِأَنَّ مَا ثَبَتَ بِالضَّرُورَةِ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا" کیونکہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی مقدار ہی جائز ہوتی ہے۔

("الهدایة"، کتاب الکراهیة، فصل فی الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۹)

جبکہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں کسی مرض کا علاج کروانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اولاد کا حصول مقصود ہے اور اولاد کا حصول شرعی ضرورت کے تحت نہیں آتا۔ اس وجہ سے صرف ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لیے پرائیویٹ پارٹس کو فیمیل ڈاکٹر کے سامنے بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے وہاں کہا گیا کہ شوہر وہ طریقہ سیکھے اور خود اپنی بیوی کے رحم میں ٹیوب کے ذریعے سپرم رکھے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح | کتبـــــــــــہ
شمس الہدی عفی عنہ | ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے | Date: 01-10-2017

لیزر آئی سرجری کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 240

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی سائٹ کو بڑھانے کے لیے لیزر آئی سرجری جائز ہے؟　　سائل: عامر فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو لیزر آئی سرجری کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

لیزر ہیر ریموور کا استعمال کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 241

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد اپنے سارے جسم کے بالوں کو مونڈ واسکتا ہے۔اور کیا ان بالوں کو لیزر ریموور سے ختم کیا جا سکتا ہے۔　　سائل: اطیب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

داڑھی اور بھووں کے علاوہ مرد سارے جسم کے بال منڈوا سکتا ہے مگر سینے اور پیٹھ کے بالوں کو منڈوانا اچھا نہیں ہے لیکن اگر ان کو منڈوائے تو گناہ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ج3 حصہ16 ص585)

اور ہاں اگر بھووں کے بال بڑے ہو گئے ہوں تو ان کو ترشوانے میں بھی حرج نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: بھوں کے بال اگر بڑے ہو گئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ج3 حصہ16 ص585)

جن بالوں کو مونڈنا جائز ہے ان کو لیزر ہیر ریموور سے ختم کرنا بھی جائز ہے اگر وہ خود اس کا استعمال جانتا ہو اور اس کے لیے کسی دوسرے مرد کے سامنے ستر کھولنا ناجائز ہے۔ لہذا بالوں کو کاٹنے کے لیے نیچرل طریقے ہی استعمال کیے جائیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

مخلوط تعلیم پر فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 242

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلبہ کا طالبات کے ساتھ پڑھنا

اکٹھا سکول و کالج میں پڑھنا کیسا؟ فیمیل ٹیچر سے بالغ طلبہ کے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے۔

سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجعَل لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بالغ لڑکیوں اور بالغ لڑکوں کی مخلوط تعلیم (Co-Education) کا مُرَوّجہ سلسلہ سراسر ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ بالغ لڑکیوں کا اجنبی مرد سے پردہ ہے اگرچہ وہ استاد ہی ہو اور اسی طرح بالغ لڑکوں کا بالغہ اجنبیہ عورت سے پردہ ہے اگرچہ وہ استاد ہی ہو اور دورِ حاضر میں فیمیل ٹیچر سے بالغ لڑکوں کو پڑھنا بھی ناجائز ہے کیونکہ بے پردہ عورت کو بار بار دیکھنا پڑے گا اور اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ابلیس کے زہر بُجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا۔

"نَظْرُ الْمُؤْمِنِ إِلَى مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَرَجَاءِ مَا عِنْدَهُ أَثَابَهُ اللهُ بِذَلِكَ عِبَادَةً تَبْلُغُهُ لَذَّتُهَا"

مومن کا عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہر سے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو اللہ عزوجل کے خوف اور ثواب کی امید سے عورت کی طرف دیکھنے باز رہا تو اللہ عزوجل اسے ایسی عبادت عطا فرمائے جس کی لذت وہ پائے گا۔ (حلیۃ الاولیا ج6 ص101)

اگرچہ فیمیل ٹیچر نے مکمل طور پر اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہو اور صرف چہرہ دیکھائی دیتا ہو پھر بھی بالغ مرد کا بلاضرورت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا سختی سے منع ہے۔

اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قھستانی "لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔ (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی النظر والمس ۲/۲۴۱)

مگر آج کل پیشہ ور سکول وغیرہ میں ٹیچنگ کرنے والی عورتوں کے سر پر ڈوپٹہ تو کجا ڈوپٹی نہیں ہوتی۔ اور نظر صرف ان کے چہرے پر ہی نہیں بلکہ گردن، سینہ اور بالوں کو بھی پڑتی ہے۔ جو کہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

اور استاد سے پردے کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ رہا پردہ اُس میں اُستاذ وغیرِ اُستاذ، عالم وغیرِ عالم پیر سب برابر ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۹)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-8-2017

موئے زیرِ ناف [Pubic hairs] کو کہاں سے لے کر کہاں تک کاٹا جائے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 243

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آدمی کو موئے زیر ناف کہاں سے شروع کر کے کہاں تک کاٹنے چاہیے۔ سائل: اطیب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

ہر آدمی زیرِ ناف بالوں کو عین ناف کے نیچے سے شروع کر کے عضو تناسل تک تمام کو مونڈھے اور عضو تناسل کے اردگرد کے بال بھی دور کرے۔ رانوں اور پیٹھ پر موجود بالوں کو بھی کاٹنا جائز ہے مگر یہ بال ان بالوں میں شامل نہیں۔ موئے زیرناف میں صرف وہ بال شامل ہیں جو عضو تناسل کے اردگرد اور اس کے اوپر ناف تک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بحرالرائق میں ہے کہ

"وَالْمُرَادُ بِالْعَانَۃِ الشَّعْرُ فَوْقَ ذَکَرِ الرَّجُلِ وَحَوَالَیْہِ إِلَی السُّرَّۃِ" موئے زیر ناف سے مراد وہ بال ہیں جو عضوِ تناسل کے اردگرد اور اس کے اوپر سے ناف تک ہوتے ہیں۔ [البحر الرائق باب فرائض الغسل ج 1 ص 50]

بعض لوگ عین ناف کے نیچے سے بالوں کو نہیں مونڈھتے بلکہ کچھ جگہ چھوڑ کر آگے سے مونڈھتے ہیں ایسا ہرگز نہ کیا جائے بلکہ عین ناف کے نیچے سے لے کر عضوِ تناسل تک بالوں کو مونڈھا جائے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے کہ موئے زیر ناف کو ناف کے عین نیچے سے مونڈنا شروع کریں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۹۷)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-8-2017

نعلین والی ٹوپی پہننا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 244

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نعلین شریف والی کیپ پہن سکتے ہیں اور اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ انگلینڈ میں یہ کیپ عام پہنی جاتی ہے۔ سائل: احمد فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسی ٹوپی جس پر نقشِ نعلین بنا ہوتا ہے اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں اور اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن جب اس کو پہننے والا جماعت میں شریک ہو تو سجدہ کرتے وقت اگلی صف میں موجود بندے کے پاوں نقشِ نعلین

کے برابر ہو جاتے اور بعض اوقات نقش مبارک کو ٹچ بھی کر جاتے ہیں اور اس کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے لہذا ایسی صورت میں اس ٹوپی کو پہننے سے اجتناب کیا جائے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2016

ہیڈ سکارف اور عورت کے پردے کے احکام

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 245

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اسلام میں ہیڈ سکارف [سر کو کپڑے سے چھپانا] ضروری ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ضروری نہیں کیونکہ شروع اسلام میں لونڈیوں کے سر کھلے ہوتے تھے اور احادیث اور قرآن پاک میں سر چھپانے کے بارے میں نہیں آیا اور یہ بھی وضاحت کر دی جائے کہ عورت کو کون کون سے اعضاء چھپانا ضروری ہے اور نقاب کی کیا شرعی حیثیت ہے۔ سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَ الصَّوَاب

ایسا کہنے والا شخص قرآن واحادیث سے جاہل اور پکا جھوٹا ہے ان جیسے لوگوں نے ہی اس پرفتن دور میں فتنوں کے سیلاب میں زیادتی کی ہے۔ آزاد عورت کو چہرے، دونوں ہاتھوں [گٹوں سے ناخن تک] اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن کو چھپانا فرض ہے اور سر اور بال بھی اس میں شامل ہیں یعنی ان کا چھپانا بھی فرض ہے وہ ہیڈ سکارف کے ذریعے

ہو یا کسی کپڑے سے اور جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا بھی منع ہے۔ لہذا اسے چاہیے کہ وہ چہرے پر نقاب کر کے باہر جائے۔

عورت کا سارا بدن چھپانا فرض سوائے چند اعضاء کے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ [سورۃ النور:۳۱]

تفسیر نسفی میں اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے تحت لکھا ہے کہ إلا ما جرت العادة والجبلة على ظهوره وهو الوجه والكفان والقدمان۔ [تفسیر نسفی]

"قال صلى الله تعالى عليه وسلم ان الجارية اذا حاضت لم يصلح ان يرى منها الا وجهها ويديها الى المفصل" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ امام ابوداؤد کے نزدیک مرسلاً مروی ہے
(کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵)

آزاد عورت کا تمام بدن یہاں تک کہ لٹکے ہوئے بالوں کو بھی چھپانا فرض ہے جیسا کہ تنویر اور درمختار میں ہے کہ

"عورة (للحرة) ولو خنثى (جميع بدنها) حتى شعرها النازل فى الاصح (خلا الوجه و الكفين) فظهر الكف عورة على المذهب (والقدمين) على المعتمد" آزاد عورت اگرچہ خنثیٰ ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتٰی کہ اسکے لٹکے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ (درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی ۱/۶۶)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن آزاد عورت کے پردے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ زنِ آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت [چھپانے کی چیز] ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارت خلاصہ سے مستفاد کہ ناخنِ پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کف دست

میں اختلاف تصحیح ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۰]

اعلی حضرت چار اعضاء [دونوں تلووں اور دونوں ہاتھوں کی پشت] جن میں اختلاف ہے ان کے بارے میں مفتی بہ قول بیان فرماتے ہیں کہ اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہوکر اعضاء اٹھائیس ۲۸ ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔ پشتِ دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

[فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۰]

پتا چلا کہ عورت کے لیے ان چار اعضاء [دونوں تلووں اور دونوں ہاتھوں کی پشت] کو چھپانا بھی ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ پورا بدن چھپانا فرض۔

باقی رہا اس جاہل وسفیہ کا یہ کہنا کہ احادیث میں سر چھپانے کے حوالے سے ذکر نہیں جہالت یا گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ایک نہیں سینکڑوں احادیث میں آزاد عورت کے لیے سر ڈھانپنے پر ترغیب موجود بلکہ ایک حدیث میں تو نہ ڈھانپنے پر یہ وعید سنائی گئی کہ اگر اس نے اپنا سر نہ ڈھانپا تو اس کی نماز ہی قبول نہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا کہ

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تُقْبَلُ صَلَاۃُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ" قَالَ: وَفِی الْبَاب عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو. وَقَوْلُہُ الْحَائِضِ یَعْنِی الْمَرْأَۃَ الْبَالِغَ یَعْنِی إِذَا حَاضَتْ. قَالَ أَبُو عِیسَی: حَدِیثُ عَائِشَۃَ حَدِیثٌ حَسَنٌ. وَالْعَمَلُ عَلَیْہِ عِنْدَ أَہْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَرْأَۃَ إِذَا أَدْرَکَتْ فَصَلَّتْ وَشَیْءٌ مِنْ شَعْرِہَا مَکْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُہَا.

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بالغ عورت کی نماز سر پر چادر اوڑھنے کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔ امام ترمذی کہتے ہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے اس باب میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جب عورت بالغ ہو جائے اور نماز پڑھے اور اس کے بال کا کچھ حصہ کھلا ہو تو اس کی نماز جائز نہیں۔ [سنن ترمذی باب ما جاء لا تقبل صلاۃ المرأۃ الا بخمار ۳۷۷]

پتا چلا کہ عورت کو سر کے بال چھپانا بھی فرض ہے۔ بلکہ صحابیات کا پردہ ایسا ہوتا کہ پورہ سر چھپا ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ لَمَّا نَزَلَتْ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ: جب آیت کریمہ "یدنین علیھن من جلابیبھن" وہ اپنے اوپر چادر لٹکالیا کریں [سورۃ الاحزاب:۵۹] نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں نکلتیں تو سیاہ چادروں کی وجہ سے ایسا لگتا گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔

عورت کو پورا بدن چھپانا فرض ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت ساری کی ساری چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو دیکھتا ہے۔ [سنن ترمذی باب رقم الحدیث ۱۱۷۳]

باقی اس جاہل کو آزاد عورتوں کو لونڈیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ پردے کے حوالے سے لونڈیوں کے احکام مختلف ہیں۔ لونڈیوں کے لیے سر اور بال چھپانا فرض نہیں۔ ان کے لیے بس چند اعضاء کو چھپانا ضروری ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ باندی کے لیے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے باندی سر کھولے نماز پڑھ رہی تھی، اثنائے نماز میں مالک نے اسے آزاد کردیا، اگر فوراً عمل قلیل یعنی ایک ہاتھ سے اس نے سر چھپا لیا، نماز ہوگئی۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۳ ص ۴۸۱]

اور جہاں تک چہرہ پر نقاب کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ چہرہ اگرچہ عورت نہیں ہے مگر ہمارے زمانے میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے جوان عورت کو اسے چھپانا لازمی ہے کہ درمختار میں ہے کہ "تمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لخوف الفتنۃ" جوان عورت کو اندیشہ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے چہرہ کشائی سے روکا جائے۔ (درمختار کتاب الصلوۃ باب شروط الصلوۃ مطبع مجتبائی دھلی ۱/ ۶۶)

اسی میں ہے: "اما فی زماننا فمنع من الشابۃ" لیکن ہمارے زمانے میں جوان لڑکی کو نقاب کھولنے

سے منع کیا گیا ہے۔ (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر ۲/۴۴۲۔۲۴۱)

اور بڑھیا کے لئے جس سے فتنہ کا احتمال نہ ہو چہرہ کھولنا جائز ہے۔

"اما العجوز التی لاتشتھی فلا بأس بمصافحتھا ومس یدھا ان امن" ایسی بوڑھی عورت جو نفسانی یعنی جنسی خواہش نہ رکھتی ہو اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینان خاطر حاصل ہو۔ (درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر ۲/۴۴۲۔۲۴۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ اور زنان حرام کو بنص قرآن ستر واجب اور جوان عورتوں کو اس زمانہ میں حجاب لازم۔

فی الدر المختار وینظر من الاجنبیۃ الی وجھھا فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والافحرام وھذا فی زمانھم اما فی زماننا فمنع من الشابۃ قھستانی "درمختار میں ہے کسی اجنبیہ (غیر متعلقہ) عورت کو (مرد) دیکھ سکتا ہے لیکن اس دیکھنے کا جائز ہونا اس قید سے مقید ہے کہ دیکھنے والا بشہوت نہ دیکھے ورنہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور یہ حکم بھی ان کے زمانے میں تھا (مراد یہ کہ زمانہ سابق میں تھا) لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب فی النظر والمس ۲/۴۴۲۔۲۴۱)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنزالایمان یوکے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 5-4-2016

پلاسٹک سرجری کا حکم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 246

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناک کی پلاسٹک سرجری کروانا کیسا ہے اور اس کے علاوہ جسم کے دیگر اعضاء کی سرجری کروانے کا کیا حکم ہے اور بریسٹ سرجری کرنے کا کیا حکم ہے؟

سائل: فرات فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اگر ناک کٹ گئی ہو تو ناک کی سرجری یعنی ناک لگوانا جائز ہے اور اسی طرح اگر چہرہ جل گیا ہو تو بھی چہرے کی سرجری کروانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جہاں تک ناک کی سرجری کے حکم کا تعلق ہے تو اس بارے میں فقہاء کرام نے یہاں تک فرمایا کہ مرد ضرورتاً سونے کا ناک بھی لگا سکتا ہے کیونکہ چاندی کے ناک میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: "وَیَتَّخِذُ أَنْفًا مِنْهُ لِأَنَّ الْفِضَّةَ تُنْتِنُهُ" ہاں البتہ سونے کی مصنوعی ناک بنا کر لگائی جا سکتی ہے کیونکہ چاندی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ (در مختار کتاب الحظر و الاباحۃ فصل فی اللبس ج2 ص240)

اور یہ اس حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام نسائی بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن طرفہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ جاہلیت میں جنگ کلاب کے دن ان کے دادا عرفجہ بن اسد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی۔ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ فِضَّةٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَّخِذَهُ مِنْ ذَهَبٍ" تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی، پھر اس میں بدبو آ گئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنوا لیں۔

(نسائی کتاب الزینۃ باب من أصیب أنفه ھل یتخذ أنفا من ذھب 5156)

لیکن اگر ناک سونے کے علاوہ کسی اور چیز کا بنا ہوا ہو اور اس میں تعفن وغیرہ پیدا نہ ہو تو سونے کا ناک لگانے کی اجازت نہ ہوگی اور یہ آج کے جدید دور میں کچھ بعید نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی اور چیز سے بنا ہوئے ناک میں تعفن و بو پیدا ہو جائے تو سونے کے ناک کی بھی اجازت ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ التَّحْرِيمُ وَالْإِبَاحَةُ لِلضَّرُورَةِ وَقَدْ انْدَفَعَتْ بِالْفِضَّةِ وَهِيَ الْأَدْنَى فَبَقِيَ الذَّهَبُ عَلَى التَّحْرِيمِ وَالضَّرُورَةُ فِيمَا رُوِيَ لَمْ تَنْدَفِعْ فِي الْأَنْفِ دُونَهُ حَيْثُ أَنْتَنَ"

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہٰذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہو سکتی (لہٰذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ (الھدایۃ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس ج4 ص455)

اور فتاوی رضویہ میں بھی ایسا ہی انظر الی الفتاوی الرضویہ ج24 ص194۔

لیکن صرف خوبصورتی بڑھانے کے لیے سرجری کروانا منع ہے مثلاً کسی لڑکی کی ناک تھوڑی چوڑی ہے وہ اسے سیدھی اور باریک بنوانے کے لیے سرجری کرواتی ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے اور اسی طرح بڑھاپے کے آثار کو چھپانے کے لیے چہرے میں خرد برد کی اجازت نہیں کہ کیونکہ یہ بلا ضرورت اللہ تعالی عزوجل کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ اور شیطان بولا میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (سورۃ النساء:119)

اس آیت کے تحت تفسیر صاوی میں ہے کہ "من ذلك تغيير الجسم "اور جسم کی تغیر اسی میں سے ہے۔

اور حدیث میں ان عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو ظاہری حسن کے حصول کے لیے چہرے میں رد و بدل کر کے اللہ تعالی کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرتی ہیں جیسا کہ بخاری میں ہے۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ تَعَالَى". مَالِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر اور چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں پر اور دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والیوں پر، جو اللہ کی خلقت کو بدلیں ان سب پر لعنت بھیجی ہے، میں بھی کیوں نہ ان لوگوں پر لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

(الصحیح البخاری باب المتفلجات للحسن رقم 5937)

بریسٹ (Breast) سرجری بھی اپنے کو خوبصورت بنانے اور اٹریکشن پیدا کرنے کے لیے ہی ہے لہذا شوہر کے کہنے پر بھی ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ" اللہ عزوجل کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل مسند علی بن ابی طالب رقم 1095)

اور یہ بات نہ کہی جائے کہ تغیر زماں کی وجہ سے بیوی کو شوہر کے لیے بریسٹ سرجری کی اجازت دی جائے گی کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں کیونکہ زینت ایک ایسی چیز ہے جو ممنوع شرعی میں رخصت پیدا نہیں کرسکتی۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ اور زینت وفضول کے لیے کسی ممنوع شرعی کی اصلا رخصت نہ ہوسکنا بھی ایضاح سے غنی جس پر اصل اول بدرجہ اولی دلیل وافی ورنہ احکام معاذ اللہ ہوائے نفس کا بازیچہ ہو جائیں۔ (فتاوی رضویہ ج 21 ص 208)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-09-2017

مختلف ہیر کٹ سٹائلز کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 247

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل انگلینڈ کے نوجوانوں میں مختلف ہیر کٹ سٹائلز مروج ہیں کیا یہ جائز ہیں؟ مثلاً سر کے کچھ حصوں بالکل شیو کر دینا اور کچھ پر بالوں کو چھوڑ دینا یا سر کی دونوں سائڈز کے بالوں چھوٹا کر دینا اور بیچ میں بالوں کو بڑا چھوڑنا۔ کیا یہ سب طریقے درست ہیں۔ اسلام میں سر کے بالوں کے کاٹنے کا کونسا طریقہ ہے؟ سائل: کبیر یوکے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

سر کے مختلف حصوں کو منڈوا دینا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا، مثلاً بیچ سر منڈوا دیا آس پاس کے بال چھوڑ دئے اور کنپٹیوں پر بالوں کی لٹیں چھوڑ دینا اور آس پاس کے بال منڈوا دیے یا گدی پر ایک گچھا بالوں کا چھوڑ دیا اور دائیں بائیں سب بال شیو کر دیئے اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور یہ ممنوع وخلاف سنت ہے حدیث میں اس سے منع کیا گیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ وَمَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ. حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے قزع سے منع فرمایا راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ قزع کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچہ کے سر کے کچھ بال مونڈ دیئے جائیں اور کچھ رہنے دیئے جائیں۔

[الصحیح المسلم باب کراھۃ القزع نمبر 5681]

اس حدیث کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ: گفتہ اند قزع حلق راس است از مواضع متفرقہ آں واگر

چہ ظاہر عبارت کہ در تفسیر وے واقع شدہ مطلق است ولیکن شراح ہمہ تصریح کردہ اند بایں قید و در روایت فقہیہ نیز ہمچنیں آمدہ است۔ کہتے ہیں کہ "قزع" سر کے بالوں کو مختلف مقامات سے مونڈ ڈالنا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ عبارت جو تفسیر "قزع" میں واقع ہوئی ہے وہ مطلق ہے لیکن تمام شارحین نے اس قید کا صراحتاً ذکر کیا ہے (قید یہ ہے کہ سر کے مختلف حصے مونڈ دیئے جائیں) اور فقہی روایات میں بھی یونہی آیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۱)

فتاوی ہندیہ میں ہے: **یکرہ القزع وھو ان یحلق البعض فیترك البعض قطعاً مقدار ثلثۃ اصابع** ۔"قزع" مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کے بعض بال مونڈ ڈالے جائیں اور بعض بال بمقدار تین انگشت چھوڑ دئے جائیں۔ (فتاوی ھندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۷)

سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں:

ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں۔ یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہے۔ حج و حجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے حلق شعر ثابت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ وعمرۃ القضاء وحجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی مانقلہ علی القاری فی جمع الوسائل عن بعض شراح المصابیح {جیسا کہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے}۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۲)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں یہ حضرت سیدنا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوف جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے۔

ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلاف سنت اور یہ نئی نئی تراشیں ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروا دینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے یا وسط تالو سے پیشانی تک کھلوا دینا یا گدی کے بال منڈانا

یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا منڈے سر خواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جھکانا یا داڑھی میں ملا دینا، یہ باتیں مخالف سنت وخلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

ردالمحتار میں ہے: وَفِی الرَّوْضَةِ لِلزَّنْدَوِیستی أَنَّ السُّنَّةَ فِی شَعْرِ الرَّأْسِ إِمَّا الْفَرْقُ أَوِ الْحَلْقُ۔

امام زندویتی کی روضہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اور ان میں مانگ نکالی جائے یا بال منڈوا دئے جائیں اور سر بالکل صاف کرا دیا جائے۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱)

اور اسی فتوی میں سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ نے قزع کو ممنوع وخلاف سنت لکھا ہے۔

[فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۷۶]

ہمارے ہاں ایک اور طریقہ بھی مروج ہے کہ نہ پورے بال [زلفیں] رکھتے ہیں نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یعنی چھوٹے چھوٹے رکھتے ہیں یہ ناجائز نہیں ہے مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ سارے بال مونڈائے یا بال [زلفیں] رکھے۔ کمافی بہار شریعت [حصہ ۱۶ ص ۵۸۸]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صواب
مفتی شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 25-09-2017

باب المعاملات

ابورشن کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 248

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام ابورشن کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔ اگر نطفہ ریپ وغیرہ کے نتیجہ میں قرار پاچکا ہو اور فیملی اس بچہ کے پیدا ہونے پر ناراض ہوں تو کیا اس کو ضائع کیا جاسکتا؟

سائل: طیب فرام بلیک برن_ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَهَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

تقریباً چار ماہ کے بچہ میں جان پڑ جاتی ہے لہذا اسلام چار ماہ کے بچہ کے ابورشن کو قتل قرار دیتا ہے جو کہ ناجائز و حرام ہے اور ریپ ہونے کی صورت میں بچہ کا قصور کیا ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ اگر حمل کو چار ماہ گذر گئے ہیں تو ہرگز حمل کو ساقط نہ کروایا جائے اگرچہ ساری فیملی ناراض ہوتی ہو۔ کیونکہ یہ قتل ہے اور اللہ عزوجل قتل کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔ [النساء:93]

بلکہ ایک جان کے قتل کو تمام لوگوں کے قتل کے مثل قرار دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔

جس نے بغیر جان کے یا بغیر زمین میں فساد کیے کسی کو قتل کیا گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچالیا اس نے گویا سب لوگوں کو بچالیا۔ [المائدہ:۳۲]

چار ماہ کے حمل کو ضائع کرنا حرام کیونکہ اس میں جان پڑ جاتی ہے اور چار ماہ سے کم مدت کے حمل کو ضرورتاً ضائع کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ فتاوی فیض الرسول جلد دوم میں ہے کہ چار مہینہ کے بچہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے اور جان پڑ جانے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

[فتاوی فیض الرسول ج2 ص552]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صواب
شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 29-09-2016

اسراف وتبذیر کے معنی کی تحقیق

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 249

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسراف کا حکم کیا ہے اور قرآن میں ہے کہ مبذرین شیطان کے بھائی ہیں مبذر اور مسرف کسے کہتے ہیں؟ مزید اسراف کی تعریف کیا ہے۔

سائل: عدنان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اسراف کی دوصورتیں ہیں جو ناجائز وگناہ ہے ایک یہ کہ مال کا کسی گناہ میں استعمال کرنا دوسرا بیکار محض مال ضائع کرنا۔جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاوی رضویہ ج 2-1 ص 940 میں فرماتے ہیں کہ

معاصی میں صرف [خرچ کرنا] معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائیں گے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ تعالی کرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السؤال واضاعۃ المال " بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔

(صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب ماینھی عن اضاعت المال ۱/۳۲۴)

(صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نھی عن کثرۃ المسائل الخ ۲/۷۵)

سیدی اعلیٰ حضرت اسراف کا حکم بیان کرتے ہوئے فتاوی رضویہ ج (2-1 ص 926) فرماتے ہیں کہ

اسراف بلاشبہ ممنوع وناجائز ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾

اور بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں [الانعام:141]

اور فرماتا ہے کہ

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔

اور [مال] فضول نہ اڑا بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ [سورۃ بنی اسرائیل:26-27]

اور مبذر اور مسرف کے حوالے سے دو اقوال ہیں کہ ایک یہ کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے کوئی چیز ناحق صرف کرنا یعنی جہاں خرچ کی وہاں حق وصحیح یہی تھا کہ نہ خرچ کی جائے۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ مبذر وہ ہے جو مال گناہ میں خرچ کر کے اسراف کرتا ہے اور مسرف مطلق اسراف کرنے والا خواہ وہ گناہ میں مال خرچ کر کرے یا عبث کام میں مال ضائع کر کے کرے۔ پہلا قول قوی ہے۔

اسراف کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں

[1]: اسراف غیر حق میں صرف کرنا ہے۔ یہ تعریف سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف"

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ تبذیر غیر حق میں صرف کرنا ہے اور یہی اسراف بھی ہے۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۸۵)

[2]: حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا یعنی جس خرچ میں بندہ امر الٰہی سے تجاوز کر جائے وہ اسراف ہے۔ یہ تعریف ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۴)

[3]: اسراف ایسی بات میں خرچ کرنا ہے جو شرع مطہر کے خلاف ہو کہ یہ حرام ہے یا ایسی بات میں خرچ کرنا جو مروّت کے خلاف ہو اور یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ طریقہ محمدیہ میں ہے:"وھما ای الاسراف والتبذیر فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروء ۃ مکروھان تنزیھا "اسراف وتبذیر شریعت کی مخالف میں ہوں تو حرام ہیں اور مروت کی مخالف میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

[طریقہ محمدیہ السابع والعشرون الاسراف والتبذیر مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۵ ا و ۱۶/ماخوز از فتاوی رضویہ]

اس کے علاوہ اسراف کی اور بھی تعریفات ہیں مگر سیدی اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ شریف میں پہلی تعریف کی تحسین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

تمام تعریفات میں سب سے جامع ومانع وواضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبد اللہ کی تعریف

ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہ وعنہم اجمعین۔ [فتاوی رضویہ ج1-2ص938]

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 24-7-2016

اعضاء Donate کرنے کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 250

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے اعضاء مثلاً دل جگر، گردوں اور آنکھوں وغیرہ کو (Donate) کرنا یا بیچنا جائز ہے؟ عبدالستار ایدھی نے اپنی آنکھوں کو (Donate) کیا تو کچھ لوگ اسے جائز کہتے ہیں اور کچھ ناجائز۔ مہربانی فرما کر صحیح رائے سے آگاہ کیا جائے۔ سائل: عابد یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسلمان کو اپنے جسم کے اعضاء کو وقف (Donate) کرنا یا بیچنا ناجائز ہے اور نہ کسی مسلمان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے عزیز یا کسی اور انسان کے لیے بعدِ وفات اپنے اعضاء کی وصیت کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی یہ وصیت باطل ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

کیونکہ اللہ عزوجل نے بنی نوع انسان کو مکرم بنایا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عزوجل خود ارشاد فرماتا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی

كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ [بنی اسرائیل: ۷۰]

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضرت انسان ایک صاحب تکریم اور اشرف المخلوقات ہے۔ تفسیر کبیر اور روح المعانی وغیرہ میں اس کے مکرم اور اشرف ہونے کی کئی وجوہات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے اعضاء کو ہبہ کرنا، (Donate) کرنا یا بیچنا اس کی تکریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ حال تو جانوروں کا ہے کہ ان کو اور ان کے اعضاء کو ہبہ کیا جاتا اور بیچا جاتا ہے۔ اور اگر انسان کے کسی جز کو استعمال کر کے یا بیچ کر انتفاع کیا جائے تو یہ اس کی کھلی اہانت اور منصوص تکریم کے خلاف ہے۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے کہ۔

"وَلِأَنَّ الْآدَمِيَّ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مُكَرَّمٌ وَالِانْتِفَاعُ بِالْجُزْءِ الْمُنْفَصِلِ مِنْهُ إِهَانَةٌ لَهُ" کیونکہ آدمی تمام اعضاء کے ساتھ مکرم ہے اس کے جزِ منفصل سے انتفاع اس کی اہانت ہے۔

[بدائع الصنائع کتاب الاستحسان ج ۵ ص ۱۳۳]

اور اس کے اعضاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا اس کی کرامت و شرافت کی وجہ سے ہے۔

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ۔

"الِانْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْآدَمِيِّ لَمْ يَجُزْ قِيلَ لِلنَّجَاسَةِ وَقِيلَ لِلْكَرَامَةِ هُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْأَخْلَاطِيِّ"

انسان کے اجزاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا کہا گیا ہے کہ نجاست کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ انتفاع ناجائز ہونا اس کی کرامت (Respect) کی وجہ سے اور یہی صحیح ہے۔

[الفتاوی الهندیه الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات وفیه العزل وإسقاط الولد ج ۵ ص 364]

انسان ایسا مکرم ہے کہ اس کے دل، جگر، آنکھوں سے فائدہ اٹھانا تو دور کی بات اس کے صرف بالوں کو بیچ کر یا استعمال کر کے انتفاع بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔

﴿وَشَعْرِ الْإِنْسَانِ وَالِانْتِفَاعِ بِهِ﴾ أَيْ لَمْ يَجُزْ بَيْعُهُ وَالِانْتِفَاعُ بِهِ لِأَنَّ الْآدَمِيَّ مُكَرَّمٌ غَيْرُ مُبْتَذَلٍ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ مُهَانًا مُبْتَذَلًا" انسان کے بال کو بیچنا اور اس سے انتفاع ناجائز ہے کہ آدمی مکرم ہے اس کی تذلیل [Degradation] نہیں کی جائے گی لہذا اس کے اجزاء میں سے کسی جز کی بھی اہانت نہیں کی جائے گی۔ [بحر الرائق باب بیع الفاسد ج4 ص ۱۳۳]

حالت اکراہ میں بھی اعضاء انسانی کو کاٹنا جائز نہیں

حالت اکراہ میں کئی ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں مگر انسان اس قدر مکرم ہے کہ اس کے عضو کا کسی دوسرے انسان کے لیے کاٹنا حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اپنے اعضاء کے کٹوانے پر اجازت بھی دے۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں پوری ایک نوع کو لکھا جس کا عنوان وہ چیزیں جو حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔

النَّوْعُ الَّذِي لَا يُبَاحُ وَلَا يُرَخَّصُ بِالْإِكْرَاهِ أَصْلًا فَهُوَ قَتْلُ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ سَوَاءٌ كَانَ الْإِكْرَاهُ نَاقِصًا أَوْ تَامًّا لِأَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ لَا يَحْتَمِلُ الْإِبَاحَةَ بِحَالٍ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ,وَكَذَا قَطْعُ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ, وَالضَّرْبُ الْمُهْلِكُ...وَلَوْ أَذِنَ لَهُ الْمُكْرَهُ عَلَيْهِ أَوْ قَطَعَهُ أَوْ ضَرَبَهُ فَقَالَ لِلْمُكْرَهِ: افْعَلْ لَا يُبَاحُ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ ,لِأَنَّ هَذَا مِمَّا لَا يُبَاحُ بِالْإِبَاحَةِ وَلَوْ فَعَلَ فَهُوَ آثِمٌ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ فَعَلَ بِنَفْسِهِ أَثِمَ فَبِغَيْرِهِ أَوْلَى.

پتا چلا کہ مسلمان کو قتل کرنا اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا کسی حال میں جائز نہیں اگرچہ کٹوانے والا اس کی اجازت دے۔ اگر حالت اکراہ میں اس نے کاٹ دیا تو گناہگار ہو گا۔ [بدائع الصنائع کتاب الاکراہ جز 7 ص 362]

ایسا ہی فتاوی ہندیہ میں ہے کہ

وَلَوْ أُكْرِهَ عَلَى قَطْعِ يَدِ رَجُلٍ فَقَالَ ذَلِكَ الرَّجُلُ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ فِي الْقَطْعِ فَاقْطَعْ ، وَالْآذِنُ غَيْرُ مُكْرَهٍ لَمْ يَسَعْهُ أَنْ يَقْطَعَ ، وَإِنْ قَطَعَ فَهُوَ آثِمٌ

[الفتاوی الهندیه کتاب الاکراه الباب الثانی فیما یحل للمکره أن یفعل وما لا یحل ج ۵ ص 41]

حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا عضو کھانے کی اجازت نہیں

کسی مسلمان کو حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت نہیں۔ اگر چہ اس کی جان چلی جائے۔ حالانکہ حالت اضطرار میں حرام کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ

"الضرر لا یزال بالضرر لا یأكل المضطر طعام مضطر آخر ولا شیئا من بدنه" ضرر کو ضرر سے دور نہیں کیا جاتا۔ لہذا اگر دو شخص بھوک سے مر رہے ہوں اور ان کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا گوشت یا اس کے بدن سے کسی چیز کھانے کی اجازت نہیں۔

[الاشباه والنظائر القاعدة الثالثة من النوع الاول ج ۱ ص ۲۵۵]

اب ان لوگوں کا اعتراض بھی دور ہو گیا جو کہتے ہیں کہ کسی جان بچانے کے لیے کسی انسان کے اعضاء لگانے کا یہ عمل درست ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتب فقہ میں یہ واضح لکھا ہے کہ اگر چہ ایک انسان کی جان کو شدید خطرہ ہو پھر بھی اس کے لیے کسی دوسرے انسان کے اعضاء میں قطع و برید نا جائز ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمان کا اپنے اعضاء میں قطع و برید کر کے اسے بیچنا، ہبہ کرنا، (Donate) کرنا یا آنکھیں نکال دینا وغیرہ اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرنا ہے یعنی تغییر خلق اللہ ہے جو کہ نا جائز و حرام اور شیطان کی فرمانبرداری ہے۔ شیطان جب بارگاہ الٰہی سے دھتکار دیا گیا تو اس نے اللہ سبحانہ وتعالی سے عرض کی، قرآن پاک میں ہے۔

"وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ" [شیطان کہتا ہے کہ] ضرور [تیری مخلوق کو] کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ [النساء:۱۱۹]

اورتفسیر کبیر میں ہے کہ روی عن أنس وشهر بن حوشب وعكرمة وأبي صالح أن معنى تغيير خلق الله هاهنا هو الاخصاء وقطع الآذان وفقء العيون۔ یہاں پر تغییر خلق سے مراد انسان کا اپنے آپ کو خصی کرنا اور اپنے کان کاٹنا اور آنکھیں نکالنا وغیرہ ہے۔ [تفسیر کبیر ج5 ص384]

اور حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو حسن کو بڑھانے کے لیے اللہ عز وجل کی خلق میں تبدیلی کرتی ہیں۔

عَنْ عبد الله بن مسعود قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُوتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے چہرے کے بال نوچنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں رگڑنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔

[أخرجه البخاري في: 65 كتاب التفسير: 59 سورة الحشر: 4 باب وما آتاكم الرسول فخذوه۔ حدیث نمبر 4886]

تیسرا یہ کہ انسان اپنے کسی عضو کا مالک نہیں ہے۔ اس کے تمام اعضاء کا مالک اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اپنے اعضاء میں کسی قسم کا ایسا تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے جو دوسرے کے لیے ہو۔ بدائع الصنائع اور ہندیہ کے حوالے سے ہم نے یہ وضاحت کردی ہے کہ اگر ایک انسان اپنے اعضاء کاٹنے کی اجازت بھی دے پھر بھی دوسرے کو اس کے اعضاء کاٹنا ناجائز وحرام ہے اور اس کا اجازت دینا بھی ناجائز۔ کیونکہ یہ ان اعضاء کا مالک نہیں ہے تو یہ کیونکر اجازت دے سکتا ہے؟

کیا یہ طریقہ علاج ضرورت ہے؟

اب اگر یہ کہا جائے کہ ضرورت کی وجہ سے اس طریقہ علاج کو جائز ہونا چاہیے جیسا کہ فتاوی یورپ میں کہا گیا اور قاعدہ بھی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔

تو فقیر یہ کہتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو ایسی ضرورت جو ممنوعات کو جائز کرنے میں موثر ہے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ آئیے ہم ضرورت اور اس کی تاثیر کی شرائط مختصراً پیش کرتے ہیں۔

ضرورت کی تعریف

کسی فعل کا کرنا اس قدر ضروری ہو کہ اگر نہ کیا جائے تو ان پانچ یعنی دین وعقل ونسب ونفس ومال میں سے کوئی ایک چیز ضائع ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے دین وعقل ونسب ونفس ومال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور وزیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم کما فی الغمز وغیرہ بھی شامل) ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے جیسے دین کے لئے تعلم ایمانیات وفرائض عین، عقل ونسب کے لئے ترک خمر وزنا، نفس کے لئے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لئے کسب ودفع غصب امثال ذٰلک۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

یہ تو کتب فقہ سے واضح ہے کہ بس وہ ضرورت احکام میں تخفیف پیدا کرے گی جو ضرورت لازمہ یعنی لازمی طور پر پیش آتی ہو یا وہ ضرورت جس کا پیش آنا غالب ہو۔

اگر یہ طریقہ علاج لازمی طور پر پیش آنے والا بھی ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو۔ تو بھی ضرورت کی تاثیر کے لیے چند شرائط پایا جانا بہت ضروری ہے جو اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر وہ نہ پائی جائیں تو ضرورت کا تحقق کچھ بھی موثر نہ ہوگا۔ ان میں دو یہ ہیں۔

[1] ضرورت کا تحقق فی الحال ہو آیندہ ضرورت پیش آنے کا اندیشہ ضرورت نہیں اور اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ جیسا کہ اعضاء کو Donate اس لیے کیا جاتا ہے کہ آیندہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ایسے اندیشے کا کچھ اعتبار نہیں نہ یہ ضرورت ہے۔

[2] یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ اس ممنوع کام کو اپنانے پر دین یا جان یا عقل یا مال یا نسب بچ جائے گا۔ جبکہ اس طریقہ علاج یعنی ایک انسان کے اعضاء دوسرے کو لگانے میں یقین تو دور کی بات ظن غالب بھی نہیں۔ بلکہ خالی ظن میں بھی شک ہونے لگا ہے کیونکہ جدید ڈاکٹرز اور محققین نے اس طریقہ علاج کو ناکام قرار دیا ہے کہ

اس سے اکثر مریض کی جان چلی جانے کا شدید خطرہ رہتا ہے کیونکہ ایک جسم دوسرے جسم کے اعضاء کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔اس کے لیے ڈاکٹرز ایسے مریض کو روزانہ 20 سے 30 گولیاں کھانے کو دیتے ہیں ۔اور Transplant عضو زیادہ سے زیادہ 6 سے 8 سال کام کر سکتا ہے۔اس سے پہلے بھی کام کرنا چھوڑ سکتا ہے۔جب ایسا ہے تو اس طریقہ علاج کو ضرورت کیسے کہا جا سکتا ہے؟

جب کہ اس طریقہ علاج کے مقابل ایک طریقہ علاج بھی آ چکا ہے جس میں ایسے شرعی قباحتیں موجود نہیں ہیں ۔وہ یہ ہے کہ مریض کے جسم کے cells سے کلوننگ کے ذریعے اس کے اعضاء دل،جگر وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ جو ضرورت کے وقت استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

دوسرے انسان کے اعضاء نکال کر استعمال کرنے والا طریقہ علاج ناجائز ہونے کے ساتھ ایک گزارہ ہے۔یہ مرض کے لیے مکمل شفاء نہیں ہے۔یہ بات تو خود اس کے موجدین نے مان لی ہے۔اور یہ شفا ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا کہ " إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حرام چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے۔ [الصحیح البخاری باب شراب الحلواء والعسل]

اور یہ بھی یاد رہے کہ مردہ مسلمان کے اعضاء کاٹنے اور استعمال کرنے کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ جس سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے اس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے جس نے کسی مردہ کے اعضاء کو کاٹا گویا کہ اس نے زندہ مسلمان کے اعضاء کو قطع کیا۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

عَنْ عائشه أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا" ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

[سنن ابو داود باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذلك المکان حدیث نمبر 3207 سنن ابن ماجه کتاب الجنائز (1616) وقد أخرجه: مسند احمد (6/100، ۱۰۵، ۲۰۰ صحیح]

احناف کے اس جزئے پر قیاس بھی باطل ہوگا کہ اگر بچہ زندہ مردہ ماں کے پیٹ میں ہوتو احناف اس صورت میں بچے کو بچانے کے لیے مردہ کے پیٹ کو کاٹنے کا فتوی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ایک طرف منفعت یقینی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے بچہ کی جان کا بچنا یقینی یا مظنون بہ ظن غالب ہے۔ جب کہ ایک شخص کے اعضاء دوسرے کو لگانے سے بھی دوسرے کا بچنا یقینی نہیں کیونکہ سارے کا سارہ علم طب ظنی ہے اور مزید یہ کہ اس میں کوئی عضو کاٹ کر اس سے استمتاع یا انتفاع نہیں پایا جارہا۔ بلکہ صرف بچہ کو نکالا جارہا ہے۔ جبکہ یہاں ایک انسان کے عضو کاٹنے کا مقصد ہی صرف انتفاع ہے۔ لہذا اس کو اس پر کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

چوتھا یہ کہ انسانی اعضاء کو بیچنے کو جائز کہنا کئی مفاسد کے دروازے کو کھولنا ہے۔ غریب لوگ اپنے اعضاء کو بیچ کر اپنے پیٹ پالنے کے لیے تیار ہوجائے گے۔ اور لوگوں کو اغوا کر کے ان کے اعضاء نکال کر بیچنے کا سلسلہ شروع ہوجائے گا جسے روکنا مشکل ہوجائے گا۔

جب اتنی وجوہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلمان کا اپنے اعضاء کو عطیہ (Donate) کرنا یا بیچنا ناجائز ہے تو اس کی وصیت کرنا بھی ایک ناجائز کام کی وصیت ہوئی۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنے اعضاء کو کرنے یا آنکھیں وغیرہ دینے کی وصیت کر جائے تو یہ خلاف شریعت وصیت باطل ہے اس پر ہرگز عمل نہ ہوگا۔

ہدایہ میں ہے کہ "وَالْوَصِيَّةُ بِالْمَعْصِيَةِ بَاطِلَةٌ لِمَا فِي تَنْفِيذِهَا مِنْ تَقْرِيرِ الْمَعْصِيَةِ" گناہ کی وصیت کرنا باطل ہے کہ اس کے نفاذ سے گناہ کو باقی رکھنا لازم آتا ہے۔ [الھدایہ ج4ص689]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صواب والمجیب مثاب
مفتی شمس الہدی عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 29-08-2016

ایک بینک سے دوسرے میں جاتے وقت فری ملنے والی رقم لینا جائز ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 251

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہت سے بینک یو کے میں ایسے ہیں جو آپ کو فری کیش دیتے ہیں اگر آپ ان بینکس (Banks) میں اکاؤنٹ بناتے ہیں۔ مثلاً کسی دوسرے بینک سے ٹی ایس بی بینک میں ٹرانسفر ہوں گے تو وہ آپ کو تقریباً 100 پونڈ فری کیش دیں گے۔ کیا اس کا لینا جائز ہے۔

سائل: وقاص فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

میری معلومات کے مطابق یو کے کے بینکس زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا کسٹمر بنانے اور دوسرے بینکس کے اکاؤنٹ ہولڈرز کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے اکاؤنٹ ہولڈر کو کچھ نہ کچھ رقم دینے کا لالچ دیتے ہیں اور ان کے بینک کو جوئن (Join) کرنے پر وہ رقم اکاؤنٹ ہولڈر کو بطور گفٹ دیتے ہیں اور کافر کا مال جھوٹ بولے اور دھوکا دیئے بغیر اُس کی رضامندی سے لینا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ لہذا بینکس سے ملنے والا ایسا فری کیش لینا جائز ہے۔

جیسا کہ فقہِ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ "وَلِأَنَّ مَالَهُمْ مُبَاحٌ فِي دَارِهِمْ فَبِأَيِّ طَرِيقٍ أَخَذَهُ الْمُسْلِمُ أَخَذَ مَالًا مُبَاحًا إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ غَدْرٌ" کیونکہ مسلمان کے لیے کافروں کا مال لینا جائز ہے اگرچہ وہ مال لینا کسی بھی طریقہ سے ہو۔ بشرطیکہ اس میں دھوکا نہ ہو۔ (ہدایہ باب الربا جلد 3 ص 66)

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-10-2017

آئی وی ایف ٹریٹمنٹ کا شرعی حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 252

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ I-V-F ٹریٹمنٹ جائز ہے۔ جب کسی عورت کے اولاد نہ ہو رہی ہو تو یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی بھی کہا جاتا ہے۔ اور کیا ایسے کیس میں مرد ڈاکٹر اپنا رول ادا کر سکتا ہے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

میری معلومات کے مطابق اس طریقے میں مرد کے مادہ تولید اور عورت کے بیضے کو ملا کر ایک خاص ٹیوب میں رکھ کر اسے لبارٹری میں تیار کیا جاتا ہے اور پھر اسے عورت کی بچہ دانی میں سرنج نما کسی چیز سے رکھا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

[1]: عورت کے شوہر کا مادہ تولید ہی عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔

[2]: مادہ تولید رحم میں رکھنے کا عمل وہ عورت خود یا اس کا شوہر کرے۔

وہ اس طرح کہ عورت کے شوہر کو کسی طرح سکھا دیا جائے کہ وہ اس مکسڈ مادہ کو عورت کے رحم میں رکھے تاکہ کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی بلا ضرورت ستر کھولنا نہ پایا جائے کیونکہ اولاد کا حصول فرض وواجب نہیں ہے مگر بلا ضرورت مرد تو مرد رہا عورت کے سامنے بھی ستر کھولنا ناجائز ہے۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ "وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ إِلَى مَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنَ الرَّجُلِ" عورت کا عورت کو دیکھنا، اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے

تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضا کی طرف نظر کر سکتی ہے۔

["الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج۲، ص۳۷۰]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

بچہ کی آڈوپشن کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 253

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک بچہ سے حاملہ ہوں۔ میں اور میرے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ جب یہ بچہ پیدا ہوگا اسی وقت ہم اسے اپنے شوہر کی بہن کو دیدیں گے۔ وہ ان کو اپنا دودھ پلائے گی اور اپنا بچہ بنالیں گی۔ بچے کے والد کی جگہ اس بہن کے شوہر کا نام ہوگا۔ اس کے برتھ سرٹیفکیٹ پر بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟　　سائلہ: زینب فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اپنے بچہ کو شوہر کی بہن کی گود دینا جائز ہے اور ان کا بچہ کو دودھ پلانا بھی جائز ہے مگر اس کے اصل والد کی جگہ بہن کے شوہر کو والد بتانا اور سرٹیفکیٹ وغیرہ پر لکھنا بالکل ناجائز وحرام اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ۔

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ انہیں ان کے اصل باپ ہی کی طرف منسوب کر پکارو یہ اللہ

کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔ [احزاب:5]

اور برتھ سرٹیفکیٹ پر اصل والد کا نام ہٹا کر بہن کے شوہر کا نام لکھنا گویا کہ اسے اس کے والد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ہے جو کہ ناجائز اور اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا موجب ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: "مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا"

جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۱۵۳۰۹، ج۶، ص۷۸)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: "من ادعی الی غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام" جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۹/صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم ۱/ ۵۷)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ ۲/ ۳۴۱/سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱)

فتاوی فیض الرسول میں ہے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے لیے یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تو وہ بدرجہ اولی اس وعید کا مستحق ہے۔
[فتاوی فیض الرسول ج2 ص714]

لہذا آپ اپنا بچہ ان کی گود میں دے سکتے ہیں مگر سرٹیفکیٹ وغیرہ پر اس کے اصل والد ہی کا نام لکھا جائے اور بچہ کو بھی اصل والد کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح　　کتبـــــــہ

شمس الہدی عفی عنہ　　ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

خادم الافتاء کنز الایمان یو کے　　Date: 26-6-2016

بچہ کی تحنیک اور کان میں اذان کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 254

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے کے کان میں اذان کا طریقہ کیا ہے اور کیا تحنیک [گھٹی] بچے کے کان میں اذان کے دیئے کے فوراً بعد دی جائے یا ہوسپیٹل سے فارغ ہونے پر دے دی جائے۔ کیا تحنیک کرنے والے کا نیک ہونا ضروری ہے۔ کیا اس کی جگہ والدین گھٹی دے سکتے ہیں۔

سائل: رضوان فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابُ

اذان وتحنیک میں ترتیب کسی کتاب میں نظر سے نہ گذری مگر ایک کتاب میں پڑھا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں میں تکبیر پڑھی اور اپنے دہن مبارک سے تحنیک فرمائی۔ ایسا کرنا بہتر ہے کہ سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان دی جائے تاکہ سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان کے ذریعے نورِ توحید داخل کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے اور بعدہ تحنیک کی جائے مگر تحنیک کا اذان کے فوراً بعد ہونا ضروری نہیں ہے۔ آپ ہوسپٹل کے معاملات سے فارغ ہوکر کر سکتے ہیں مگر یہ بہتر ہے کہ سب سے پہلا کھانا بچہ کے لیے وہ تحنیک ہی ہو۔ تحنیک کے لیے کوئی بزرگ یا عالم دین ہونا بہتر ہے، ضرور اس کی برکات اسے ملیں گی مگر کسی عالم و بزرگ کا ہونا تحنیک کے لیے ضروری نہیں۔ والدین بھی تحنیک کر سکتے ہیں۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد اذان دی جائے جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ

اوس کے کان میں اذان واقامت کہی جائے اذان کہنے سے ان شاءاللہ تعالیٰ بلائیں دور ہو جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵، ص ۱۵۳)

اور حدیث میں آیا کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس بچے سے ام الصبیان (کی بیماری) دور رہتی ہے۔" (شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاھلین، الحدیث ۸۶۱۹، ج ۶، ص ۳۹۰)

تحنیک بزرگ وعالم شخص سے کروانا بہتر ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت ہے کہ " أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور تحنیک کرتے۔

["صحیح مسلم"، کتاب الطھارۃ، باب حکم بول الطفل الرضیع...الخ، الحدیث: ۱۰۱۔(۲۸۶)، ص ۱۶۵]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز مثلاً کھجور چبا کر اس بچہ کے تالو میں لگا دیتے کہ سب سے پہلے اس کے شکم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن پہنچے۔ اسی مفہوم کی اور احادیث بھی موجود ہیں جن کی بناء پر مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صالح و متقی مسلمانوں سے تحنیک کرواتے ہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبــــــــــہ
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 29-4-2016

A Question about Tahneek

الاستفتاء 255

Question:

What do scholars of Islam say regarding this ruling of shari'ah about the way of saying azan in a baby's ear and the tehneek given

to the child should be given after saying the azan or after getting finished from the formalities of the hospital. And for the person who is giving is it compulsory for him or her to be pious. And can parents give the tehneek.

Questioner: Rizwan from England

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

The order of azan and tehneek didn't passed from my sight but I've read in a book that when Hazrat Hussain رضی اللہ عنہ was born our Holy Prophet Hazrat Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم said azan in his right ear and takbeer in his left ear and gave tehneek to him by his holy mouth. Its better to first say azan in the baby's ear so that first of all the light of tawheed can be added to the baby's ear by saying azan. Its better to say azan 4times in the right ear and iqamat 3times in the left ear and then tehneek should be given therefore it's not compulsory to give tehneek directly after saying azan. The tehneek can be given after getting finished from the formalities of the hospital but it's better that the first food given to the child should be tehneek. Its better if any pious man or a scholar gives tehneek to the baby but it's not compulsory for tehneek. The tehneek can be given by the parents as well.

The azan should be given after the child's birth. As it's said in Bahar e Shariat that when a child is born its mustahab to say azan and iqamat in the ear of the baby it's better to say azan 4times in the right ear and 3times iqamat in the left ear.

(Bahar e Shariat,part 15,pg153)

As our Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ said that": When a baby is born in someone's house and and he says azan in his right ear and iqamat in his left ear so by this the illness of um ul sibyan)[a specific illness of children (stays away from that child.

(Shuab ul Iman,chp huqooq ul aulaad wal ahlain,hadeeth 8619,part 6,pg 390)

Its better if a pious man or scholar gives tehneek as it is in Muslim Shareef narrated by Hazrat Ayesha رضی اللہ عنہا

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ"

That when children were brought to The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ prays for them and used to give them tehneek.

(sahih muslim, kitaab ul taharah,hadith 101,pg165)

The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ used to chew a date and sticks it to the roof of the mouth of the child in this way the holy luaab of The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ goes into the

stomach of the baby. A lot of ahadees related to this are available on the basis of these ahadees Muslims have a routine of giving tehneek to their children

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

Answered by: Muhammad Qasim Zia al Qadri

بچہ کے سَر نَیم میں والد کا نام مٹا کر نئے شوہر کا نام لکھنا

الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 256

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ کے طلاق دینے کے بعد بچہ کا (Surname) بدلنے کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔ کیا ماں اس کے والد کا نام ہٹا کر اپنے نئے شوہر کا نام بچے کے نام کے ساتھ بطورِ Surname لگا سکتی ہے۔

سائلہ: جمیلہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

بچے کے نام کے ساتھ لگے ہوئے اصل والد کے نام کو ہٹا کر نئے شوہر نام نہیں لگا سکتے کیونکہ عرف یہی ہے کہ والد کا نام بچے کے نام کے ساتھ بطورِ (Surname) استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً فاطمہ بنتِ زید کو فاطمہ زید لکھا جاتا ہے تاکہ پتا چل سکے کہ زید فاطمہ کا والد ہے۔ جب ایسا ہے تو اصل والد کا نام ہٹا کر نئے شوہر کا نام لکھنا گویا کہ اسے اس کے والد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ہے جو کہ ناجائز اور اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا موجب ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:"مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا"

جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۱۵۳۰۹، ج۶، ص ۷۸)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:"من ادعی الی غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام" جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۹/صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیہ وھو یعلم ۱/ ۵۷)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ ۲/ ۳۴۱/سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱)

فتاوی فیض الرسول میں ہے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے لیے یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تو وہ بدرجہ اولی اس وعید کا مستحق ہے۔

[فتاوی فیض الرسول ج2ص714]

بعض اوقات ایسا کرنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بچہ کے ذہن سے اصل والد کو محو کر دیا جائے اور اسے یہی بتایا جائے کہ یہ نیا شوہر ہی تیرا اصل باپ ہے۔ اگر ایسی نیت ہے تو اور زیادہ حرام و ناجائز۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبـــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 29-4-2016

بہن کا بہن کے گھر رات گذارنا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 257

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی اکثر اپنی بہن کو ملنے دوسرے شہر میں اس کے گھر جاتی ہے اور کبھی وہاں رات بھی رہتی ہے۔ میں یہ تو جانتا ہوں کہ اس کی بہن کا شوہر میری بیوی کے لیے غیر محرم ہے۔ مگر وہ اپنے بہنوئی کے ساتھ تنہا نہیں ہوتی۔ میری بیوی کے وہاں رہنے میں کوئی شرعی پکڑ تو نہیں؟

سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِیَ النُّورَ وَالصَّوَابَ

اگر آپ کی بیوی شرعی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے بہنوئی سے پردہ کرتی ہے تو اسے اپنی بہن کے گھر رات گذارنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر فی زمانہ بچنے میں ہی عافیت ہے، خصوصی طور پر انگلینڈ جیسے ملک میں کیونکہ یہاں گھر چھوٹے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شرعی پردہ کرنا مشکل امر ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یوکے

کتبہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری
Date: 29-4-2016

بیگرز کو رقم دینا کیسا ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 258

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم گلیوں میں مانگنے والے بیگرز (Beggars) کو روپے پیسے دے سکتے ہیں۔

سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر مانگنے والے مستحق ہیں تو دینے میں کوئی حرج نہیں مگر بطورِ پیشہ مانگنے والوں کو دینا منع ہے کیونکہ یہ تعاون علی الاثم (یعنی گناہ پر مدد کرنا) ہے اور اللہ تعالی نے اس سے منع فرمایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (المائدہ:2)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 27-12-2017

پریگننٹ عورت کے لیے حمل کی حفاظت کا وظیفہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 259

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پریگننٹ ( ) ہوں مجھے حمل کی حفاظت کا کوئی وظیفہ ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتادیجئے عنایت ہوگی۔

سائلہ: ایک بہن - انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجعَل لِيَ النُّورَ وَالصَّوَاب

حمل کی حفاظت کئی وظائف وتعویذات موجود ہیں۔ ان میں سے دو عرض کرتا ہوں۔ پہلا یہ ہے کہ پارہ چودہ 14 کی سورۃ نحل کی آیت نمبر 127 اور 128 کا تعویذ بنا کر کمر میں باندھے اور تعویذ ناف کے نیچے پیڑو پر باندھا جائے۔ ان دونوں آیتوں کو ایسے لکھا جائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَ اصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡكُرُوۡنَ ﴿127﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ﴿128﴾ (جنتی زیور ص 608)

ایک اور طریقہ بھی اس کے لیے مفید ہے وہ یہ ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کسی کاغذ پر 55 بار لکھ کر (یا لکھوا کر) تعویذ کو پلاسٹک کوٹنگ کروا کر کپڑے یا ریگزین یا چمڑے میں سی کر حاملہ گلے میں پہن لے یا بازو میں باندھ لے ان شاء اللہ عزَّوجلَّ حمل کی بھی حفاظت اور بچّہ بھی بلا وآفت سے سلامت رہے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ وَرَسُوۡلُهٗ اَعۡلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

تیس سالہ نیو مسلم کے لیے ختنہ ضروری ہے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 260

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو نے ابھی اسلام قبول کیا ہے اس کی عمر 30 سال ہے کیا اس کو ختنہ کرنا ضروری ہے یا وہ اس کے بغیر بھی رہ سکتا ہے اور اس کام کے لیے کسی ڈاکٹر کے سامنے ستر کھول سکتا ہے؟ حنفی فقہ اس بارے میں کیا کہتی ہے۔ سائل: زبیر فرام انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر وہ نیو مسلم ختنہ پر قادر ہے تو ضرور کرے کما فی الفتاوی الرضویہ۔ کیونکہ حدیث میں آیا کہ ایک صاحب نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: **الق عنك شعر الكفر ثم اختتن**۔ زمانہ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر۔

(اسنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب الرجل یسلم فیؤ بالغسل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵۲)

اگر خود کر سکتا ہو تو خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کر لے اور اگر خود نہیں کر سکتا تو کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو اس سے نکاح ممکن ہو تو اس سے نکاح کر لے اور وہ ختنہ کر دے، اس کے بعد چاہے تو اس عورت کو چھوڑ دے اور اگر ان دونوں صورتوں پر عمل ناممکن ہو تو ڈاکٹر سے ختنہ کرا لے کیونکہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے: **ينظر الطبيب الى موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها وكذا نظر قابلة وختان**: ضرورت کے وقت بقدرِ ضرورت ڈاکٹر مرض کی جگہ (خواہ وہ جائے پردہ ہو) کو دیکھ سکتا ہے اور قدر ضرورت محض اندازے سے ہوگی۔ اسی طرح دایہ اور ختنہ کرنے والے کا معاملہ ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس مطبع مجتبائی دھلی ۲/ ۲۴۳)

سیدی اعلی حضرت فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں کہ اگر خود کر سکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کر لے یا کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کرا دیا جائے وہ ختنہ کر دے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خریدی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہو سکیں تو حجام ختنہ کر دے کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۳]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-11-2016

جن پھلوں پر اللہ عزوجل کا نام لکھا ہوتا ہے ان کے ساتھ ہمیں کیا کرنا چاہیے

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 261

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پھل پر اللہ تعالی کا نام لکھا ہوا ہو تو ہمیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح کی پھلوں کی تصاویر ریگولرلی سوشل میڈیا پر بھیجی جاتی ہے تو کیا ان کے بارے میں شک کرنا کوئی بری چیز تو نہیں ہے۔　سائل: احسن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابِ

اگر کسی پھل وغیرہ پر اللہ تعالی کا مبارک نام لکھا ہوا ہو تو ہمیں اس کا ادب کرنا چاہیے اور اسے برکت کے لیے کھانا بھی جائز ہے۔ لیکن آج کل لوگ خود اپنے ہاتھ سے کسی پھل یا چیز وغیرہ اسم جلالت کو لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ یہ خود ہی لکھا گیا ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ جھوٹ ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے۔ اور ایسی

پھلوں کی تصاویر کے بارے میں شک پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ان پر یقین ضروری نہیں ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

جن چیزوں پر کچھ تحریر ہو ان کے استعمال کا حکم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 262

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تمام زبانیں الہامی ہیں؟ اگر ہاں تو ان کی بے ادبی سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن آج کل مختلف چیزوں یعنی جرابوں اور جوتوں اور دیگر ضرورت کی چیزوں پر کسی نہ کسی زبان کے الفاظ لکھے ہی ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: ندیم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

جی ہاں! دنیا میں بولی جانے والی زبانیں الہامی ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے کہ "اَللُّغَاتُ کُلُّھَا تَوْقِیفِیَّۃٌ" دنیا میں بولی جانے والی تمام زبانیں توقیفی یعنی الہامی ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۳۹۶)

لہذا دنیا کی ہر زبان کے حُروف کا ادب کرنا چاہیے اور ایسی چیزوں کے استعمال سے بھی بچنا چاہیے جن پر کچھ لکھا ہوا ہو۔ مگر جہاں تک ان چیزوں کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کا تعلق ہے تو ایسی چیزوں کا استعمال عُمومِ بلوی کی وجہ سے حکمِ جواز رکھتا ہے۔

کیونکہ آج کل اس میں خواص وعام سب کا ابتلاء ہے۔ زیادہ تر استعمالی چیزیں عموماً بچھانے کی دری اور چادر نیز فوم کے گدیلوں کے اَستر اور پلنگ اور بیڈ کی چادروں پر کمپنیوں کے نام تحریر ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ پہننے والے کپڑے کی کناریوں اور روئی لپیٹنے والے کپڑوں پر فیکٹریز کے نام وغیرہ کی لکھے ہوتے ہیں اور ان سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اور ان چیزوں کو استعمال کرنے کا جواز مشقت کو دور کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۔ اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ:۶]

اور سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ایسا پڑیا جس میں اسپرٹ وغیرہ ڈالا جاتا تھا عمومِ بلوی کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ پُڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں [انڈیا و پاکستان میں رہنے والوں] کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعثِ تخفیف۔ [فتاوی رضویہ ج۴ ص ۳۸۱]

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس طرح عمومِ بلوی نجاست کے معاملہ میں تخفیف کا حکم پیدا کرتا اسی طرح حلال وحرام میں بھی موثر ہے۔

ولا یخفی علی خادم الفقہ ان ھذا کما ھو جار فی باب الطھارۃ والنجاسۃ کذلک فی باب الاباحۃ والحرمۃ۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت ونجاست میں جاری ہے۔ ایسے ہی حرمت واباحت میں بھی جاری ہے [فتاوی رضویہ کتاب الاشربہ ج ۲۵ ص ۸۸]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-10-2016

چوری کر کے رقم کسی کو خرچ کرنے کے لیے دے دی تو

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 263

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے رقم چوری کی اور کسی دوسرے شخص کو خرچ کرنے کے لیے دے دی۔ تو اب کیا وہ رقم چور مالک کو لوٹائے گا یا جسے اس چور نے دی تھی وہ واپس کرے گا۔

سائل: بلال فرام اولڈم-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

اگر دوسرے شخص کے پاس رقم موجود ہے اور اسے معلوم ہو گیا کہ یہ فلاں کی ہے اور اس نے چوری کی ہے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ رقم مالک کو پہنچائے اور اگر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہ رقم دوسرے شخص نے خرچ کر کے ختم کر دی اگر چور پر حد نہیں لگائی تو چور پر اس کا تاوان لازم ہے یعنی وہ چور اتنی رقم مالک کو واپس کرے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اگر [چور نے وہ چیز] بیچ ڈالی یا ہبہ کر دی اور خریدار یا موہوب لہ نے ضائع کر دی تو یہ [لوگ] تاوان دیں [نہ کہ چور] اور خریدار چور سے ثمن واپس لے۔ اور اگر ہاتھ کاٹا نہ گیا ہو تو [مالک] چور سے ضمان لے گا۔ [بہار شریعت ج2 حصہ9 ص421]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-10-2016

پریگنسی (حمل) کو روکنے کے لیے کنڈم یا ٹیبلیٹس کھانا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

اَلْاِسْتِفْتَاء 264

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حمل کو روکنے کا کیا حکم ہے۔ کیا حمل کو روکنے کے لیے کنڈم یا ٹیبلیٹس کھانا جائز ہے اور حمل کو روکنے کے کونسے جائز طریقے ہیں؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَابُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

رزق کی تنگی کے خوف سے منصوبہ بندی (Birth Control) کرنا ناجائز ہے جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ۔ ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (پ 15 سورۃ بنی اسرائیل: 31)

لہٰذا اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ غریبی کے ڈر سے تنگیٔ رزق کے خوف سے ضبط تولید (اولاد کو روکنا) ناجائز ہے۔

اور جب ایسی کوئی نیت نہ ہو اور کسی ضرورت کی وجہ سے حمل ہونے کو روکنا جائز ہے اس میں قباحت نہیں ہے۔ حمل روکنے (Birth Control) کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے کچھ عزل کے مشابہہ ہونے کی وجہ سے جائز اور کچھ ناجائز ہیں۔ جو طریقے آج کل رائج ہیں ان میں سے جائز طریقے درج ذیل ہیں۔

(1) گولیاں کھانا (2) انجکشن لگانا (3) نارپلانٹ (کیپسول کھانا) (4) کنڈوم (عضوتناسل پر غبارہ نما کوئی چیز چڑھا کر جماع کرنا) (5) کاپرٹی (رحم کے منہ پر ٹیوب رکھنا جو تقریباً دس سال تک موثر ہے۔ (6) ملٹی لوڈ (رحم کے

منہ پر چھوٹی ٹیوب رکھنا جو تقریباً سال تک موثر ہے)

مشورہ

گولیوں، نارپلانٹ، انجکشنوں اور کاپرٹی، ملٹی لوڈ وغیرہ باطریقے اگرچہ شرعاً جائز ہیں مگر یہ طریقے طبی لحاظ سے مضر ہو سکتے ہیں۔ عزل (یعنی صحبت کے وقت اپنا مادہ منویہ باہر خارج کرنا) اور کنڈوم کا استعمال دونوں میں مقصود ایک ہی ہے کہ استقرار حمل سے بچنا۔ لہٰذا بضرورت اس طریقہ کو استعمال کیا جائے۔ اس میں نقصان وضرر کم ہے۔

ناجائز طریقوں میں ہر وہ طریقہ شامل ہے جس سے مرد یا عورت میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے وہ ناجائز طریقے درج ذیل ہیں۔

(1) نس بندی　(2) نل بندی　(3) بچہ دانی نکلوانا

نسبندی

اس طریقے میں بچہ پیدا کرنے کے جراثیم مرد کی جن نالیوں سے گزرتے ہیں انہیں کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔ جس سے مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے اور مرد بانجھ ہو جاتا ہے۔ مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرنا حرام ہے۔ اگرچہ نسبندی سے ہو یا خصی ہونے کے ذریعے ہو۔

جیسا کہ حدیث شریف: میں ہے۔ صاحب مشکوۃ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ: "اِنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنَ اَتَی النبیَّ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِی الْاِخْتِصَاءِ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰی وَلَا اخْتَصٰی"

ترجمہ

سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو خصی کرے یا خصی ہو وہ ہم میں سے نہیں۔"

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ جلد 1 ص 152)

مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نسبندی کرنا اور کروانا اور خصی ہونا اور خصی کرنا دونوں منع ہیں۔

فتاوی مصطفویہ میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔

ضبطِ تولید کے لیے مرد کی نس بندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے اس میں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن وحدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ اور شیطان بولا میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور تفسیر صاوی میں ہے کہ "من ذلك تغيير الجسم" اور اس میں سے ہے جسم کی تغییر۔

(فتاوی مصطفویہ ج 1 ص 531)

(2) نل بندی کرنا

اس طریقہ میں عورت کی طرف بچہ کو پیدا کرنے والے جراثیم کو روکنے کے لیے بچہ دانی کی نالی کو کاٹ کر بند کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح عورت ہمیشہ کے لیے بانجھ ہو جاتی ہے۔ یہ کام بھی حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے کیونکہ اس میں بھی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم کی گئی ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔

(3) بچہ دانی کو نکلوا دینا

اس طریقہ میں عورت کے پیٹ میں نطفہ جہاں ٹھہرتا ہے اس کو ہی نکال دیا جاتا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔

مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وقار الفتاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپریشن کر کے حمل کی صلاحیت کو ضائع کر دینا حرام اور ناجائز ہے اور مثلہ کے حکم میں ہے۔ مثلہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا۔ اس میں بھی رحم کو ضائع کر دیا جاتا ہے" (وقار الفتاوی ص 123 جلد 3)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح　　کتبہ

شمس الہدیٰ عفی عنہ　　ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے　　Date: 1-4-2016

خون دینے کا حکم

الاستفتاء 265　　الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مریض کو خون کی حاجت ہوتو کیا اسلام میں مریض کو خون چڑھانا جائز ہے؟ اور اگر زندگی وموت کی حالت ہوتو کیا حکم ہے اور دینے والے کے لیے کیا حکم ہے کیونکہ اسے تو کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

سائل: طاہر فرام لنڈن-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

مریض کی جان یا اس کے کسی عضو کو بے کار ہونے یا شدید نقصان سے بچانے کے لیے اسے خون چڑھانے کی اجازت ہے اور اس صورت میں بھی اسی قدر خون چڑھانا جائز ہوگا جس سے ضرورت پوری ہوجائے۔

جسم میں خون چڑھانے کی حرمت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اور حرام چیزوں کو علاج ومعالجہ کے لیے دواء کے طور پر استعمال کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے مگر یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب ان سے حصولِ شفاء کا یقین یا ظنِ غالب نہ ہو۔ حصولِ شفاء کا یقین یا ظنِ غالب ہوتو ایسی حرام چیزوں کو بھی دواء کے طور پر استعمال کرنے میں حرج نہیں۔

البحر الرائق میں ہے کہ "وَقَدْ وَقَعَ الِاخْتِلَافُ بَيْنَ مَشَايِخِنَا فِي التَّدَاوِي بِالْمُحَرَّمِ فَفِي النِّهَايَةِ عَنْ الذَّخِيرَةِ الِاسْتِشْفَاءُ بِالْحَرَامِ يَجُوزُ إذَا عُلِمَ أَنَّ فِيهِ شِفَاءً وَلَمْ يُعْلَمْ دَوَاءٌ آخَرُ " ہمارے مشائخ کے درمیان حرام چیزوں کو دواء کے طور پر استعمال کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور نہایہ میں ہے کہ اگر حرام چیز سے شفاء کا علم ہو اور کوئی اور دواء بھی نہ ہوتو اس کا استعمال جائز ہے۔

[البحر الرائق، باب تداوی ببول مایؤ کل لحمہ ج ۱ ص ۱۲۲]

اور خون کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مشاہدات وتجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خون چڑھانے سے مریض شدید نقصان سے بچ جاتا اور بسا اوقات اس کی جان بھی محفوظ ہو جاتی ہے۔ تداوی بالمحرم کے بارے میں اسی موقف کو صاحب ہدایہ نے اختیار فرمایا جیسا کہ بحر میں ہی ہے۔

وَ كَذَا اخْتَارَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِي التَّجْنِيسِ فَقَالَ إِذَا سَالَ الدَّمُ مِنْ أَنْفِ إِنْسَانٍ يَكْتُبُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ بِالدَّمِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ وَيَجُوزُ ذٰلِكَ لِلِاسْتِشْفَاءِ وَالْمُعَالَجَةِ، وَلَوْ كَتَبَ بِالْبَوْلِ إِنْ عُلِمَ أَنَّ فِيهِ شِفَاءً لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ لٰكِنْ لَمْ يُنْقَلْ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةٌ عِنْدَ الِاسْتِشْفَاءِ أَلَا تَرَى أَنَّ الْعَطْشَانَ يَجُوزُ لَهُ شُرْبُ الْخَمْرِ وَالْجَائِعَ يَحِلُّ لَهُ أَكْلُ الْمَيْتَةِ"

[البحر الرائق باب تداوی ببول مایوکل لحمہ ج ۱ ص ۱۲۲]

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے علامہ عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ ضرورت کے وقت حرام چیزوں کو دواء کے طور پر استعمال کے حوالے سے فقہاء احناف میں اتفاق ہے اختلاف نہیں۔

"وَأَفَادَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ الِاخْتِلَافُ فِي كَلَامِهِمْ لِاتِّفَاقِهِمْ عَلَى الْجَوَازِ لِلضَّرُورَةِ، وَاشْتِرَاطُ صَاحِبِ النِّهَايَةِ الْعِلْمَ لَا يُنَافِيهِ اشْتِرَاطُ مَنْ بَعْدَهُ الشِّفَاءَ وَلِذَا قَالَ وَالِدِي فِي شَرْحِ الدُّرَرِ: إِنَّ قَوْلَهُ لَا لِلتَّدَاوِي مَحْمُولٌ عَلَى الْمَظْنُونِ وَإِلَّا فَجَوَازُهُ بِالْيَقِينِيِّ اتِّفَاقٌ"

[رد المحتار فروع التداوی بالمحرم ج ۱ ص ۲۱۰]

کسی شخص کو مسلم مریض کی جان بچانے کے لیے اور مذکورہ بالا تمام صورتوں میں خون دینا بھی جائز ہے کیونکہ ہماری شریعت میں دوسرے مسلمان کی ضرورت کا بھی اعتبار ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے کہ پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا۔ مثلاً: (۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالانکہ ابطال عمل حرام تھا۔ قال تعالیٰ

لاتبطلوا اعمالکم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔

[فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۷]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب نجیح
شمس الہدیٰ عفی عنہ
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

کتبـــــــہ
ابو الحسن محمد قاسم ضیا القادری
Date: 1-4-2016

ڈرگ ڈیلرز کے بارے میں پولیس کو Inform کرنا جائز ہے؟

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 266

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے بھائی کے عیب چھپانے چاہیے اس سے اللہ تعالی ہمارے عیب چھپائے گا تو کیا پھر انگلینڈ میں جو ڈرگ ڈیلر ہیں ان کے بارے میں ہمیں پولیس کو نہیں بتانا چاہیے اور کیا ان کے بارے میں پولیس کو بتانا جائز ہے؟ سائل: راجہ فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں: جائز ہے یاد رکھیے کہ جس کی بُرائی سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو دوسروں کو اُس سے بچانے کیلئے بقدرِ ضرورت صرف اُسی بُرائی کا تذکرہ کرے یا اس برائی کو روکنے کے لیے پولیس کو (Inform) کرنا بالکل جائز بلکہ اچھی نیت پر ثواب کا مستحق ہوگا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم » اَتَرِعُوْنَ عَنْ ذِکْرِ الْفَاجِرِ اذْکُرُوْہُ بِمَا فِیْہِ کَیْ

یَعْرِفُهُ النَّاسُ وَیَحْذَرُہُ النَّاسُ«

فرمانِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: کیا فاجر کے ذکر سے بچتے ہو اس کو لوگ کب پہچانیں گے! فاجر کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جو اس میں ہے تا کہ لوگ اس سے بچیں۔

(السنن الکبری باب الرجل من أھل الفقہ یسأل عن الرجل ج10 ص210 حدیث 21442)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیا القادری

Date: 17-10-2016

[Birthday] پر تحفوں کا لین دین کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 267

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سالگرہ [Birthday] کے موقع پر سادہ سا کھانا دینا اور تحفوں کا لین دین کرنا جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک [Western culture] ہے لہذا سالگرہ کرنا حرام ہے۔ سائلہ: Selina فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَاب

اچھے اور جائز افعال کے ساتھ سالگرہ منانے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس موقع پر تحفوں کے لین دین میں کوئی مضائقہ بشرطیکہ اس میں اور کوئی مانع شرعی نہ پایا جائے۔ آج کل مختلف [Birthday] پارٹیز میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا میل جول اور موسیقی کی دھنوں میں بسا ماحول اور دیگر کاموں میں شریعت سے عدول، اسے تو ہر ذی عقل

ناجائز ہی کہے گا۔

ایسے موقع پر اگر کچھ نہ کچھ قرآن پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کی ترکیب ہو اور نیکیوں بھری لمبی عمر کی دعائیں کی جائیں اور کھانا وغیرہ اپنی فیملیوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ غرباء میں بھی تقسیم کیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح　　　　کتبــــــــــہ

شمس الہدیٰ عفی عنہ　　　　ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنزالایمان یوکے　　　　Date: 17-10-2016

کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا کیسا

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 268

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کریڈٹ کارڈ بنوانا کیسا؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے استعمال کا حکم کیا ہے تو کیا میں کریڈٹ کارڈ کے ذریعے حج کے رقم ادا کرسکتا ہوں اگر میں سود لگنے سے قبل ہی اسے ادا بھی کردوں؟　　　　سائل: افضل فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

کریڈٹ کارڈ بنوانا اس صورت میں جائز ہے جب بنوانے والے کا عزم مصمم ہو کہ وہ مقررہ مدت کے اندر ہی قرض لی ہوئی رقم لوٹا دے گا اور اس پر سود (Interest) نہیں لگنے دے گا اور اس پر اس کا سختی سے عمل بھی ہو تو ان شرائط کے ساتھ کریڈٹ کارڈ بنوانا اور اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔ کما اتفق علماء اندیا علیہ اور آپ اس کے ذریعے حج کے پیکیج کی رقم بھی ادا کرسکتے ہیں۔

کریڈٹ کارڈ بنوانے کے بارے میں ایک اعتراض زیرِ بحث آیا کہ کریڈٹ کارڈ بنواتے وقت صارف کو بینک سے یہ معاہدہ کرنا پڑتا ہے کہ اگر رقم کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو اضافی رقم بطور سود (Interest) ادا کروں گا تو اس سودی معاہدہ پر دستخط کرنے کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ بنوانا شرعاً ناجائز ہوا۔

اصل میں کریڈٹ کارڈ کی ایسی شرط کی دو صورتیں ہیں۔ (1) اگر وہ صارف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے لی ہوئی رقم مقررہ مدت میں واپس کردے تو اسے کوئی زائد (سود) رقم نہیں دینی پڑے گی۔ (2) اگر اس نے رقم کی ادائیگی میں مقررہ مدت سے زیادہ تاخیر کی تو اصل رقم کے ساتھ اضافی رقم (سود) دے گا۔

تو جب کریڈٹ کارڈ بنوانے والے کا عزم اس شرط کی پہلی صورت پر عمل کرنے کا ہے اور اس پر عامل بھی ہے تو وہ پہلی صورت کو قبول کرتے ہوئے ہی دستخط کررہا ہے جو کہ بالکل جائز ہے تو اس صورت میں اس کا معاہدہ پہلی صورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت خلافِ عزم ہونے کی وجہ محض لفظی ہے۔ لہٰذا کریڈٹ کارڈ بنوانے کے لیے پہلی صورت پر عمل کی نیت سے فارم پر دستخط کرنا جائز ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-11-2017

لائف انشورنس کے بارے میں فتوی

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 269

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انگلینڈ میں لائف انشورنس پولیسی لینا جائز ہے؟

سائل: فیضان یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِکِ الوَھَابْ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

لائف انشورنس کے لیے کمپنی کے پاس جمع شدہ لوگوں کے مال کی حیثیت قرض کی ہے۔اس پر جو نفع ملے گا وہ ربا ہے کیونکہ وہ مشروط بالعقد تھا۔اور ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ رِبًا.

[الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

اور اس کے ساتھ ساتھ لائف انشورنس قمار [جوا] بھی ہے۔کیونکہ اس میں اگر کوئی پالیسی ہولڈر کی ایک قسط بھی جمع ہونے سے رہ گئی تو لائف انشورنس کمپنی اس کی تمام اقساط ضبط کر لے گی۔لہذا لائف انشورنس ناجائز و حرام ہے۔

سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لائف انشورنس کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ نرا قمار ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم جس کی امید پر دین اگر ملے بھی تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار روے بلکہ وہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا، اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں، قال اللہ تعالی لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔اللہ تعالی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور مت کھاؤ۔] البقرۃ:۱۸۸]

[فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۱]

مگر کسی کافر ملک میں لائف انشورنس چند شرائط کے ساتھ جائز ہو سکتی ہے۔

[1]: جو کمپنی لائف انشورنس کرتی ہے وہ مکمل کفار کی کمپنی ہو اس میں ایک بھی مسلمان شریک (Partner) نہ ہو۔

[2]: اس میں مسلمان کا نفع یقینی ہو یعنی لائف انشورنس کروانے والے مسلمان کو اپنی موجودہ حالت کے ساتھ مدت مقررہ یا اس کے بعد کی مدت موسعہ تک کی تمام قسطیں مسلسل جمع کروانے کا ظن غالب ہو۔کیونکہ غیر مسلم کے ساتھ عقد فاسد کرنے کی اجازت اسی وقت ہے جب مسلمان کا فائدہ یقینی ہو اور اگر تین سال سے قبل پولیسی ختم کرے گا تو اس کی ساری رقم ضائع ہو جائے گی اور یہ مسلمان کا نقصان ہے۔

[3]: اس کے سبب کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو۔

جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لائف انشورنس کے جواز کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقا حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اس پر جو زیادت ہے ربا، اور دونوں حرام وسخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اس میں نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مرگیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھی بعد ہی مرگیا تو دیئے ۲۴۶ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا سمجھ کر نہ لے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا عذر ملا، یہ حلال ہے۔ [فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹۹]

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

جبکہ یہ بیمہ گورنمنٹ کرتی ہے اور ان میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔

واللہ تعالی اعلم [فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۰۵]

مزید ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں، ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح ہی اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں لہذا اجازت نہیں کما حقق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر {جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی} [فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۶۵]

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

الجواب صحیح والمجیب مصیب کتبہ

شمس الہدی عفی عنہ ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

خادم الافتاء کنز الایمان یوکے Date: 9-2-2016

مہمان نوازی کے چند آداب

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 270

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مہمان ہمارے گھر آجائے توہمیں کیا کرنا چاہیے یعنی مہمان نوازی کے آداب کیا ہیں؟ سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابْ

مہمان نوازی میں میزبان چند باتوں کا خیال رکھے۔

[1]: میزبان کو چاہیے کہ مہمان کی خاطرداری میں خود مشغول ہو، خادموں کے ذمہ اس کو نہ چھوڑے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی سنت ہے۔

کما فی الفتاوی الھندیہ۔

[2]: اگر مہمان تھوڑے ہوں تو میزبان ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جائے کہ یہی تقاضائے مُروت ہے۔اور ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ کھانا رکھ کر غائب ہوجائے۔اور بہت سے مہمان ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ ان کی خدمت اور کھلانے میں مشغول ہو۔کمافی الفتاوی الہندیہ

[3]: کھانا پیش کرنے کے بعد میزبان کو چاہیے کہ مہمان سے وقتاً فوقتاً کہے کہ اور کھاؤ مگر اس پر اصرار نہ کرے، کہ کہیں اصرار کی وجہ سے زیادہ نہ کھا جائے اور یہ اس کے لیے مضر ہو، میزبان کو بالکل خاموش نہ رہنا چاہیے۔کمافی الفتاوی الہندیہ

[4]: مہمانوں کے سامنے خادم وغیرہ پر ناراض نہ ہو اور اگر صاحب وسعت ہو تو مہمان کی وجہ سے گھر والوں پر کھانے میں کمی نہ کرے۔ کمافی الفتاوی الہندیہ

[5]: مہمانوں کے ساتھ ایسے کو نہ بٹھائے جس کا بیٹھنا انہیں ناگوار گذرے اور جب کھا کر فارغ ہوں ان کے ہاتھ دھلائے جائیں۔

["الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ج٥، ص ٣٤٤_٣٤٥]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-2-2016

کتاب المیراث

جائیداد کی تقسیم کا ایک مسئلہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 271

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد فوت ہوگئے اور موت سے سات سال پہلے انہوں نے یوکے میں موجود ساری جائیداد بیٹوں کو گفٹ کردی تھی۔ لیکن کسی دوسری کنٹری میں ان جائیداد موجود ہے اوراب وہ فوت ہوگئے ہیں تو وہ جائیداد کیسے تقسیم ہوگی جبکہ ان کے ورثہ میں سے درج ذیل لوگ مرنے کے وقت زندہ تھے۔ تین بیٹے، دو بیٹیاں اور ایک بیوی۔ اور ایک بیٹی کی شادی والد کی موت کے سے پہلے ہوچکی تھی اور دوسری کی شادی والد صاحب کی موت کے بعد ہوئی اور وہ بیوہ بھی ہوگئی۔ تو اس صورت میں تقسیم جائیداد میں کوئی تبدیلی تونہیں ہوگی۔

سائل: ہارون فرام لیڈز- انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسئلہ 88× تصحیح 64

بیوی	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
8	14	14	14	7	7

صورت مسئولہ میں برصدقِ مستفتی وانحصارِ ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم

مایقدم کالتجهز والتکفین والدین و الوصیة۔ جو جائیداد کسی دوسرے ملک میں والد صاحب کی ملک میں تھی تو وہ ورثہ پر درج ذیل طریقے سے تقسیم ہوگی۔ پوری جائیداد کے چونسٹھ 64 حصے کیے جائیں گے ان میں آٹھ حصے والد صاحب کی بیوی کو ملیں گے۔ کیونکہ جب میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ہی ملا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ ۔اگر تمہارے اولاد ہو تو بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ (سورۃ النساء:12)

اور چودہ، چودہ حصے تینوں بیٹوں میں سے ہر بیٹے کو دیں گے اور سات، سات حصے دونوں بیٹیوں میں سے ہر بیٹی کو ملیں گے۔ کیونکہ جب میت کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہو تو ان کے درمیان تقسیم لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت ہوگی یعنی بیٹوں کو بیٹیوں کا دوگنا ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ۔لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۔اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ (سورۃ النساء:11)

اور بیٹیوں کی شادی سے وراثت کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں ہوگا اور جو جائیداد والد صاحب نے مرض الموت سے سات سال پہلے لڑکوں کو ہبہ کردی تھی وہ تو لڑکوں کی ہوگئی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبـــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-11-2017

جب میت تین بیٹے اور ایک بچی اور بیوی چھوڑ گیا ہو تو تقسیم وراثت

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ

الاستفتاء 272

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید فوت ہوا اور اس نے ایک بیوی، تین بیٹے اور ایک بچی چھوڑی تو ان کے درمیان وراثت کیسے تقسیم کی جائے گی اور میت کے والدین پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

سائل: نعیم برمنگھم-انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَونِ المَلِكِ الوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسئلہ 8

بیوی	ابن	ابن	ابن	بنت
1	2	2	2	1

صورت مسئولہ میں بر صدقِ مستفتی وانحصارِ ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما یقدم کالتجہز والتکفین والدین والوصیۃ۔ پوری جائیداد کے آٹھ 8 حصے کیے جائیں گے ان میں ایک حصہ والد صاحب کی بیوی کو ملے گا کیونکہ جب میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ہی ملا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔اگر تمہارے اولاد ہو تو بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ (سورۃ النساء:12)

اور دو، دو حصے تینوں بیٹوں میں سے ہر بیٹے کو دیں گے اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔ کیونکہ جب میت کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہو تو ان کے درمیان تقسیم لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے تحت ہوگی یعنی بیٹوں کو بیٹیوں کا دوگنا ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ (سورۃ النساء:11)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبــــــــــــــــــہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-1-2018